متکلم اسلام نمبر
قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام والامام محمد قاسم النانوتوی
بانی دارالعلوم دیوبند
اور اکابر امت کے علوم وافکار کا نقیب
ماهنامه
ندائے دارالعلوم وقف دیوبند
Monthly:
NIDA-E-DARUL-ULOOM WAQF
DEOBAND
زیر سرپرستی
خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم
مدیر اعلیٰ
مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مدظلہ
دفتر ماہنامہ
ندائے دارالعلوم وقف دیوبند
ضلع سہارنپور، یوپی (انڈیا)

قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام والامام محمد قاسم النانوتوی بانی دار العلوم دیوبند
اور اکابر امت کے علوم وافکار کا نقیب

زیر سرپرستی خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ العالی

جلد نمبر ۹ ربیع الاول/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۷/جنوری ۲۰۱۸ء شمارہ نمبر ۹۳،۹۲

متکلم اسلامؒ نمبر

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

مدیر :
مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی
استاذ دارالعلوم وقف دیوبند
و ڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف دیوبند

مدیر مسئول :
مولانا عبداللہ ابن القمر الحسینی
ناظم شعبۂ نشر واشاعت
دارالعلوم وقف دیوبند

شرح خریداری
علاوہ ڈاک خرچ

فی شمارہ.................. ۲۵/روپے
خصوصی شمارہ ۵۰/روپے
سالانہ.................. ۲۵۰/روپے
سالانہ مع ڈاک خرچ ۳۲۵/روپے
تاعمر.................. ۵۰۰۰/روپے

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ قانونی چارہ جوئی کا حق صرف مقامی عدالت کو ہوگا۔

شائع کردہ : شعبۂ نشر واشاعت، دارالعلوم وقف دیوبند، سہارنپور (یوپی)
MONTHLY NIDA-E-DARUL ULOOM WAQF DEOBAND
SAHARANPUR (U.P.) INDIA PIN : 247554
Website: www.dud.edu.in / Email : nidaedarululoom@gmail.com

اس شمارے میں

اداریہ

پیغامات

مقالات و مضامین

تعزیتی مکتوبات

منظوم

رپورٹ

۞......۞......۞

ماہنامہ ''ندائے دارالعلوم'' دارالعلوم وقف ویب سائٹ پر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

Website: www.dud.edu.in

نوٹ : خریدار حضرات رسالہ سے متعلق ضروری معلومات کے لئے اوقاتِ دفتر ۱۰ تا ۴ بجے ہی رابطہ کریں۔ 01336-222352

کمپوزنگ : **عمر الٰہی** 09358013409

اداریہ

موت تجدید مذاقِ زندگی کا نام ہے

حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب ❖

خلّاق عالم کی طرف سے حیاتِ مستعار کے لئے مقرر کردہ مدت میں درازی و کمی کے فرق و تفاوت کے ساتھ اس عالم ناسوت سے لے کر فضائے بسیط میں موجود ان گنت و بے شمار کائنات جن کا علم خدائے لم یزل ولا یزال کے علاوہ کسی بھی ہستی کو نہیں ہے، ذات حق جل مجدہٗ نے قانون موت وحیات کو بلا تخصیص تمام مخلوقات اور بلا امتیاز مخلوقات کی اجناس وانواع اور افراد کے لئے ایک قدر مشترک صفت کے طور پر تقدیرات الٰہیہ اور سنتِ ربانی کا وہ نا قابل تبدیل حصہ قرار دیا ہے جس کے بارے میں کلام الٰہی وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً کے معجز نما اعلان میں فکر وبصیرت اور شعور وآگہی کے بے شمار گوہر آبدار اور نہ جانے کتنے گنج ہائے گراں مایہ کے اسرار ورموز پوشیدہ ہیں جو کہ متلاشیانِ حق وہدایت کے لئے لامتناہی بحر زرخیز سے ان گنت گوہر ہائے رشد وہدایت کے بے شمار وسیع وعمیق امکانات اپنے اندر رکھتا ہے اور غوّاصانِ علم وآگہی کے لئے تحقیق وجستجو کے نت نئے گوشوں کو دریاؤں کے مثل گویا کہ کوزے میں بند کیا ہوا ہے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ موت اور حیات دراصل ایک ہی ماہیت کا دو مختلف انداز میں اظہار ہے۔ ایک ہی حقیقت کے دو روپ یا ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں، نہ زندگی کو موت سے منفصل علیحدہ خانے میں رکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی موت کو زندگی سے جدا کر کے اس کا الگ سے کوئی تشخص قائم کیا جاسکتا، کیوں کہ موت سے ہی زندگی کا آغاز ہے اور زندگی سے ہی موت کا وجود برقرار ہے اور موت وحیات کی اسی دوطرفہ حقیقت میں حق تعالیٰ کی بے شمار نشانیاں ٹھیک اسی طرح سے موجود ہیں جیسے کہ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ میں دن رات کے حوالے سے موجود پوشیدہ نشانیوں کی طرف اُولی الالباب کی توجہ منعطف کرائی گئی ہے، اہل ایمان اس عالم کون ومکاں میں گذارے جانے والے وقت کو اقرار ربوبیت

❖ مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

مدیر اعلیٰ ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند

کے عہد الست سے آغاز حیات کا ہی وقفہ جانتے اور مانتے ہیں جس کا تسلسل اور استمرار خلود جنت وجہنم تک کو محیط ہے جب کہ ایمان کی لازوال وحقیقی حلاوت سے محروم طبقات اور منحرف اقوام وملل اپنے باطل معتقدات کی بنیاد پر موت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَمَا یُھْلِکُنَا اِلَّا الدَّھْر اور اس فنا کا عامل وموثر وقت کو قرار دیتے ہیں، حق وباطل کے ان دو حقائق اور نظریات کے پس پردہ نور شمس کے مثل یہ ایک نا قابل تر دید حقیقت عیاں وآشکارا ہے کہ موت وحیات اس عالم ناپائیدار کی طرح دوسرے عوالم کی بھی قدر مشترک کے طور پر خاصیات کا ایسا ہی بدیہی حصہ ہے کہ وقت موعود آجانے پر ایک لمحہ کے لاکھویں اور کروڑویں حصے کے فرق وتفاوت کے بغیر باعلانِ حق لَا یَسْتَأخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْن کے زیر اثر ہر ذی روح کو بہر کیف وبہر طور اس مرحلے سے گذرنا ہے نہ کسی کے لئے کوئی راہ فرار تھی اور نہ ہوگی، نہ کسی کے لئے پہلے کوئی تخصیص تھی اور نہ قیامت تک آنیوالی کسی ذی روح مخلوق کے لئے کوئی امتیاز برتا جائے گا۔ عالم ہو کہ جاہل ہو، شاہ ہو کہ گدا ہو، عوام ہوں کہ خواص ہوں غرض کسی بھی کہہ ومہہ کے لئے کوئی خصوصیت نہیں ہے، کوئی اس قانونِ الٰہی سے برتر وفائق نہیں ہے، خواہ وہ عظمتوں، رفعتوں اور بلندیوں پر فائز طبقۂ انبیاء کی صفوف سے متعلق ہو یا اُولٰئِكَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ جیسے طبقۂ ارذل سے تعلق رکھنے والا انسان ہو، معنوی عظمتوں سے عاری اور ظاہری وجاہتوں پر متکبر ومغرور انسان ہو یا خاک نشیں کوئی فقیر بے نوا ہو، ہر کوئی اس قانون الٰہی کا اسیر ہے جو کہ حق تعالیٰ کی نا قابل تر دید سنت کا بین اور روشن ترین حصہ ہے، کیوں کہ خلّاق ارض وسمانے کائنات ارضی وسماوی کی تخلیق سے پہلے ہی تمام مخلوقات عالم کو خواہ وہ کوہ وفضا، بحر وبر اور ارض وسماء کی عظیم ترین اجسام کی حامل مخلوقات ہوں یا فضائے بسیط اور اس کی پنہائیوں میں موجود نادیدہ وناشنیدہ حقیر ترین مخلوق ہو گویا کہ ذرۂ حقیر تک کوئی بھی شئے رب کائنات کے حیطۂ علم سے باہر نہیں ہے، غرض کہ موت وحیات کا قانون لوح محفوظ میں لَا یَسْتَأخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْن کے تمام مقدّمات سمیت تسلسل واستمرار کے ساتھ جاری ہے اور جاری رہے گا۔

مقصدیت کے نقطۂ نظر کی جہت سے اگر جائزہ لیا جائے تو حاصلِ بحث یہ نکلتا ہے کہ دیگر تمام قوانین الٰہیہ کی طرح قانون موت وحیات بھی عقیدۂ توحید باری تعالیٰ کو بایں طور محیط ہے کہ توحید ایک عظیم ترین مرتبہ ہے اور اس کا سادہ سے لفظوں میں حقیقی مفہوم یہ ہے کہ انسان کا یہ عقیدہ ہو کہ ارض وسماء کے تمام عوالم میں مؤثر حقیقی بجز ذات خالق کائنات کے اور کوئی ہستی نہیں ہے، اثرات سے لے کر مؤثرات تک، اسباب سے لے کر مسببات تک اور علل وحکم سے لے کر معلولات وتحکیم تک صرف اور صرف ارادۂ ذات حق جل مجدہٗ ہی عامل، محرک اور مؤثر حقیقی ہیں، جو کچھ ہوا یا جو کچھ ہو رہا ہے یا جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کچھ

مشیّت حق کے تابع اور اس کی حکمت بالغہ کے ہی زیر اثر ہے اور یہ سلسلۂ موت وحیات، یہ آمد ورفت بھی ان ہی عوامل، محرکات ومؤثرات کا ہی جز ولاینفک ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ موت وحیات کا منتہائے مقصود بھی بجز اعلانِ توحید، اظہار توحید کے اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اس نقطہ ہائے فکر سے توحید حقیقی ہی ایک عظیم ترین مرتبہ قرار پاتا ہے جس کا بشمول دیگر دقیق ثمرات کے ایک ثمرہ توکل ہے جس کا لازمی اور بدیہی نتیجہ صبر و مصابرت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، نیز اسی ثمرۂ توکل کا دوسرا نفسیاتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ موت وحیات کے ذریعہ تغیر پذیر احوال اور اس کے فوری مرتب شدہ اثرات کی شکایت انسان خلق خدا سے نہیں کرتا، نہ ہی درون قلب غیض وغضب اور شکوہ وشکایت کی کیفیت موجزن ہوتی ہے اور نہ ہی قلب میں انقباض جیسی کوئی صورت پیدا ہوتی ہے بلکہ ذات حق جل مجدہٗ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے برضا و رغبت اپنے تمام معاملات رنج و راحت اسی کے سپرد رکھتا ہے، جس کے نتیجہ میں قلب و ذہن پر طمانیت اور بطور نعمت خداوندی انسان کے قلب سلیم پر سکینت طاری رہتی ہے جو کہ انسان کی ظاہری ومعنوی صحت میں بہمہ احوال حفظان واستحکام کا باعث بنتی ہے، اسی جذبۂ دروں کا دوسرا عنوان ایمانیاتی قوتوں کا سرچشمۂ فیض کی کرشمہ سازی ہے، فردیت سے بالاتر اگر یہی کیفیات اجتماعی شان لئے ہوئے ہوں تو یہی بنیادیں معاشرے میں عافیت اور سکون کی مستحکم اساس وبنیاد فراہم کرنے میں معاون وممد ثابت ہوتی ہیں۔

ان تمہیدی سطور کا حاصل انشاء وہ حادثۂ فاجعہ ہے جو کہ مورخہ ۲۳/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ بروز پیر بوقت گیارہ بج کر پینتالیس منٹ پر دارالعلوم وقف دیوبند کے صدرالمدرسین و ناظم تعلیمات، علم و آگہی کے شہسوار اور بالخاص علم حدیث کے ایک نہایت پختہ کار اور مقبول عام استاذ محترم جناب حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب رحمہ اللہ وفات کی صورت میں پیش آیا جو کہ اپنی پیدائش مورخہ ۳/جون ۱۹۳۸ء سے لے کر ۱۳/نومبر ۲۰۱۷ء تک اپنی حیات مستعار کے ۸۰/سال ۵/ماہ ۱۰/یوم اس عالم آب وگل میں گذار کر داعی اجل کی صدائے حق پر لبیک کہتے ہوئے عالم بقاء کی پہلی منزل کے لئے رخصت ہوگئے اور اس طرح ایک بامقصد و بامعنی زندگی وقت موعود آجانے پر حیات عارضی کے منطقی انجام کو پہنچ گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بے شک اب مرحوم ومغفور عم محترم ہمارے درمیان جسم وجاں کی صورت میں موجود نہیں ہیں لیکن اپنے علمی آثار کی صورت میں جس نے ملک کے طول وعرض اور دنیا کے دیگر ممالک میں مصروف عمل ہزاروں کی تعداد میں ان کے تلامذہ کی شکل میں، اپنے تاریخ ساز تالیفی کام ''سیرت حلبیہ'' اور مجموعہ ''سیرت رسول'' جیسے کاموں کے عکس جمیل کے پیرائے میں اور اپنے علمی آثار کی صورت میں مدتوں تک آنے والی

نسلوں کے قلوب و اذہان میں موجود رہیں گے، قدرت فیاض نے انہیں گوناگوں خوبیوں اور محاسن سے سرفراز فرمایا تھا۔ قیام دارالعلوم وقف دیوبند کے آغاز سے ہی تدریس کا منصب سنبھال لیا تھا اور ایک نہایت بہترین، کامیاب اور پختہ کار مدرس کے طور پر شہرت پائی نیز اپنے دل نشیں انداز تدریس، وسعت معلومات اور فنی مباحث پر دل آویز تشریحات کے علاوہ خطیبانہ محاسن اور کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم کے اصول کے مطابق نہایت سہل، شستہ اور سلیس انداز میں ان کے تقریری اوصاف اساتذہ وطلباء اور عوام الناس میں یکساں طور پر ان کی مقبولیت ومحبوبیت کے اسباب کا قابل ذکر حصہ ہیں۔ اپنے پینتیس سالہ مدت تدریس میں اسلامی علوم وفنون کی کم وبیش تمام ہی نمائندہ وچنیدہ فنی کتب ان کی تدریسی زندگی کا حصہ رہیں اور کم وبیش بارہ سال سے بخاری شریف منجانب اللہ قبولیت ومقبولیت کے ساتھ زیردرس رہی۔ یوں تو ان کی شخصیت کے کئی پہلو تھے لیکن تدریس وخطاب، تحمل واعتدال معاملہ فہمی واصابت رائے جیسے اوصاف حمیدہ امتیاز وخصوصیت کے طور پر ان کی شخصیت کو محیط تھے۔

عہد حاضر کے اس تلاطم خیز قحط الرجال کے موجودہ وحشت انگیز دور میں جب کوئی ایسی ہستی ہم سے جدا ہوتی ہے جس کا وجود مسعود نہ صرف ہزاروں تشنگان علوم ومعارف کے لئے علم وعمل کے نقطۂ نظر سے منبع فیض ہی ہوتا ہے بلکہ متلاشیانِ حق وصداقت کے لئے اس کی ذات فکری محور اور مرکزیت کی حیثیت بھی رکھتی ہو اور مرور وقت کے ساتھ بہر لحہ ترقی پذیر اس کے علمی مقام ومرتبہ میں رفعت وعظمت اور گرویدگی کے آثار غلبہ پارہے ہوں ایسی صورت میں شخصیت کی ہمہ جہت خوبیاں لوگوں کے قلوب و اذہان عقیدت ومحبت کے حقیقی جذبات کے زیر اثر اس شخصیت کو ایسے مقام فائز تک پہنچا دیتی ہیں۔ جہاں پر وہ شخصیت محوریت ومرکزیت کا استعارہ بن جاتی ہے۔ لہٰذا اس طرح کی ہمہ صفت شخصیت جب ہم سے جدا ہوتی ہے تو رنج والم اور صدمے کی کیفیات دوچند ہو جاتی ہیں، بایں صورت افسوس موت کا نہیں ہوتا، وہ تو اپنے خود کے احساس وجود کی طرح ایک بدیہی اور معلوم حقیقت ہے۔ ہوش مند ہی نہیں بلکہ عقل وخرد سے عاری شخص بھی وجدانی طور پر کسی نہ کسی درجہ میں اس حقیقت کا احساس وادراک رکھتا ہے۔ حقیقت واقعہ تو یہ ہے کہ اس صدمے کی صدماتی کیفیت میں اس وقت مزید شدت اور اضافہ ہو جاتا ہے جب ہم جانے والی شخصیت کے متبادل تلاش کرتے ہیں اور اس کی مابہ الامتیاز خصوصیات اور خوبیوں کو جو کہ جانے والی شخصیت کے ساتھ رخصت ہو گئیں ہیں، ان تمام امتیازات وخصوصیات کو مالہٗ وماعلیہ سمیت متبادل میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں اس حوالے سے دور دور تک سناٹا اور ویرانہ محسوس ہوتا ہے، اس حقیقت حال کا دوسرا فکری پیرایہ یہ ہے:

یہ نہیں کہ بزم طرب میں اب کوئی نغمہ زن ہی نہیں رہا
میں اکیلا اس لئے رہ گیا کہ بدل گئی ہے وہ انجمن

قانونِ قدرت ہے کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ مقصد حیات اور مفوضہ فرائض پورا کرنے کے بعد اسی وحدہٗ لاشریک کی طرف لوٹ جاتا ہے، جانے والے کی شخصیت میں تکمیلی شان کا راز اس عالم کے قانون تدریج میں پوشیدہ و مضمر ہے، بتدریج اللہ تعالیٰ عظمت و رفعت عطا فرماتے ہیں اور گردش احوال اس کے علمی و عملی تجربات میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں جو کہ بذات خود شخصیت کی عظمت میں تکوینی طور پر محرک و موثر عامل کا کلیدی کردار ادا کرتے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ رخصت پذیر شخصیت کے امتیازات و خصوصیات طویل ترین تجربات کے مرہون منت ہوتے اور بہمہ وجوہ ذہنی و فکری مدتوں پر محیط قربت کی وجہ سے ہمارے فکر و فہم اور شعوری سطح پر وہ شخصیت ایک ناقابل تبدیل معیار اور کسوٹی کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور ہم متبادل کی ابتداء میں رخصت پذیر شخصیت کی انتہائی کیفیات و خصوصیات کو اپنی تلاش وجستجو کا جب محور قرار دیتے ہیں تو اس مرحلے پر نفسیاتی طور پر صدماتی کیفیت کا دوچند ہونا لازمی ہے اور کچھ لوگ اسی تبدیلی مافات کے مشکل مراحل کو قحط الرجال سے معنون کرتے ہیں لیکن یہ بہر حال ایک حقیقت اور حق تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ ہر دور و عہد کے حسب حال افراد پیدا فرماتے ہیں اور دینی و دنیاوی جزو کل معاملات کا تسلسل اپنی طبعی و فطری رفتار سے آگے بڑھتا رہتا ہے۔

حق تعالیٰ حضرت متکلم اسلام رحمہ اللہ کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق کے ساتھ ساتھ دارالعلوم وقف دیوبند کو حضرتؒ کے علوم و معارف کے جانشین سے سرفراز فرمائیں۔

موت تجدید مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

۞......۞......۞

پیغام

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم ❖

برادرم عزیز مرحوم و مغفور جناب مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب صدرالمدرسین و ناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند کے سانحۂ ارتحال پر پیش آمدہ صدمہ کی شدت اور اس غم والم کے موقع پر اپنے جذبات وکیفیات کے اظہار کے لئے ایسے الفاظ ذہنی سطح سے محو ہیں جن کے ذریعہ درون قلب وذہن کی قرار واقعی کیفیت کو بیاں کرسکوں۔ دل گرفتہ، لب خموش اور ذہن فکر والم کے تموج سے متلاطم ایسے میں کہوں تو کیا کہوں اور کیسے کہوں کہ اس پیرانہ سالی میں یہ کیسی قیامت گذری، تاہم بارگاہ رب العزت میں بہزار سجدۂ شکر جبین نیاز خمیدہ ہے جس نے بندۂ مومن کی ایسے شدید احوال میں اپنے کلام معجز میں مختلف حقیقت پسندانہ اسالیب کے ذریعہ دستگیری فرما کر اطمینان قلب کے ہزارہا مواقع فراہم کردیئے ہیں۔ ایمانی اور واقعاتی حقیقت تو یہی ہے کہ قرآن کریم کی محض اسی ایک آیت وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ کِتَابًا مُّؤَجَّلاً میں ہی تسکین قلب کے بے شمار اسرار وحکم پوشیدہ ہیں جب کہ موت وحیات کی حقیقت پسندانہ ماہیت کے حوالے سے قرآن کریم نے مختلف دل نشین اسالب اور پیرائے میں مومن کی طمانیت قلب کے لئے اس قدر مواقع فراہم کئے ہیں کہ فی نفسہ موت بندۂ مومن کے حق میں اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت قرار پائی ہے۔

حق تعالیٰ مرحوم ومغفور برادر عزیز کو اعلیٰ علیین میں مقام کریم سے سرفراز فرمائیں، قدرت فیاض نے انہیں گوناگوں خوبیوں اور خصوصیات سے سرفراز فرمایا تھا، وہ ایک وسیع المطالعہ شخص تھے جن کے بہت معتدل علمی دلائل کی اساس پر علمی وفنی استفسارات بڑے متوازن ہوا کرتے تھے، اسی کے ساتھ عصر حاضر کے علمی مسائل پر بسیط نظر کی وجہ سے اپنی ایک مستقل اور متوازن رائے ان کی شخصیت کا نمایاں وصف اور روشن جہت تھی، اس کے علاوہ حفظ مراتب کے ساتھ باسلیقہ و بالحاظ انداز گفتگو ان کے شیوۂ علم بالعمل کا

❖ صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

عکّاس وغمّاز تھا، انہوں نے خالص علمی بنیادوں پر اپنی نہج اور مقصد حیات کو متعین کیا اور بھرپور استقامت و عزیمت کے ساتھ اس پر مدۃ العمر گامزن رہے۔ علمی وفکری وسعت نظر کے علی الرغم اجتماعی معاملات میں اصابت رائے ان کی امتیازی خصوصیات کا ایسا قابل قدر اور لائق ذکر وفکر حصہ تھا جس کی معقولیت پر اپنے بھی مطمئن ہوتے تھے اور اس حسنِ وصف کے اغیار بھی معترف تھے کیوں کہ وہ بایں طور اپنی بات کو بڑے سلیقے سے کہنے کا ہنر جانتے تھے کہ بالعموم کم لوگ اتنے شستہ اور دلنشین اسلوب میں اپنا مدعا بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

دارالعلوم وقف دیوبند کے قیام سے استحکام تک ان کی خدمات ادارہ کی تاریخ میں ایک روشن باب کی حیثیت سے یاد کی جائیں گی، خاص طور پر ایک طویل عرصہ پر مشتمل ان کی مقبول عام تدریسی خدمات اخلاف کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں، کم وبیش تمام ہی فنی کتب ان کے زیردرس رہیں اور ایک عشرہ سے زائد عرصہ پر مشتمل زیردرس بخاری شریف کی خدمت جلیلہ کو حق تعالیٰ نے قبولیت ومقبولیت کی سند عظیم سے سرفرازی بخشی تھی۔

راقم السطور اپنے ان تمام محبین ومخلصین کے حق میں دست بدعاء ہے جنہوں نے اپنی بے لوث محبتوں اور مخلصانہ تعلق کے زیراثر خاندان قاسمی کے لئے اس غم انگیز موقع پر تشریف لاکر بالمشافہ، بذریعہ تحریر اور ٹیلی فون کے ذریعہ تعزیت مسنونہ اور دعائیہ کلمات سے اپنے محبّانہ تعلق کا اعادہ فرما کر اہل خانہ کے لئے حوصلہ افزائی کا باعث بنے۔ حق تعالیٰ ان تمام حضرات کو اس حسنِ تعلق پر دارین میں بہترین جزاء سے سرفراز فرمائیں۔ آمین یارب العالمین

پیغام

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب ❖

مکرم ومحترم جناب مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب حفظکم اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دارالعلوم دیوبند کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مقبولیت اور علوم دینیہ کی تعلیم ودینی تربیت کے سلسلہ میں جو کارگزاری حاصل ہوئی، اور ہندوستان میں تحفظ دین وشریعت کے سلسلہ میں جو امتیاز حاصل ہوا، وہ ہندوستانی مسلمان کی تاریخ میں ایک روشن باب ہے، اس سلسلہ میں اولین کارگزاروں میں بڑی ممتاز علمی ودینی شخصیتیں کارفرما ہیں، ان میں متکلم اسلام حضرت مولانا محمد قاسم النانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے نام نامی بہت نمایاں ہوئے، اس کے نمایاں بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اس کے اولین مہتمم تھے اور مہتممی کا سلسلہ ان کی اولاد میں جاری رہا، ان کے جانشین ان کے فرزند حضرت مولانا احمد صاحب ہوئے اور ان کے جانشین حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب ہوئے اور ان کو حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی رفاقت بحیثیت شیخ الحدیث کے حاصل رہی، ان دونوں کے عہد میں اس عظیم ادارہ کو وسعت اور بڑی ترقی حاصل ہوئی، اور اس کا سلسلہ ان کے صاحبزدگان تک پہنچا، ان میں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب اور ان کے برادر خورد حضرت مولانا محمد اسلم صاحب نے شہرت حاصل کی اور کئی ذمہ داریوں کو بھی بخوبی انجام دیا۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نے تدریسی امتیاز کے ساتھ وعظ وارشاد کی خصوصیت بھی اختیار کی اور شہرت ومقبولیت حاصل کی اور اپنے والد صاحب کے جانشین ہوئے، ان کے برادر خورد حضرت مولانا اسلم قاسمی صاحب نے دارالعلوم وقف دیوبند کی تدریسی ذمہ داری کو خصوصی طور پر انجام دیا، وہ صدر المدرسین اور ناظم تعلیمات رہے، ان کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ دارالعلوم دیوبند سے علوم دینیہ کے حصول کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے علوم عصریہ کی بھی صلاحیت حاصل کر کے علمی وتعلیمی لائن سے جامعیت حاصل کی، اس جامعیت کی بناء پر ان کے درس وتدریس کی افادیت میں خصوصی اضافہ ہوا، اپنی دینی وتعلیمی خدمات کی انجام دہی کے بعد مورخہ: ۱۳؍نومبر ۲۰۱۷ء کو اس جہان فانی سے مفارقت کی اور اس لائن میں ایک خلا چھوڑ گئے، ان کے سانحہ وفات کو سب اہل تعلق حضرات نے محسوس کیا، وہ ممتاز دینی وعلمی خاندان کے عظیم فرد ہونے کے ساتھ ایک مایہ ناز عالم دین وممتاز مدرس ومنتظم تھے، ان کے نہ رہنے سے طالبان علوم دینیہ کو جو نقصان ہوا، وہ بڑا نقصان ہے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور نقصان کا سد باب فرمائے۔ آمین

❖ صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

پیغام

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی ❖

گرامی قدر مکرم و معظم حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

کل آں جناب کے برادر مکرم اور استاذ العلماء حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات حسرت آیات کی خبر سے نہایت صدمہ ہوا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) کئی بار فون کرنے کی کوشش کی؛ لیکن ایسے مواقع پر فون کا مشغول رہنا مستبعد نہیں ہوتا، چنانچہ فون نہیں مل سکا، ان سطور کے ذریعہ اظہار تعزیت کررہا ہوں۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات آنجناب کے لئے اور دارالعلوم وقف کے لئے بڑا سانحہ ہے، ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں اور ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا آسان نہیں، خاص طور پر آں جناب کے لئے ان کی مساعدت بڑی تقویت کا باعث تھی، دل سے دعاء ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مکمل مغفرت فرماکر انہیں اپنے مقام قرب میں درجات رفیعہ سے نوازیں، **اللهم اكرم نزله ووسع مدخله و أسكنه جنات النعيم المقيم**

معلوم ہوا ہے کہ دارالعلوم وقف سے شائع ہونے والا ماہنامہ ''ندائے دارالعلوم وقف دیوبند'' حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کی حیات وخدمات پر مشتمل خصوصی اشاعت کا ارادہ رکھتا ہے، یقیناً یہ اہم پیش رفت ہے اور یہ شمارہ بعد والوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔

نیز دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آں جناب کو اور پورے اہل خاندان، اہل دارالعلوم، بلکہ پوری علمی و دینی برادری کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائیں، ان کے اہل خانہ کو بھی براہِ کرم میرا پیغام تعزیت پہنچا دیا جائے کہ بندہ کا ان سے براہ راست رابطہ نہیں ہے۔

❖ نائب رئیس دارالعلوم کراچی، پاکستان

پیغام

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب ❖

مکرم ومحترم جناب مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی، مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ صدرالمدرسین وناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند کی عظیم نا قابل فراموش خدمات کوخراج تحسین پیش کرنے کے لئے''ماہنامہ ندائے دارالعلوم دیوبند'' نے خصوصی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے۔

یقیناً یہ فیصلہ بہت خوش آئند اور مفید ہے، اکابر پیش رفتگان کے نقوش قدم پس آئندگاں کے لئے نشان منزل ہوتے ہیں، ان کی زندگی کے روشن اور تابناک پہلو کچھ کرگذرنے کا حوصلہ رکھنے والوں کے لئے ہر قدم پر مہمیز کا کام کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب زندگی کا ہر ورق صرف ان کے تلامذہ اور متعلقین ہی کے لئے نہیں، بلکہ دینی جذبات کے حامل جذبہ عمل سے معمور ہر انسان کے لئے درس عبرت ونصیحت ثابت ہوگا۔

حضرت مولانا مرحوم اپنی جدی عظمت اور خصوصیات کے ساتھ ساتھ ذاتی خوبیوں اور متنوع دینی خدمات کے لحاظ سے ایک قابل تقلید اور نا قابل فراموش شخصیت کے حامل تھے، نصف صدی سے زائد عرصہ درس وتدریس، وعظ وخطابت، تصنیف وتالیف اور متنوع دینی خدمات میں گذار کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی خدمات جلیلہ کا بھرپور صلہ عطا فرمائے، حسنات کو قبول فرمائے اور خصوصی رحمت ومغفرت کا معاملہ فرمائے۔

❖ مہتمم دارالعلوم دیوبند

پیغام

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی صاحب ❖

مخدوم گرامی منزلت عارف باللہ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم
صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج مبارک!

کل دوشنبہ کو ظہر کے وقت یہ خبر اچانک معلوم کر کے سخت صدمہ کا باعث بنی کہ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی کا وصال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون

خبر معلوم ہوتے ہی تعزیت کے لئے بذریعہ فون کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوسکی، یقیناً آپ حضرات حادثہ کے باعث بے حد محزون اور مشغول رہے ہوں گے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی جامع مسجد میں تعزیت اور دعائے مغفرت کا اعلان کردیا گیا، کچھ لوگوں نے خصوصی طور پر دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا۔

آپ حضرات کی خدمت میں فوری طور پر تعزیت پیش کرنے کے لئے یہ چند سطریں ارسال ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اپنی روئے رحمت ومغفرت میں چھپالیں ان کے درجات کو بلند فرمادیں اور جملہ اہل خاندان اور اصحابِ تعلق کو صبر جمیل اور ایصالِ ثواب کی توفیق سے نوازیں، اخبار میں خبر اور جنازہ میں حاضرین کی کثرت کا حال پڑھ کر بہت اطمینان کا باعث ہوا، اللہ تعالیٰ آں جناب کی عمر مبارک میں برکت عطا فرمائیں اور اصلاح وتربیت کا سلسلہ جاری رہے۔

دعاؤں کی درخواست ہے اور خاتمہ بالخیر کی تمنا ہے۔

إن لله ما أخذ و له ما أعطى به و كل شيء عنده إلى أجل مسمى.

❖ مدیر دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

پیغام

حضرت مولانا سید جلال الدین عمری صاحب ❖

محترم المقام حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج اخبارات کے ذریعہ یہ اندوہناک اطلاع ملی کہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب دارِ فانی سے رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس اطلاع سے مجھے بالخصوص ذاتی طور پر اور مرکز کے دیگر ذمہ داران کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔

مولانا مرحوم ایک مایہ ناز خطیب اسلام اور متکلم شریعت تھے، بیان سیرت میں مرحوم کو نمایاں مقام حاصل تھا، اس کے ساتھ وہ ایک اچھے استاذ اور مربی بھی تھے۔ وسعتِ قلب ونظر آپ کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وراثت میں ملی تھی۔

علمی حیثیت سے آپ کا مقام نہایت بلند تھا۔ دارالعلوم وقف دیوبند کے تدریسی فرائض انجام دیتے ہوئے مرحوم تنظیمی امور کی بھی نگرانی فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ دارالعلوم وقف ہی نہیں بلکہ مرحوم کے تلامذہ اور مرحوم سے عقیدت واحترام رکھنے والے حضرات کو میری جانب سے تعزیت پہنچا دیں۔

مرحوم آپ کے برادر خورد تھے، بجا طور پر آپ کو اور مولانا مرحوم کے پسماندگان کو اس عظیم صدمہ کو سہارنے کی اللہ تعالیٰ قوت عطا فرمائے اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے دارالعلوم وقف دیوبند کو مولانا مرحوم کا بدل عطا فرمائے۔

❖ امیر جماعت اسلامی ہند

پیغام

حضرت مولانا مفتی عبداللہ کاپودروی صاحب ❖

خانوادۂ قاسمی کے چشم و چراغ، عالم جلیل، استاذ باکمال، مثالی خطیب حضرت مولانا اسلم صاحب قاسمی کے سانحۂ ارتحال کی خبر نے اس زخم کواور گہرا کردیا جو سال رواں متعدد اکابر وعلماء کے اٹھ جانے سے اس دل نازک پر لگتا رہا ہے، ان اکابر ومشائخ کی وفات سے علمی حلقے میں پیدا شدہ خلا پر کیا ہوتا، حضرت مولانا کے انتقال پر ملال نے اس خلا کواور بڑھادیا بہر حال! کاتب تقدیر کے فیصلے پر راضی رہنے کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، **إن لله ما أخذ و له ما أعطى به و كل شيء عنده إلى أجل مسمى.**

اس وقت یہ حقیر قرآن کریم کی بلیغ تعبیر میں-ارذل العمر- کے مرحلے پر اور چراغ سحری کی تصویر واقعی بنا ہوا ہے، لیکن حضرت مولانا کے سانحۂ وفات نے اس پیر لاغر کواچانک دور شباب میں پہنچادیا اور وہ لمحات ومناظر قلب ونظر میں گردش کرنے لگے جب یہ حقیر حضرت مولانا اسماعیل صاحب گارڈی کے فرزندوں کے اتالیق کی حیثیت سے ۱۹۵۹/۶۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مقیم تھا۔ رفیع منزل میں قیام تھا، اور مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی اس وقت انگریزی سیکھنے کے لئے رفیع منزل آتے جاتے تھے، یہیں ان سے شناسائی ہوئی اور یہ تعارف آگے چل کر بے تکلف تعلق میں تبدیل ہوگیا، مولانا نجابت وشرافت اور اخلاق ومروت میں ایک مثالی فرد اور اعلیٰ خاندانی روایات واقدار کے امین وپاسدار تھے، انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا سالہا سال تک مولانا تشنگان علوم کوشاد کام کرتے رہے اور تدریسی میدان میں فتح وکامرانی کے وہ پرچم نصب کئے کہ مسند درس سے اٹھ کر طلبہ کی مسند قلوب پر جابیٹھے تھے، چونکہ مولانا انگریزی زبان پر بھی قدرت رکھتے تھے اسلئے اپنے والد محترم حضرت حکیم الاسلامؒ کے ہمراہ بیرون ہند اسفار میں تشریف لے جاتے اور حق خدمت ورفاقت اور حق ترجمانی ادا کرتے، بعد میں چل کر خطابت کے میدان میں خود مولانا نے بڑے میدان سرکئے اور صوبۂ گجرات میں بھی اس عنوان پر حضرت مولانا کے کئی دورے ہوئے۔

آپ کی شخصیت کے ان مختلف ومتنوع پہلوؤں کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا کے سانحۂ ارتحال نے تدریس، خطابت، نظامت سمیت کئی میدانوں میں خلا پیدا کردیا ہے، جسے پر کرنے کے لئے ان کی حقیقی اور روحانی اولاد کوشاں رہے گی، اور انشاء اللہ مولانا کے کارناموں کے سلسلے کو آگے بڑھاتی رہے گی، باری تعالیٰ مولانا مرحوم کی خدمات کوقبول فرمائے انہیں پوری امت کی طرف سے اپنی شایان شان بدلہ عنایت فرمائے، پسماندگان کوصبر جمیل نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین

جو ہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں ☆ آنکھ سے اوجھل تو ہوتا ہے، فنا ہوتا نہیں

❖ رکن مجلس مشاورت دارالعلوم وقف دیوبند

پیغام

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری ❖

محترم ومکرم حضرت مولانا محمد سفیان صاحب زید مجدکم!　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر کو آپ کے عم محترم حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ (صدر المدرسین وناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند) کی وفات کی اطلاع گذشتہ کل پیر کو موصول ہوچکی تھی، دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قاسمی برادری کے لئے عموماً اور خانوادۂ قاسمی کے لئے خصوصاً بڑا حادثہ ہے۔دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے ''**فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی**'' کا مصداق بنائے،موصوف کی تقریری،تحریری اور دینی وملی خدماتِ جلیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے،ان کی موجودگی میں جن رحمتوں،نعمتوں،نوازشوں اور عنایتوں کا سلسلہ جاری تھا ان کی وفات کے بعد بھی ان کے متعلقین پر اسے جاری رکھے،ان کی رحلت سے دارالعلوم وقف میں جو خلا پیدا ہو ااس کو پر فرمائے،ان کی موجودگی میں دارالعلوم جس خیر وخوبی کے ساتھ جاری تھا،ان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رکھے،ادارے کی ظاہری وباطنی تمام ضروریات کی اپنے خزانۂ غیب سے تکمیل فرمائے اور ہر نوع کی ترقیات سے مالا مال فرمائے،مرحوم کے شاگردان رشید وابنائے دارالعلوم (جو دنیا کے مختلف حصوں میں منتشر ہیں اور دین متین کی خدمات جلیلہ میں مصروف ہیں) کو اکابر قاسمی کے نہج اور طور وطریق پر خدمات دینیہ اور اشاعت علوم کی نیک توفیق بخش کر ان کو مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ بنائے،اور ظاہری وباطنی ہر طرح کے فتنوں سے امن وعافیت میں رکھے اور مرحوم کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔آمین

موت ہر ایک کو آنی ہے اور مرحوم اپنے لئے اتنی ہی زندگی لے کر آئے تھے،کاش کہ ہم اس حادثہ سے اپنی زندگی کے لئے کوئی سبق لے سکیں اور دنیا کی اس فانی زندگی کی حقیقت پہچان لیں جس کا کوئی لمحہ یقینی نہیں!

اللّٰهم اكرم نزله، ووسع مدخله، وأبدله داراً خيراً من داره وأهلاً خيراً من أهله، ونقّه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس، وباعد بينه وبين خطاياه كما باعدت بين المشرق والمغرب. (آمین)

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

❖ شیخ الحدیث، جامعہ تعلیم الدین، ڈابھیل، گجرات

پیغام

حضرت مولانا محمد شاہد صاحب مظاہری ❖

محبّ مکرم مولانا محمد شکیب قاسمی بارک اللہ تعالیٰ فی حیاتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ مع والد محترم اور جد مکرم خیر وعافیت سے ہوں گے۔

پاکستان کے تبلیغی اجتماع میں شرکت کے فوری بعد یہ احقر بمعیت عزیزم مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ (فرزند حضرت مولانا محمد زبیر الحسن مرحوم ومغفور) اور محترم جناب پروفیسر ثناء اللہ وجناب ڈاکٹر عبدالمنان وغیرہ دیگر احباب دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی کی تعزیت مسنونہ میں دیوبند پہنچ کر مرحوم کے دونوں صاحبزادگان اور مولانا محمد سفیان قاسمی زید عنایۃ سے تعزیت مسنونہ کر چکے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دور قحط الرجال میں مرحوم ایک سنجیدہ اور متوازن فکر ورائے رکھنے والے علماء میں شمار کئے جاتے تھے اور اللہ جل شانہ نے ان کو علم کے ساتھ ساتھ بہترین قلم اور صاف وفصیح زبان بھی مرحمت فرمائی تھی۔ چنانچہ ان کا قلم اور ان کی زبان اپنے متوارث اور مستند علم کے پہلو بہ پہلو زندگی بھر دینی خدمات کے تقاضے اور فریضے ادا کرتے رہے ہیں۔

خاص طور پر سیرت نبوی جیسے حساس اور نازک موضوع (جس کے متعلق ''نفس گم کردہ می آمد جنید وبایزید ایں جا'' کہا اور سمجھا بلکہ اعتقاد اور یقین کیا جاتا ہے) پر حضرت مرحوم کو جو علمی اور تاریخی حیثیت سے عبور حاصل تھا اور جس طرح سے سیرت کے معتمد قدیم وجدید ماخذ ان کی دست رس میں تھے اس کو تو صرف اللہ جل شانہ کا انعام ہی کہا جا سکتا ہے۔ یعنی!

اللہ اگر توفیق نہ دے انساں کے بس کی بات نہیں

مولانا مرحوم کے انتقال سے سیرت کے اس میدان میں جو خلاء پیدا ہوا اور خود دارالعلوم وقف دیوبند کے بام ودر کو جو احساس محرومی پیدا ہوا اس دور میں اس کے بہت جلد پورا ہونے کی امید بہت کم ہے۔ تاہم دنیا امید پر قائم ہے اور ہمیں اللہ جل شانہ سے بہترین اور نیک امیدیں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

❖ امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

مقالات و مضامین

ایک علمی اور دعوتی شخصیت

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب ❖

مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی شخصیت علماء وعوام میں محتاج تعارف نہیں، وہ دار العلوم وقف کے ناظم تعلیمات وصدر المدرسین تھے، اور بزرگوں کی امانتوں کے امین ومحافظ تھے، وہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ (سابق مہتمم اعلی دار العلوم دیوبند) کے فرزند ارجمند، اور خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کے حقیقی برادر خورد تھے، اس طرح وہ بلاشبہ کریم بن کریم بن کریم بن کریم کے مصداق ہیں، مولانا محمد اسلم بن حضرت مولانا قاری محمد طیب بن حضرت مولانا محمد احمد بن حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہم اللہ بجا طور پر اس موقع پر یہ مصرع یاد آرہا ہے: این خانہ ہمہ آفتاب است۔

مولانا محمد اسلم صاحب نے علمی اور دینی ماحول میں آنکھیں کھولیں، بزرگوں کی تربیت اور ان کی سرپرستی میں اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا، ان کے والد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے استفادہ کیلئے بیسویں صدی کے پانچویں دہائی میں دار العلوم ندوۃ العلماء بھیجا، ماشاء اللہ انہوں نے یہاں اچھا وقت گذارا، اور استفادہ کر کے واپس ہوئے، لیکن تکمیل دار العلوم دیوبند ہی میں کی، مسلم یونیورسٹی سے بھی استفادہ کیا اور عصری تعلیم بھی حاصل کی۔

علمی اور انتظامی صلاحیت دونوں کو جمع کرنا آسان نہیں ہوتا ہے، ضروری نہیں کہ جو انسان اچھا مدرس ہو، وہ اچھا منتظم بھی ہو، مولانا محمد اسلم قاسمی میں یہ اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے کہ وہ انتظامی کاموں کو پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرتے اور احساس وشعور کے ساتھ ان کو انجام تک پہونچاتے، وہ ہر طبقہ کے لوگوں سے ان کی سطح کے مطابق کلام کرتے، ایک کامیاب داعی کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ کسی لمحہ اس سے غافل نہیں ہوتا، اور نہ سستی کا مظاہرہ کرتا ہے، مولانا محمد اسلم قاسمی کی انتظامی صلاحیتوں کا ایک بین ثبوت

❖ مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ (منعقدہ ۱۹۸۰ء) سے دیا جاسکتا ہے کہ اس میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا اور اس کے عارضی دفتر کے ایک کامیاب منتظم کی حیثیت سے ان کی صلاحیتیں نکھریں اور صد سالہ اجلاس کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

دارالعلوم دیوبند میں جب نیا نظام قائم ہوا تو دارالعلوم وقف کے نام سے ایک دوسرا ادارہ قائم کرنے میں مولانا محمد اسلم قاسمی کی قربانیاں تاریخ دارالعلوم وقف کا حصہ بنی ہوئی ہیں، ان کی شب وروز کی محنت، تعلیمی اور انتظامی لحاظ سے اس کو بام عروج پر پہونچانا ان کی زندگی کا اہم مشن تھا، اور بحمد اللہ اس میں کامیابی ہوئی ، ماشاء اللہ وہ ادارہ ایک شہرہ آفاق ادارہ ہو چکا ہے ، اس کے مستفیدین اور منتسبین ہزاروں سے بھی متجاوز ہیں، ظاہری ترقی کے ساتھ معنوی ترقی بھی اظہر من الشمّس ہے، اب وہاں سے ماشاءاللہ اردو اور عربی میں مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی (زادہ اللہ علما وتوفیقا) کی ادارت میں دو ممتاز رسالے شائع ہورہے ہیں، ایک اردو میں شائع ہونے والا ماہنامہ ندائے دارالعلوم، دوسرے عربی میں وحدۃ الأمۃ ۔ اردو رسالہ میں کبھی کبھی مولانا محمد اسلم قاسمی کی نگارشات شائع ہوتی تھیں، جو ذوق ودلچسپی لینے والے طلباء کے لئے قیمتی زادراہ ہوتی تھیں۔ اللہ تعالی ان کے فیض یافتگان کے ذریعہ ان کے فیض کو قائم ودائم فرمائے۔

ابھی چند سال قبل جب دارالعلوم وقف میں مجلس مشاورت کا قیام عمل میں آیا، اور اس کے ارکان نامزد کئے گئے تو خاکسار کو بھی اس مجلس کا رکن بننے کی سعادت حاصل ہوئی، ماشاءاللہ مجلس کی سالانہ نشستوں میں حاضری کا شرف حاصل رہا ہے، ادھر جب بھی دارالعلوم وقف جانا ہوا تو مولانا محمد اسلم قاسمی سے ملاقات ہوئی، ماشاءاللہ ان سے مل کر بے حد خوشی کا احساس ہوا، کبھی دارالعلوم کے مسائل پر تبادلہ خیال کا موقع مل جاتا، یہ تقدیری بات تھی کہ مجلس مشاورت کے جلسوں میں میری نشست ان کے قریب ہی ہوتی تھی، بلاشبہ مولانا محمد اسلم قاسمی متعدد خوبیوں کے مالک تھے، وہ دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن اپنے پیچھے یادوں کا ایک سلسلہ چھوڑ گئے ہیں، اللہ تعالی ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور ہم سب کو ایصال ثواب ودعائے مغفرت کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک کراماتی شخصیت

حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ صاحب مسعودی ❖

۱۳ویں نومبر ۲۰۱۷ء کو ہمارے درمیان سے ایک ایسی شخصیت اٹھ گئی، جس سے پورا وجود لرز کر رہ گیا۔ یہ تھے استاذ الاساتذہ مخدومِ گرامی حضرت مولانا محمد اسلم صاحب۔ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے فرزند، فخر الاسلام حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کے پوتے اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پڑپوتے۔ دارالعلوم اور فکر دارالعلوم کے حامل، اسلاف امت کے نقیب، اپنے آبا واجداد کے علوم ومعارف کے امین اور خاندانی شرافت کے مکمل مظہر۔

کثیر الجہات شخصیت

حضرت مرحوم کی شخصیت کثیر الجہات تھی، ہشت پہلو اور حیرت انگیز، ایک مکمل شخصیت میں جتنے اوصاف ہونے چاہئیں سب ان میں بدرجۂ اتم موجود۔ وہ باکمال عالم، بابصیرت خطیب، ماہر انشاء پرداز، پختہ قلم مصنف، صاحب تفہیم مدرس، ژرف نگاہ مفکر اور خوش فکر شاعر تھے۔ انگریزی میں اردو ہی کی طرح رواں، وسیع المطالعہ، عمیق النظر، ملنسار، متواضع، نگاہِ دور رس سے سرفراز، معاملہ فہم مدبر اور انتظامی صلاحیتوں سے حظ وافر لئے ہوئے۔

بہترین منتظم، سلیقہ مند مدبر

مولانا مرحوم کا بچپن، ان کی جوانی بلکہ کہولت تک کا دور اساطینِ امت کے سایۂ عاطفت میں گزرا۔ وہ ۱۹۶۳ء میں دارالعلوم سے وابستہ ہوئے، ان کی یہ وابستگی ناظم برقیات کے طور پر تھی، یعنی جہاد زندگانی کی سادہ سی شروعات۔ انہوں نے اس ذمہ داری کو بطریقِ احسن انجام دیا، ان کی فعال شخصیت سے یہ شعبہ ہمیشہ مضبوط ومنظم رہا، ان کے حسنِ انتظام اور تدبیری صلاحیت کے نمونے صد سالہ اجلاس کے موقع پر دیکھنے کو ملے، بڑے جگر کے انسان تھے، اولوالعزمی کے کوہِ ہمالہ اور جہد مسلسل کی تصویر۔ انہوں

❖ صدر المدرسین وناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند

نے جس مستعدی اور لگن سے آنے والوں کی سہولیات کے لئے انتظامات کئے سچ کہئے تو بس وہی کر سکتے تھے۔ دارالعلوم کا صد سالہ اجلاس مدارس کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا واحد اجلاس تھا، عوام و خواص کا ہجومِ بے پناہ، نا قابلِ یقین حد تک موجود، ملک کے طول و عرض سے بھیڑ تو اُمڈی ہی بیرونِ ملک سے بھی اتنے افراد شریک اجلاس کہ شمار سے باہر۔ کون کہاں ٹھہرے گا؟ کس کے لئے انتظامات ہیں؟ کہاں کہاں خیمے نصب ہوں گے؟ یہ اور ان جیسے متعدد اور دماغ خور امور تھے، جنہیں مرحوم نے بڑی خوش اسلوبی سے نہ صرف یہ کہ انجام دیا بلکہ ان کی انتھک کاوشوں سے صد سالہ اجلاس عدیم النظیر بن گیا، ویسا اجلاس نہ ماضی میں کبھی ہوا، نہ آئندہ اس کی توقع ہے۔ اجلاس کی کامیابی کا سہرہ بلا شبہ انہیں مرحوم کے سر بندھتا ہے۔

با کمال مدرّس

صد سالہ کے بعد پھر جو ہوا، اس سے ایک زمانہ واقف ہے، چھوڑیئے تو زخم رستا ہے، چھیڑیئے تو طوفانِ بلاخیز کا اندیشہ۔ حکیم الاسلامؒ اور ان کے اہل خانہ سب سے زیادہ متاثر۔ مولانا مرحوم بھی انہیں میں سے ایک تھے۔ روزگار سے محروم، میدانِ عمل سے تہی دست، انہوں نے اپنی حیات کے ابتدائی پچاس برس غیر تدریسی سرگرمیوں میں گزارے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ تدریس علمی پختگی اور وسعتِ مطالعہ کا سب سے مستحکم ذریعہ ہے، جو درس و تدریس سے مربوط نہیں، اس کے یہاں تفہیمی صلاحیت بالعموم متاثر رہتی ہے، والد مرحوم فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ ان کی تدریسی استعداد کو تاڑ چکے تھے، اجلاسِ صد سالہ کے بعد دارالعلوم قضیہ نا مرضیہ کا شکار ہوا اور دارالعلوم وقف کے نام سے ایک نیا ادارہ تشکیل پایا تو والد مرحوم حضرت شاہ صاحب انہیں تدریس میں لے آئے، ان کے لئے یہ میدان ایک دم نیا تھا، پڑھانے کے لئے کتابیں پہلی بار کھولی تھیں، نیا مدرس صلاحیتوں سے کتنا ہی لبریز کیوں نہ ہو، درس گاہ پہنچتے ہوئے پہلی بار ڈرتا ہے، جھجھکتا ہے، اٹکتا ہے، مگر مولانا مرحوم کی خود اعتمادی کہ اس میدان میں بھی اپنی کامرانی کے پھریرے لہرا دیئے، وہ اس سانچے میں ایسے ڈھلے کہ گویا یہ ان کی پرانی روش رہی ہو۔ وہی رو، وہی تگ و دو، وہ اتنے سرخرو نکلے کہ طلبہ کے لئے ان کے دروس دلچسپی کا سامان بن گئے۔ جچی تلی تقریر، مناسب تشریح، ضروری توضیح اور حلِ عبارت میں ان کے اسباق عجیب دلکشی رکھتے۔ اپنے تیس سالہ تدریسی دور میں انہیں بڑی چھوٹی متعدد کتابیں ملیں اور سب میں فوز و فلاح سے بہرہ ور۔ ترمذی شریف کے اسباق سالہا سال تک ان سے وابستہ رہے۔ تقریباً ۲۰۰۶ء سے بخاری شریف بھی ان سے متعلق رہی، یہاں بھی انہوں نے اپنی وسعتِ مطالعہ، دقتِ نظر اور فن شناسی کے ریکارڈ قائم کئے۔ جس شخص نے تدریس کا سلسلہ اتنی تاخیر سے شروع کیا ہو، اس کے نام ایسی کامیابیاں، حیرت انگیز ہیں۔ میں انہیں قدرت کا کرشمہ ہی کہہ سکتا ہوں۔

رمز آشنا خطیب

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ نے ملک و بیرون ملک کے لاتعداد دورے کئے، ان اسفار میں رفاقت بیشتر مولانا مرحوم کو ہی رہی، تاہم تقریر و خطابت ان کا حصہ کبھی نہ بنی، لیکن ادھر تدریس شروع ہوئی اور ادھر خطابت نے انہیں پکارا۔ وہ اس طرف نکلے تو ایک مشاق خطیب کا رنگ لے اڑے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی فلسفیانہ اداؤں کی دو شخصیات امین بنی ہیں: ایک شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور دوسرے حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ۔ علامہ مرحوم نے قلم کی راہ سے حضرت نانوتویؒ کے افکار و نظریات کو واضح کیا تو حکیم الاسلام رحمہ اللہ نے زبانِ حکمت سے علومِ قاسمیہ کی ترویج و اشاعت کو اپنی زندگی کا مشن بنایا۔ بعد کے ادوار میں یہی ذمے داری مولانا نے اٹھائی۔ ان کی تقریریں حکیم الاسلامؒ کی تقریروں کا رنگ لئے ہوتیں، حضرت نانوتویؒ کے فلسفے کو نہایت سادہ اسلوب میں پیش کرتے۔ وہی بانکپن، وہی اظہار اور وہی لب و لہجہ۔ مضامین بھی تقریباً وہی۔ ان کی خطابت ایسی چلی کہ ملک و بیرون ملک میں دعوتی دورے ہونے لگے۔ اسلوب بڑا سادہ مگر معلومات سے بھرپور۔ عوام و خواص کے لئے ان کے بیانات بڑے مفید و مؤثر۔ وہ کافی تاخیر سے اس میدان میں آئے، کاش کہ عنفوانِ شباب سے ہی میدانِ خطابت میں آتے تو خلقِ خدا کو ان سے بڑا فائدہ ہوتا۔ ان ہی فلسفیانہ تقریروں نے انہیں متکلم اسلام بنا دیا تھا۔

کامیاب مصنف

ایک شخص میں کئی خوبیاں بمشکل جمع ہوتی ہیں، کوئی نصیبہ ور ہی قدرت کی اس فیاضی سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ مولانا نے تدریس اور خطابت میں اگرچہ کافی تاخیر سے قدم رکھا، مگر تصنیف و تالیف میں ان کی سرگرمیاں نوعمری سے ہی جاری رہیں، ان کے قلم سے متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آئیں، جن میں سیرت پاک اور سیرتِ حلبیہ کا اردو ترجمہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان کی تحریریں نہایت متوازن اور بامقصد ہوتیں، حشو و زائد سے پاک اور مغلقات سے منزہ۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے اس کا حق ادا کرنے کی سعی بلیغ کر ڈالتے۔ سیرتِ حلبیہ کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے انہوں نے نہایت تیقظ اور چابک دستی کا ثبوت دیا۔ راقم السطور نے دیکھا کہ فائلیں اٹھا اٹھا کر والد مرحوم حضرت شاہ صاحبؒ کے پاس لاتے اور مشکل مقامات کے حل ان سے دریافت فرماتے۔ شاہ صاحب کی تقریر چلتی اور وہ گوش برآواز۔ یہ سلسلہ برسوں چلا۔ ایک دن شاہ صاحب نے ٹوک دیا کہ روز میری تقریر ہوتی ہے اور تم سن کر اڑا دیتے ہو، اس کے نکات نوٹ نہیں کرتے، پھر ان مساعی کا فائدہ کیا؟ کہنے لگے کہ حضور! ساری باتیں من و عن لکھ دیتا ہوں، کل آئے تو کاپیاں لے کر۔ شاہ صاحب نے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ پوری تقریریں موجود تھیں۔ اس سے جہاں مرحوم

کی قوتِ حافظہ کا پتہ لگتا ہے وہیں کام کے تئیں ان کے لگن کا بھی خوب اظہار ہوتا ہے۔

پُر گو شاعر

اس کے ساتھ ہی وہ شعروادب کے بھی شہسوار تھے، اگرچہ انہوں نے اس سلسلے کو زیادہ طول نہیں دیا، تاہم جتنا لکھا، مہارتِ فن کا ثبوت دیا، ان کے اشعار میں بلا کی روانی، نغمگی، پختگی اور بلند آہنگی پائی جاتی ہے۔ بہت سے اشعار تو تخیلات میں ایسی بلندی پر اور ایسے رنگ وآہنگ کے کہ پیشہ ور شاعر کا کلام بھی ان کے سامنے پھیکا پڑ جائے۔ تخلص رمزؔی رکھتے، ان کے کلام کا اچھا خاصا ذخیرہ مسودے کی شکل میں موجود ہے، اس کے مطالعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قدرت کے فیاض ہاتھ نے موزوئی طبع سے کس قدر نوازا تھا۔

مرحوم میں خاندانی شرافت، کسرِ نفسی، بلند اخلاقی، مروت اور تواضع بے پناہ تھی۔ اکابر کی نسبتوں کا ان کے یہاں بڑا احترام تھا، اسی کا اثر تھا کہ خانوادۂ انوری سے اظہارِ تعلق میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ عم مکرم حضرت مولانا سید ازہر شاہ قیصر مرحوم رسالہ دارالعلوم کے مدیر تھے، ان کے دفتر میں بے تکلف دوستوں، ادیبوں اور قلم کاروں کی پرلطف مجلسیں لگا کرتیں، ان مجالس کے رکنِ رکین حضرت مرحوم بھی تھے۔ ان میں ان کی حاضری لازم تھی۔ وہیں دیکھا کہ مرحوم کتنے زندہ دل اور کتنے بذلہ سنج ہیں۔ والد مرحوم حضرت شاہ صاحبؒ کے پاس بھی ان کی حاضری بکثرت ہوتی، بالخصوص علمی گتھیاں سلجھانے اور پیچیدہ عبارات کے حل کے لئے تشریف لایا کرتے۔ مرحوم نے اس تعلق کو آگے بھی جاری رکھا۔ جب تک حیات رہے، احقر پر دستِ شفقت رکھتے رہے۔ اللہ انہیں غریقِ رحمت فرمائے۔

دارالعلوم وقف ایک عظیم شخصیت سے محروم

بے تکلف عرض ہے کہ وہ ایک گونا گوں شخصیت کے حامل تھے۔ دارالعلوم وقف کے ابتدائی دور سے وابستہ اور اس کے مضبوط ستون۔ ہر موڑ پر اس کے لئے سہارا۔ لاریب کہ اس کے آغاز اور عروج و شباب میں ان کا خونِ جگر بھی شامل ہے۔ صدرالمدرسین بھی رہے اور ناظم تعلیمات بھی۔ آج سے چالیس سال پہلے کسی نے نہ سوچا ہوگا کہ ایسی بھی کرامت ہوگی کہ ایک شخص کی نصف صدی غیر علمی کاموں میں صرف ہوئی، مگر جب وہ اٹھے گا تو وہ محدث، مفسر، خطیب، شاعر اور مصنف بن کر اٹھے گا مگر ایسا ہوا اور مولانا مرحوم ان اوصاف سے متصف ہو کر اٹھے۔

کسی صاحب نے حضرت مرحوم کی زندگی کو ''علمی معجزہ'' قرار دیا۔ بلاشبہ یہ کسی حد تک درست ہے مگر احقر کی رائے میں یہ وہ نسبتِ قاسمی تھی جو ان کی پخت وپز میں کارفرما تھی، اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ خانوادۂ قاسمی سے نسبت کی کرامت مرحوم کا وجود محمود تھا، افسوس صد افسوس! ہم سے جدا ہوا۔ برّد اللہ مضجعهٗ

خانوادۂ قاسمی کے سپوت

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب ❖

۱۹۷۶ء کی بات ہے کہ راقم الحروف نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اس وقت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے، ان کی شخصیت اپنی مثال آپ تھی، لوگ ڈر کر نہیں؛ بلکہ جذبۂ محبت اور اندرونی چاہت کی بنیاد پر ان کا احترام کرتے تھے، حضرت قاری صاحبؒ کے جد امجد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دارالعلوم کے بانی تھے، ان کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ نے چالیس سال دارالعلوم کی خدمت کی تھی، دارالعلوم کی بہت سی عمارتیں ان ہی کے عہد میں تعمیر ہوئیں اور دارالعلوم کی شہرت پورے برصغیر میں پہنچ گئی، پھر خود قاری صاحب کو ان بزرگوں نے مسند اہتمام پر بٹھایا اور تقریباً ساٹھ سال دارالعلوم کی خدمت ان کے حصہ میں آئی۔ اس عرصہ میں بہت سے تعلیمی شعبے قائم ہوئے، تعمیر کا بہت سارا کام انجام پایا، اساتذہ اور طلباء کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا، تقسیم ملک کے وقت کے حالات بہت نازک تھے، لیکن ان کی حکیمانہ قیادت نے سفینے کو ساحل مراد تک پہنچایا، ان کے دور کا ایک یادگار کارنامہ دارالعلوم سے مسلم پرسنل لاء کی تحریک کا آغاز ہے۔ ان کے عہد میں دارالعلوم کی شہرت برصغیر سے نکل کر پورے عالم میں پہنچ گئی۔ تعلیمی ترقی کے ساتھ ساتھ قاری صاحبؒ کے دل آویز خطابات نے مسلک دیوبند کی اشاعت اور تقویت میں نہایت اہم کردار ادا کیا اور مسلک دیوبند پر قلم اٹھا کر آپ نے دیوبند کی فکر اعتدال کو ایک واضح جہت عطا فرمائی۔

خانوادۂ قاسمی کی اس طویل خدمت کے باوجود دارالعلوم میں قاری صاحبؒ کے علاوہ اس خاندان کے دو ہی افراد نظر آتے تھے، ایک: ان کے بڑے صاحبزادے استاذ گرامی حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم، جو حدیث کے استاذ تھے، ہم لوگوں نے ان سے ابن ماجہ پڑھی اور ان کا یہ درس بہت معروف تھا، وہ اپنے درس میں مسلک اہل سنت اور فکر دیوبند کو بہت تحقیق کے ساتھ اور خوبصورت اسلوب میں بیان فرماتے تھے، بعد

❖ جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا و رکن مجلس مشاورت دارالعلوم وقف دیوبند

میں بخاری تک پہنچے اور اس کا ایک حصہ ان سے متعلق ہوا۔ دوسرے صاحبزادے تھے حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ، ان سے شعبۂ برقیات متعلق تھا، لیکن اس زمانہ میں بھی لوگ ان کی خوش اخلاقی، خاندانی مروت، بردباری اور زبان وبیان میں حلاوت کے قائل تھے، طلبہ کا عام تأثر تھا کہ وہ طلبہ کے بڑے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔

ہم لوگ دورۂ حدیث ہی میں تھے کہ دارالعلوم کی شوریٰ نے اجلاس صد سالہ کا فیصلہ کیا، اس کے ذمہ دار ابتداءً مولانا حامد الانصاری غازیؒ ممبئی (مصنف: اسلام کا نظام حکومت) کو بنایا گیا، وہ بڑے قابل اور باصلاحیت آدمی تھے؛ لیکن علمی لیاقت اور انتظامی صلاحیت کا اجتماع کم ہو پاتا ہے، چنانچہ مولانا غازی صاحب نے اجلاس صد سالہ کا بہت لمبا اور پھیلا ہوا پروگرام مرتب کرلیا، انہوں نے اپنے اس منصوبہ کو دارالحدیث کے ہال میں اساتذہ اور طلبہ کے سامنے پیش بھی کیا، اس میں شبہ نہیں کہ یہ بہت بہتر منصوبہ تھا، ایسا کہ گویا کوئی بڑا شہر بسایا جارہا ہو؛ لیکن قابل عمل نہیں تھا، بہرحال پھر شوریٰ نے غور وفکر کے بعد یہ ذمہ داری حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کے کاندھوں پر ڈال دی، وہ اس طرح اس کام میں لگے کہ گویا وہ اپنے آپ کو اسی کام میں فنا کردیں گے، نہ دن کا چین، نہ رات سکون، نہ خورد ونوش کا خیال، سارے معمولات کو تج کر انہوں نے اس باوقار اور تاریخی اجلاس کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا، یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا، اخراجات کا انتظام، حکومت سے مطلوبہ سہولتوں کا حصول، ملک میں مختلف طبقات کی نمائندہ شخصیتوں کو دعوت دینا، بیرون ملک کی اہم شخصیتوں سے رابطہ، مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام، پروگرام کے لئے مناسب جگہ کی فراہمی، اس طرح کے سینکڑوں مسائل تھے جو اجلاس کے انتظام سے جڑے ہوئے تھے اور مولانا مرحوم ہر کام کو دیکھتے اور ہر مسئلہ کو ناخنِ تدبیر سے حل کرتے؛ لیکن بے نفسی کا عالم یہ تھا کہ وہ کہیں نظر نہیں آتے تھے، نہ اشتہار میں نہ اسٹیجوں پر، نہ تقریروں میں، اپنے آپ کو پیچھے رکھ کر اور قافلے کے آخری فرد کی طرح چھپا کر وہ سارے کام انجام دیتے رہے، آخر یہ صد سالہ اجلاس ہوا اور اس شان سے ہوا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے اس کو میدانِ عرفات کے مشابہ قرار دیا، ابھی سال دو سال پہلے جب دوحہ میں اس حقیر کی ملاقات داعی اسلام شیخ یوسف القرضاوی سے ہوئی تو ان کا تأثر تھا کہ وہ اس پایہ کے کسی اور اجتماع میں شریک نہیں ہوئے اور آج تک اس کی خوشگوار یادیں ان کے دل ودماغ پر نقش ہیں۔

اجلاس صد سالہ کی اس کامیابی میں بہت نمایاں حصہ مولانا محمد اسلم صاحبؒ کا تھا، افسوس کہ یہی اجلاس ایک ایسے اختلاف کا نقطۂ آغاز بنا کہ دارالعلوم کی تاریخ میں شاید اس سے بڑا کوئی حادثہ نہ پیش آیا ہو، یہ دارالعلوم کی بنیاد رکھنے والوں کے اخلاص اور ان کے جذبۂ للّٰہیت کی طاقت تھی کہ جس نے اس بڑے حادثہ کے بعد بھی دارالعلوم کے اصل کاز کو نقصان سے بچائے رکھا، آہستہ آہستہ ٹوٹے ہوئے دل قریب

ہوئے، زخم مندمل ہوئے اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ رفتہ رفتہ قربت اور بڑھتی جائے گی اور فاصلے سمٹتے جائیں گے۔ وماذٰلک علی اللّٰہ بعزیز.

بعض دفعہ ایک صلاحیت فطرت میں موجود ہوتی ہے اور وہ وقت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے، ماچس میں سلگنے کی صلاحیت پہلے سے موجود ہوتی ہے، ذرا سا گھسنے سے سلگ جاتی ہے، حضرت مولانا اسلم قاسمی صاحبؒ کے معاملے میں، میں نے اور مجھ جیسے لوگوں نے یہی کیفیت دیکھی، اجلاس صدسالہ کے بعد جو اختلاف پیدا ہوا، اس سے باہر نکلنے کے بعد ہم نے ان کے پیکر میں ایک دوسری شخصیت دیکھی، ایک ایسی شخصیت جو علوم قاسمی کی امین ہے، جو ورع وتقویٰ، شریعت وسنت کی پابند، رفتار وگفتار اور روزمرہ کے معمولات میں اپنی خاندانی روایات کی حامل ہے، عملی زندگی میں تدین اور احتیاط وپابندی کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب اور باکمال استاذ بھی ان کے اندر چھپا ہوا تھا، جب وہ دارالعلوم وقف کی مسند تدریس پر بیٹھے تو کوئی یہ خیال نہیں کرسکتا تھا کہ یہ وہی صاحب ہیں جو شعبۂ برقیات کے ناظم ہوا کرتے تھے، ان کا درس طلبہ کے درمیان بہت مقبول ہوا، میں نے سنا کہ زائد از ضرورت طویل درسی تقریروں سے بچتے تھے اور کتابوں کی مطلوبہ مقدار خواندگی وقت پر مکمل کرتے تھے۔ صدر مدرس کی حیثیت سے بڑی خوبی کے ساتھ تعلیمی، انتظامی امور کو بھی انجام دیتے تھے، اسی لئے طلبہ میں مقبول تھے اور اُن کے شاگرد اُن کے ثناخواں رہتے تھے۔

ان کا ادبی ذوق بہت اعلیٰ تھا، اُن کا قلم رواں، شستہ اور خوبصورت تھا، سیرت کے موضوع سے خصوصی مناسبت تھی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر رسائل لکھے، مترجم مصنف کے الفاظ کا پابند ہوتا ہے؛ لیکن مولانا کو اس میں بڑی دسترس حاصل تھی، انہوں نے بچوں کے لئے عربی زبان میں لکھی گئی سیرت کی ایک مختصر کتاب کا ترجمہ کیا اور ''سیرت حلبیہ'' جیسی معروف کتاب کو اردو کا قالب عطا کیا، شعرو سخن کا بڑا اعلیٰ ذوق حضرت قاری صاحبؒ کو تھا۔ یہ ذوق انہیں میراث میں ملا، وہ عمدہ اور معیاری اشعار کہتے تھے اور رمزی تخلص کرتے تھے، لوگ اپنے کلام کو چھپاتے ہیں اور وہ چُھپاتے تھے، وہ اس روایت کے پاس دار تھے کہ عام طور پر بزرگوں نے شعروشاعری کو اپنا مشغلہ بنانے سے اعراض کیا ہے۔

ہم لوگوں نے اپنے پڑھنے کے زمانہ میں کبھی ان کا خطاب نہیں سنا، لوگوں میں یہی تأثر تھا کہ ان کے برادر معظم حضرت الاستاذ دامت برکاتہم ہی اس میدان میں اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر ہیں؛ لیکن بعد میں جب مولانا اسلم صاحبؒ نے تقریر وخطابت کے میدان میں قدم رکھا تو ہر شخص نے محسوس کیا کہ وہ بھی اپنے خاندانی جوہر سے مالا مال ہیں، مجھے بھی کئی جلسوں میں ان کو مدعو کرنے کے لئے واسطہ بننے کی سعادت حاصل ہوئی، میں نے ان کی ایک خوبی یہ دیکھی کہ جس موضوع پر خطاب کرتے، شروع سے آخر

تک اسی موضوع پر گفتگو کرتے، عام طور پر مقررین اپنے موضوع سے ہٹ جاتے ہیں اور بار بار لمبا سفر طے کر کے اپنے راستے پر واپس آتے ہیں، مولانا کی یہ کیفیت نہیں تھی، اس حقیر نے ایک سفر میں انہیں المعہد العالی الاسلامی میں محاضرہ کی دعوت دی اور عنوان مقرر کیا: ''تحقیق کی اہمیت اور اس کا طریقہ'' انہوں نے ایک گھنٹہ کے قریب موضوع پر خطبہ دیا اور جو بات کہی دلیل اور حوالہ کے ساتھ کہی، گفتگو اتنی دلچسپ اور متاثر کن تھی کہ تمام طلبہ اور اساتذہ گوش برآواز تھے، ان کی خطیبانہ صلاحیت کا شہرہ دور دور تک پہنچا، وہ ملک اور بیرونِ ملک خطاب کے لئے مدعو کئے جانے لگے اور جہاں بھی گئے اپنا نقش چھوڑ کر آئے۔ مولانا کی بڑی خصوصیت، ان کا تواضع اور تحمل تھا، ان کے اس وصف کی وجہ سے وہ اجلاس صد سالہ سے پہلے بھی اساتذہ، عملہ اور طلبہ کے درمیان محبت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، دیوبند شہر کے لوگ بھی انہیں بہت چاہتے تھے اور ان سے انس محسوس کرتے تھے، یہاں تک کہ جن حضرات نے اجلاس صد سالہ کے بعد حضرت قاری صاحبؒ سے اختلاف کیا، ان میں بھی بعض لوگ ان کے متعلق اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ ایک بات حضرت قاری صاحبؒ میں بھی تھی اور استاذ گرامی حضرت مولانا محمد سالم صاحب متعن اللہ بطول حیاتہ میں بھی ہے، وہ حضرت مولانا اسلم صاحبؒ میں بھی پوری طرح موجود تھی اور وہ ہے زبان کی حفاظت اور جن لوگوں سے اختلاف ہے، ان کے بارے میں بدگوئی سے پرہیز؛ چنانچہ ان کی مجلس غیبت اور شکوہ وشکایت سے محفوظ ہوتی تھی۔

انہوں نے ۳؍جون ۱۹۳۸ء کو خانوادۂ قاسمی میں اپنی آنکھیں کھولیں، شروع سے دورۂ حدیث تک پوری دینی تعلیم دارالعلوم میں حاصل کی، ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم سے فارغ ہوئے، بخاری شریف کا کچھ حصہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور بقیہ حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحبؒ سے پڑھا، ۱۹۶۰ء میں دارالعلوم کے ملازم ہوئے، آپ دیوبند کے صدیقی شیوخ میں تھے۔ ۴۸ ویں پشت پر آپ کا نسب مشہور فقیہ قاسم بن محمدؒ کے ذریعہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے۔ ادھر کچھ عرصہ سے خاصے علیل تھے، اس دوران ایک دو بار دیوبند حاضری کا موقع ملا، دارالعلوم وقف کی مجلس مشاورت میں شرکت ہوئی، علالت کی وجہ سے مولانا شرکت نہیں کر پائے، چاہا کہ جا کر عیادت کروں؛ لیکن مولانا کے متعلقین نے بتایا کہ کیفیت ایسی نہیں ہے کہ ملاقات ہو سکے، مسلسل غنودگی کی کیفیت ہے؛ اس لئے ملاقات سے محروم رہا۔ وفات کے بعد معلوم ہوا کہ جگر یا پھیپھڑے کا کینسر ہو گیا تھا، یہ مرض جس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے، وہ محتاجِ اظہار نہیں ہے؛ لیکن معلوم ہوا کہ یہ پورا وقت انہوں نے نہایت صبر وشکر کے ساتھ گذارا۔ آخر ۱۲؍نومبر ۲۰۱۷ء کو بروز اتوار دوپہر گلشن قاسمی کا یہ شجر سایہ دار ہمیشہ کے لئے مرجھا گیا۔ اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت کرے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین

خانوادۂ قاسمی کا ایک کرشماتی فرزند

مولانا عبدالعلی فاروقی ❖

۱۳؍نومبر ۲۰۱۷ء کو موبائل پر ایک مسیج آیا کہ ابھی کچھ دیر پہلے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے فرزند ثانی اور دارالعلوم وقف دیوبند کے صدرالمدرسین و ناظم تعلیمات حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب کی وفات ہوگئی اناللہ وانا الیہ راجعون۔

میرے لئے یہ خبر اس لئے غیر متوقع تھی کہ مجھے حضرت مولانا کی علالت وغیرہ کے بارے میں پہلے سے کچھ علم نہ تھا —— رات تک متعدد فون اور پیغامات کے ذریعہ کچھ تفصیلات کا علم ہوا۔ پھر دوسرے دن کے اخبارات سے طویل علالت، نماز جنازہ اور اس میں شریک ہونے والوں کے ازدحام اور مولانا مرحوم کے کچھ ذاتی کوائف کے حوالہ سے ان کی مقبولیت و ہردلعزیزی کی اطلاعات بھی ملیں۔

ایک بزرگ کے سلسلہ میں کبھی پڑھا تھا کہ وہ خود تو بہت بڑے اور بافیض عالم تھے ہی ان کے فرزند بھی انتہائی ذی استعداد اور باصلاحیت عالم تھے —— مگر اللہ کی مصلحت اللہ ہی بہتر جانے کہ صاحب زادہ صاحب کو ''مجرا'' سننے کی لت لگ گئی اور وہ شہر کی ایک مشہور مغنیہ کے یہاں ہی پڑے رہتے اور اس کا مجرا سننے میں مگن رہتے —— ادھر ان کے والد ماجد اپنی علمی جلالت اور روحانیت و بزرگی کے فیض سے مسلم عوام وخواص کے لئے مرجع بنے ہوئے تھے اور روزانہ کثیر تعداد میں لوگ اپنی دینی حاجتیں لے کر ان کے پاس آتے اور وہ ان لوگوں کے لئے سامان تسلی وتقویت فراہم کرتے، اسی بیچ ایسا بھی ہوتا کہ وہ کئی لوگوں کو اپنے بیٹے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ان سے یہ کہہ کر بیٹے کے پاس بھیج دیتے کہ تمہارے مسئلہ کا حل مجھ سے زیادہ بہتر طور پر میرے بیٹے بتائیں گے؟

کچھ بہت قریبی لوگوں نے ایک مرتبہ ان بزرگ سے کہا کہ آپ تو خود ہی اپنے بیٹے کا پتہ بتا کر اور ان کے پاس اپنے ماننے اور چاہنے والوں کو بھیج کر اپنی رسوائی کا سامان کرتے ہیں —— آخر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔؟

❖ مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''البدر'' و ناظم دارالعلوم فاروقیہ کاکوری، لکھنؤ

ان بزرگ نے جواب میں فرمایا کہ جو میرے بس واختیار میں تھا وہ میں نے کیا ہے اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے ــــــ میں نے بیج اچھا اور خالص بویا ہے جو ایک نہ ایک دن رنگ لاکر رہے گا، کیوں کہ اپنے ضعیف وناتواں بندوں کو ان کا پروردگار مایوس نہیں کرتا ہے، اور اپنے بیٹے کے پاس لوگوں کو یہ احساس دلانے کے لئے ہی بھیجتا ہوں کہ اسے ''کہاں'' ہونا چاہئے اور وہ ''کہاں'' ہے؟ ــــــ پھر ہوا یہی کہ بیج نے اپنا رنگ دکھایا اور ایک وقت وہ آکر رہا کہ صاحبزادے وہی بنے جس کی ان کے والد گرامی نے آرزو کی تھی.........اور دنیا آج انہیں حضرت مولانا شاہ.........کے نام سے جانتی ہے؟

برسوں پہلے کے پڑھے پڑھائے اس واقعہ کا ذکر اس لئے کیا کہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ''نسبت'' اپنا کام کر کے رہتی ہے ــــــ اور اگر اس اضافہ کی اجازت دی جائے تو عرض کروں کہ ''خون'' اپنا رنگ جما ہی لیتا ہے۔؟

جن مولانا محمد اسلم قاسمی کو دارالعلوم دیوبند میں راقم الحروف نے اپنے دور طالب علمی (۱۹۶۷ء-۱۹۷۰ء) میں دیکھا تھا، ان کا نہ دارالعلوم کی ''علمی دنیا'' سے کوئی تعلق تھا نہ ہی ہم طالب علموں سے ان کا کوئی ربط ضبط تھا، وہ دارالعلوم کے شعبۂ برقیات کے ناظم تھے۔ جب کہ ان کے برادر اکبر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مدظلۂ دارالعلوم دیوبند کے ایک مؤقر استاذ تھے جن کے سامنے راقم الحروف کو بھی زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف حاصل ہوا (حق تعالیٰ ان کے ظلّ عاطفت کو تا دیر قائم رکھے۔ آمین) پھر دارالعلوم دیوبند کا دور طالب علمی ختم ہونے کے کم وبیش دس برس کے بعد علم ہوا کہ مولانا محمد اسلم قاسمی بھی تدریس سے وابستہ ہوگئے ــــــ اتنا ہی نہیں بلکہ ایک دو، دس بیس طالب علموں سے ان کی تدریسی ہنرمندیوں اور انتظامی خوبیوں کی خبریں بھی برابر ملتی رہیں، اور دل کو جیسے یقین آتا چلا گیا کہ ''نسبت'' اور ''خون؟'' نے اپنا کام کرنا شروع کر دیا ہے ــــــ بالآخر ''شنید'' کا یہ سلسلہ ''دید'' سے بھی تبدیل ہوا، اور پہلی ہی مرتبہ ایک جلسہ کے ''مقرر خصوصی'' کی حیثیت سے ان سے ملاقات ہوئی تو وہ واقعی حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی ابن حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بن چکے تھے، اور انتہائی ''خوشگوار حیرت'' یہ جان کر ہوئی کہ آں موصوف اس ناکارہ راقم الحروف کو نہ صرف جانتے پہچانتے ہیں بلکہ اس کی متعدد تقریروں وتحریروں پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کر کے اپنی ''سند اعتبار'' بھی عطا کر چکے ہیں ــــــ اور پھر یہ ہوا کہ ؎

وہ جب اپنے پیار کی لے کے خوشبو آگئے
اس قدر میں نے خوشی پائی کہ آنسو آگئے

راقم الحروف کو کچھ تو صحت کی کمزوری اور اس سے بڑھ کر پست ہمتی ''و بے ہنری'' نے اتنی پیچھے کی صف میں پہنچا دیا ہے کہ ''بڑوں کی صفوں'' تک اس کی بہت کم رسائی ہو پاتی ہے۔ مادر علمی اور چشمۂ فیض دارالعلوم دیوبند کی زیارت ہوئے بھی کئی برس ہوگئے—— ایسے میں نہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب سے کبھی دیوبند میں ملاقات ہوئی نہ ان کے علمی و تدریسی افادات کی براہ راست سماعت ہی ہوسکی، تاہم دوسروں کی زبانی ان کے علمی و انتظامی کمالات کو اس قدر سنا کہ بس یہی کہنا پڑتا ہے کہ ؎

مصلّے رکھتے ہیں، صہبا و جام رکھتے ہیں
فقیر سب کے لئے انتظام رکھتے ہیں

یوں تو کئی مرتبہ جلسوں میں دیوبند اور لکھنؤ کے باہر حضرت مولانا سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ایک مرتبہ دہلی کے ایک جلسہ میں تو کئی گھنٹے قیام گاہ پر ساتھ رہا اور ان کی علمی و سنجیدہ گفتگو سے بہ قدر ظرف استفادہ کا بھی موقع ملا—— لیکن حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب کی کوئی مکمل تقریر سننے کا موقع نہیں ملا، تاہم ''زبان خلق کو نقارۂ خدا'' کہی جانے والی بات معتبر ہو تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک شاندار خطیب تھے، ان کے والد ماجد حضرت حکیم الاسلامؒ تو اپنے دور کے مثالی و منفرد خطیب تھے اور اس راقم آثم کو بلا مبالغہ ان کی درجنوں تقریروں کی سماعت کا موقع ملا—— اگر حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی کو مکمل طور پر اپنے والد ماجد کے تقریری رنگ و آہنگ کا حامل کہے جانے میں مبالغہ بھی ہو تو بھی حضرت حکیم الاسلام سے کسی درجہ میں مشابہت بھی انہیں مستند و معتبر خطیب کہلانے کے لئے کافی ہے؟—— یوں بھی ان کے انداز گفتگو، لہجہ کی شیرینی، تبسم برلب، انداز تخاطب، اور اب بالکل آخر کی شکل و صورت تک دیکھ کر انہیں حضرت حکیم الاسلام کی وراثت کہنے میں کسے تأمل ہوسکتا تھا؟ اور اب تو معاملہ یہ ہے کہ:

میں کون ہوں کیا ہوں مری تحریر کہے گی
خاموش ہوا تو مری تصویر کہے گی

مولانا بدرالحسن القاسمی ❖

خانوادۂ قاسمی کے گوہرِ شب چراغ، استاذ حدیث، ممتاز سیرت نگار، بلند پایہ خطیب ومتکلم مولانا محمد اسلم قاسمی دنیائے فانی سے حیاتِ جاودانی کی طرف کوچ کر گئے اور نومبر ۲۰۱۷ء کی ۱۳/ تاریخ بروز دوشنبہ اپنے اہل خانہ کے علاوہ ہزاروں شاگردوں اور بے شمار فیض یافتوں کو سوگوار چھوڑ کر رب کریم کی آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) ان کی وفات سے برصغیر کے دینی وعلمی حلقے میں ایک زبردست خلا پیدا ہوگیا ہے۔

ان کے جداعلیٰ بانی دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور پدر بزرگوار حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند تھے، جب انھوں نے دنیا میں قدم رکھا تو دارالعلوم دیوبند کا چشمہ فیض سامنے تھا اور حضرت حکیم الاسلام کے سایۂ عاطفت کی وجہ سے گھر بھی علم وحکمت کا خزینہ اور رشد وہدایت کا گنجینہ بنا ہوا تھا۔

انھوں نے دارالعلوم میں تعلیم کی تکمیل کے بعد علی گڑھ میں انگریزی کی تعلیم حاصل کی، جس وقت ان سے تعارف ہوا وہ ایک انتظامی شعبہ سے وابستہ تھے، جب کہ میں پندرہ روزہ عربی جریدہ کی ایڈیٹری کے ساتھ تدریس کی ذمہ داری انجام دے رہا تھا، سرراہ ملاقات، سلام اور مزاج پرسی تک ہی محدود رہتی، کبھی نامور صحافی سیّد ازہر شاہ قیصر کے ساتھ رسالہ ''دارالعلوم'' کے آفس میں ملاقات ہوتی تو قاری عبداللہ سلیم صاحب اور محترم عبداللہ جاوید وغیرہ بھی ساتھ نظر آتے۔

لیکن جب اجلاس صد سالہ کی تیاریوں کی ذمہ داری ان کو سونپی گئی اور مولانا حامد الانصاری غازی مرحوم کے تیار کردہ وسیع وعریض ماسٹر پلان کو عملی حدود میں لانے اور خاکہ میں رنگ بھرنے کا مرحلہ آیا تو

❖ کویت

کثرت سے ملاقاتیں ہونے لگیں اور بیشتر حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب کی سرپرستی وشرکت میں میٹنگیں ہونے لگیں اور متعدد بار دارالعلوم کی کسی ضرورت سے یا بعض عربی سفارت خانوں سے مراجعت کیلئے دہلی کے سفر میں ساتھ رہنے کا موقع ملا، اور ہر ملاقات میں ان کی شرافتِ نفس اور اخلاقی عظمت کا نیا نقش دل پر قائم ہوا اور مرورِایام کے ساتھ یہ تأثر گہرا ہوتا گیا۔ وہ قلم کار اور سیرت نگار بھی تھے، ''سیرتِ حلبیہ'' کی ترجمانی کے علاوہ مستقل سیرت کی کتاب بھی لکھی ہے، وہ طبعی طور پر ایک خاموش طبع، کم گو اور کم آمیز انسان تھے، بے تکلف دوستوں کی مجلس اس سے مستثنیٰ ہوسکتی ہے، ان کی زبان پر کسی کے بارے میں حرفِ شکایت مشکل ہی سے آتا تھا اور وہ بھی حیرت واستعجاب کے اظہار کی شکل میں۔

دارالعلوم میں جب فتنہ زوروں پر شروع ہوا اور بعض مقدس شخصیتیں، خارجی اثر اور ذاتی مصالح کی وجہ سے فتنہ کو فرو کرنے کے بجائے اسے مزید ہوا دینے میں لگ گئے اور نہایت ہی شاطرانہ انداز پر انتظامیہ کو کمزور کرنے کیلئے میدان میں کود پڑے، بلکہ بعض نے تو حضرت مہتمم صاحب کے خلاف مہم کی کمان بھی سنبھال لی اور صورت حال مزید بگڑتی چلی گئی۔

اس زمانے میں ایک کارڈ یہ کھیلنے کی کوشش کی گئی کہ حضرت مولانا محمد سالم القاسمی صاحب کو کاٹنے کے لئے مولانا محمد اسلم صاحب کا نام پیش کیا جائے اور وہ بھی صرف پروپیگنڈہ کی حد تک ان کا نام استعمال کیا جائے، وہ اپنی مرضی کے خلاف اپنے نام کے غلط استعمال سے سخت الجھن میں تھے، ایک دن خود ہی فرمانے لگے کہ بھائی میرا حال تو یہ ہے کہ اگر میں مسجد میں کسی جگہ بیٹھ جاؤں تو اٹھ کر دوسری اچھی جگہ لینے میں بھی مجھے تکلف محسوس ہوتا ہے اور شرمندگی ہوتی ہے، میں اس طرح کے خرخشوں میں پڑنے والا کیسے ہوسکتا ہوں؟

ہماری دینی وملّی تاریخ کا یہ بھی عجیب المیہ ہے کہ مسلمانوں کی حکومت وسلطنت کا زوال ہو یا دینی مراکز اور تعلیم گاہوں کی تباہی و بربادی، وہ غیروں کی مداخلت اور دشمنوں کی سازشوں سے کم اور خود آپس کے اختلاف اور باہمی رسہ کشی سے زیادہ اپنے انجام کو پہنچتی رہی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کی معنویت شاید مجھ پر اتنی واضح نہ ہوتی اگر میں نے ۱۹۶۷ء سے ۱۹۸۲ء تک دارالعلوم دیوبند کے اندرونی فتنوں، ہنگامہ آرائیوں اور اسٹرائیکوں کا منظرنامہ خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: **ما ذئبان جائعان أرسلا في غنم بأفسد من حرص المرأ على المال و الشرف لدينه**

یعنی دو بھوکے بھیڑیوں کو اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے تو وہ اتنی تباہی نہیں مچا سکتے جتنی

تباہی مال کے لالچی اور دینی وجاہت اور جاہ ومنصب کے بھوکے مچایا کرتے ہیں۔

اگر آپ جائزہ لیں کہ دارالعلوم دیوبند دو نیم کیوں ہوا؟ اور اس کے فتنے کو ہوا دینے میں بعض مقدس شخصیتوں نے کیا رول ادا کیا؟ اور تھوڑے ہی دنوں بعد مظاہر علوم دو حصوں میں کیوں تقسیم ہوا؟ یا آج تبلیغی جماعت میں دو دھڑے کیوں قائم ہیں؟ تو ہر جگہ ایک ہی طرح کی نفسیات سامنے آئے گی۔ بعض ایسی ہستیاں جن کے بارے میں خوش فہمی تو یہ ہوتی وہ ''خلافِ شرع کبھی تھوکتے بھی نہیں''۔ ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ نہایت فنکاری کے ساتھ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید کرنے سے باز رہتے ہیں اور نہ باطل کو حق اور حق کو باطل قرار دینے میں ان کو کوئی تأمل ہوتا ہے ان کی حرکتیں دیکھ کر آدمی پکار اٹھتا ہے کہ:

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

دارالعلوم دیوبند کی تاریخ نہایت تابناک رہی ہے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے پایہ کے لوگ برصغیر ہی نہیں دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی ان کے ہم عصر میں نہیں مل سکتے، لیکن غالب کے بقول:

میری تعمیر میں مضمر تھی اک صورت خرابی کی ❖ ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

اندرونی فتنوں اور ریشہ دوانیوں کا سلسلہ بھی کبھی موقوف نہیں ہوا، حضرت مولانا تھانویؒ کو اندرونی خلفشار اور رسہ کشی کی وجہ سے دارالعلوم کی سرپرستی سے استعفاد دینا پڑا، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو اپنے شاگردوں کا علمی قافلہ لے کر گجرات جانے کی نوبت آئی جہاں انھوں نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی بنیاد ڈالی۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب کا عہد اہتمام ساٹھ سال تک پھیلا ہوا ہے، اس لیے حالات کی سنگینی کا سامنا بھی انھیں بار بار کرنا پڑا، آخری فتنے میں طالع آزماؤں کے تیور تو اجلاس صد سالہ سے پہلے ہی سے بدلے ہوئے تھے اجلاس کے بعد آر پار کی جنگ چھیڑ دی گئی اور وہ سارے حربے استعمال کئے گئے جو دنیوی لڑائیوں اور اختلافات میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ایک نہایت ہی کربناک داستان ہے، جس کا ذکر بھی تکلیف دہ ہے۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب علماء کے طبقے کے سرخیل اکابر و اسلاف کے علوم و کمالات کے وارث، حکمت ولی اللّٰہی اور علومِ نانوتوی کے مستند ترجمان تھے، ان کی ذات سارے عالم میں دارالعلوم کی شناخت سمجھی جاتی تھی، دارالعلوم کے مسلک ومشرب کی حفاظت ان کی زندگی کا مشن رہا اور امت نے ان پر ہمیشہ عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کیے۔

اس نشانِ علم وحکمت اور کوہِ عظمت وشرافت کے خلاف جب مہم شروع کی گئی تو تمام اخلاقی وشرعی

حدود کو پار کر کے ان کو زندہ در گور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی اور جس ذات نے دارالعلوم کو کوخ سے کاخ تک پہنچایا تھا اور ایک چھوٹے سے دینی ادارہ کو ایک عالمی اسلامی دانش گاہ کے درجے تک پروان چڑھایا اسے بے دخل کرنے کیلئے ہر طرح کے جتن کیے گئے اور حال یہ ہو گیا کہ:

میں نے ہی تو گلستاں کو گلستاں بنایا ❖ میرے ہی مقدر میں کوئی جام نہیں ہے

مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب نے یہ سارا ڈرامہ اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ دو چار رہے، انتہائی سنگین حالات میں ثابت قدم رہنا ہر شخص کے بس میں نہیں ہوتا اس کے بعد ان کی زندگی میں اچانک بے پناہ تبدیلی حیرت انگیز بھی ہے اور قابل رشک بھی۔

عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد برقیات کا نظم ونسق ان کے ذمہ لگایا گیا تھا۔ اس وقت کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ان کو پدر بزرگوار کی عملی میراث ملے گی اور وہ نامور خطیب بن جائیں گے یا وہ تدریس وتعلیم کے میدان میں قدم رکھیں گے اور اپنی حیاتِ مستعار پوری کر کے دنیا سے اس حال میں رخصت ہوں گے کہ دنیا انھیں شیخ الحدیث کی حیثیت سے یاد کرے گی اور وہ اپنے پیچھے ہزاروں شاگردوں اور عقیدت مندوں کی ایسی جماعت چھوڑ کر جائیں گے جو پس مرگ ان کو دعاؤں کی سوغات بھیجتی رہے گی، اور لوگوں کو ان کی ذات میں حضرت حکیم الاسلام کی شبیہ نظر آنے لگے گی، اسے ان کی نسبت کا کرشمہ کہیے یا ان کی خوش بختی کا اعجاز، بہر صورت یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا۔

تواضع وشرافت اور سادہ مزاجی تو خاندانی تھی اور علمی وعقلی کمالات کچھ اکتسابی اور کچھ لدنّی ان کو حاصل ہوئے۔ انھوں نے کامیاب زندگی گزاری گویا کہ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا، حوادث نے ان کو مایوس کرنے کے بجائے نئی زندگی کی راہ دکھلائی پھر وہ اپنی زندگی کے آخری دم تک علومِ نبوت کی میراث کو ایک باکمال مدرّس اور خوش بیاں خطیب وواعظ اور ایک اچھے قلمکار کی حیثیت سے تقسیم کرتے رہے اور آخری ایام میں ضعف اور بیماری کے بعد ہاتفِ غیبی سے اس نغمہ دلنواز کے سننے کا انتظار واشتیاق ہی باقی رہ گیا تھا کہ:

یا ایتھا النفس المطمئنة. ارجعی الی ربك راضیة مرضیة. فادخلی فی عبادی. وادخلی جنتی. تا آں کہ وقت موعود آ گیا اور انھوں نے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

رحمه اللّٰة رحمة واسعة

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

علم وعمل کا پیکر، شرافت کا خوبصورت نمونہ

مولانا قمر عثمانی ❖

جب سے نظام کائنات قائم ہوا ہے آمد ورفت کا سلسلہ جاری ہے روزانہ کا مشاہدہ ہے کوئی آرہا ہے کوئی جارہا ہے کسی نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے:

کسی کا کندہ نگینے پہ نام ہوتا ہے ❖ کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرائے ہے دنیا کہ اس میں شام وسحر ❖ کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

کسی کے چلے جانے سے نظام کائنات پر کوئی فرق نہیں پڑتا، گردش لیل ونہار پر کوئی تغیر رونما نہیں ہوتا، موسموں کے اثرات کچھ نہیں بدلتے، مگر کوئی جانے والا اگر ایسا ہو کہ اس کی شرافت کا لوگ اعتراف کرتے ہوں اس کے اخلاق حسنہ کے عوام وخواص گرویدہ ہوں، اس کے علم وفن سے لوگ مستفید ہوتے ہیں، اس کے خطابت وبیان سننے والوں کو زندگی کی حرارت اور دین ودنیا کے قیمتی موتی ہاتھ آتے ہوں، تو ایسے صاحب کمال کے چلے جانے سے یقیناً غم واندوہ کا اور محرومی کا احساس ضرور ہوتا ہے، یہ کسک دل میں ضرور ہوتی ہے کہ اب ہم ایسی اچھائیوں اور خوبیوں والے انسان کو کہاں اور کیسے دیکھ سکیں گے، ایسی مسکراتی ہوئی شرافت کہاں آنکھوں کو آسودہ کرے گی، مولانا اسلم صاحب قاسمی کا سانحۂ ارتحال ایسا ہی روح فرسا سانحہ ہے جس نے مولانا سے قربت رکھنے والوں ان سے محبت کرنے والوں اور ان سے مستفید ہونے والوں کو غمزدہ اور احساس محرومی سے دوچار کیا ہے، مولانا مرحوم قاسمی خاندان کی مسلمہ شرافت کے خوبصورت پیکر تھے ان سے ملاقات ہوتی تو محسوس ہوتا کہ ہم ایک شریف الطبع خلیق اور خوش کردار انسان سے مل رہے ہیں، مولانا کی پوری زندگی علمی مشاغل اور درس وتدریس میں گذری، گفتگو سے ان کی وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا تھا، جیسی شستہ وشائستہ گفتگو کرتے ایسی ہی شگفتہ تحریر بھی تھی، مولانا اسلم صاحب نے ۳/جون ۱۹۳۸ء میں اس دار فانی میں آنکھیں کھولیں، قرآن کریم اور فارسی وغیرہ پڑھ کر عربی درجات میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۷ء میں سند فضیلت حاصل کی آپ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگوں سے اجازت حاصل ہے ۱۹۸۱ء میں دارالعلوم کا صد سالہ اجلاس ہوا اس میں اہم ترین ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی، آپ نے تھوڑے وقت میں نہایت خوبی اور عمدگی کے ساتھ عظیم الشان اجلاس کے نظم ونسق کو خوبصورتی سے آراستہ وپیراستہ کیا، آپ

❖ استاذ حدیث دارالعلوم وقف دیوبند

کی تدریسی خدمات ناقابل فراموش ہیں، دارالعلوم وقف میں مولانا نے حدیث وتفسیر اور دیگر علوم وفنون کی کتابیں مستعدی سے پڑھائیں، دارالعلوم وقف میں صدر مدرس ناظم تعلیمات بھی رہے دونوں مناصب کا حق آپ نے بحسن وخوبی ادا کیا، طبیعت میں یکسوئی تھی، مگر اپنے متعلقہ فرائض کو ادا کرنے کا شدید احساس بھی تھا، سبق کے وقت تشریف لاتے، گاڑی سے اُترتے نہایت متانت کے ساتھ درسگاہ پہنچتے سبق سے فراغت کے بعد گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوجاتے، جس سے ملتے خندہ پیشانی سے ملتے، احساس برتری یا کبر کا ادنیٰ خیال یا جذبہ بھی طبیعت میں نہیں تھا، دوسروں کی ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ طبیعت میں تھا، اس کی کئی مثالوں کا مشاہدہ میں نے کیا ہے، خاندان قاسمی کا ایک ایک فرد شرافت ونجابت میں اپنی منفرد شناخت رکھتا ہے، مولانا اسلم صاحب مرحوم بھی اس کا دل کش نمونہ تھے، تقریر وخطابت کے میدان میں بھی آپ نے منفرد مقام بنایا تھا، جلسوں کانفرسوں وغیرہ میں آپ کی علمی خطابت اور آپ کے تحقیقی مقالات اہل علم سے داد تحسین حاصل کرتے تھے، تقریر کی طرح آپ کی تحریر بھی شگفتہ اور سلیس ہوتی تھی، سیرت رسولؐ پر لکھی ہوئی تحقیقی کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں جو انشاء اللہ صدقۂ جاریہ ہوں گی، اس کے علاوہ بھی آپ کے علمی مضامین بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، مولانا مرحوم تقریباً میرے، ہم عمر تھے، جب بھی ملاقات ہوتی چہرے پر شریفانہ پُر وقار مسکراہٹ کھیلتی ہوئی محسوس ہوتی، چند مرتبہ سفر میں بھی ساتھ رہا، سنتے ہیں سفر میں انسان کا کردار اس کا مزاج اس کی باطنی خوبیاں کُھلتی ہیں، اس کا مشاہدہ میں نے سفر میں کیا، مولانا کا شعری ذوق بھی بہت بلند اور معیاری تھا مجھے یاد ہے ایک مرتبہ مولانا مرحوم کے مکان پر بہت دیر تک مولانا کے خوبصورت کلام سے محظوظ ہوتا رہا، ازراہ ذرہ نوازی مجھ سے بھی اشعار سنے اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا، دوسروں کی قدر افزائی کا جذبۂ خیر مولانا مرحوم میں بہت زیادہ تھا، یہ مولانا کی فروتنی اور تواضع کا عکس جمیل تھا، وقف دارالعلوم دیوبند کے تاج میں جو خوبصورت نگینے ہیں، ان میں تابندہ نگینہ مولانا اسلم مرحوم بھی تھے، جن بزرگوں اور علمائے عظام سے ادارے کا وقار اور بھرم قائم ہے مولانا مرحوم بھی اس میں منفرد حیثیت کے ساتھ شامل ہیں۔

مولانا مرحوم آج ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن ان کے تابندہ علمی نقوش اور ان کے علمی آثار ہمیشہ ان کو اہل علم وخبر کے درمیان زندہ رکھیں گے، ان کے چلے جانے کے بعد لکھنے والے ان کے علمی وعملی کمالات پر لکھیں گے، بیان کرنے والے ان کے محاسن بیان کریں گے اور اس طرح تادیر وہ انشاء اللہ سینوں میں اور سفینوں میں زندہ رہیں گے۔ ان کی رحلت خاندان قاسمی کے لئے ہی نہیں بلکہ ان کی خوبیوں کو قریب سے دیکھنے والوں کے لئے بھی ایک سانحہ ہے، دعا ہے حق تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں مقام کریم عطا فرمائے اور وہاں کی نعمتوں سے خوب خوب بہرہ ور فرمائے، آمین۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا:

یاد داری کہ وقت زادن تو ❖ ہمہ خنداں بدند و تو گریاں
آں جناب ذی کہ وقت مردن تو ❖ ہمہ گریاں بدند و تو خنداں

علمی وانتظامی صلاحیتوں کے مالک

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی

صدر المدرّسین دارالعلوم وقف دیوبند

مولانا محمد اسلام قاسمی ❖

دارالعلوم دیوبند کی مقبولیت اور عالم اسلام میں اس کی تعلیمی و دینی خدمات کا اعتراف ایک ایسا عنوان ہے جس کیلئے بیسویں صدی کے اسلامیانِ ہند کی تاریخ شاہد ہے، برصغیر ہند میں اس اسلامی مرکز کی بنیاد اس وقت رکھی گئی جب متحدہ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا مکمل خاتمہ ہو چکا تھا اور اسلامی تعلیم وتہذیب اور مسلمانوں کے عقائد کا تحفظ علماء وصلحاء وقائدین ملت کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ تھا، مسلمانوں کی دینی رہنمائی اور ملّی قیادت کیلئے ہندوستان کے مختلف گوشوں میں آباد رہنمایانِ قوم نے جدوجہد کی اور دور بینی و مخلصانہ بصیرت کے ذریعہ اس مسئلے کے تدارک اور ذہنی جمود کو زائل کرنے کیلئے تعلیم گاہیں قائم کرنے کی تحریک شروع کی، اس کی ابتدا دیوبند کے مقام سے ''عربی مدرسہ'' کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اس دینی و تعلیمی تحریک کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے دیگر فیض یافتہ علمائے ربانی کی مخلصانہ جدوجہد سے اس عربی و دینی مدرسے نے اپنے بانی کے اصولِ ہشتگانہ اور ادارے کے اغراض ومقاصد کی روشنی میں دینی و تعلیمی خدمات کا وہ سلسلہ شروع کیا جس کی مقبولیت اور شہرت برصغیر ہند کے علاوہ پوری دنیا تک پہنچی اور اسی طرز پر مزید دینی مدارس قائم ہونے لگے۔

اور جب اس ادارے کے سو سال پورے ہوئے تو اس کی خدمات کے تعارف اور توسیع کے پیش نظر ایک عظیم الشان عالمی اجتماع منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کے نظم ونسق کی ذمہ داری صاحبزادۂ حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی کے سپرد ہوئی، اجلاس کے کامیاب انعقاد کے بعد ہی ناظم اعلیٰ کی صلاحیتوں اور خوبیوں سے دنیا روشناس ہوئی۔

○

❖ استاذ حدیث دارالعلوم وقف دیوبند

دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ کے علمی خانوادے کے چشم و چراغ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ صدر المدرّسین دارالعلوم وقف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے صاحبزادے تھے، ۳؍جون ۱۹۳۸ء کو اس قدیم علمی گھرانے میں ولادت ہوئی، دارالعلوم دیوبند کے احاطے ہی میں اپنی تعلیم مکمل کی، ۱۹۵۷ء میں فضیلت کے آخری سال دورۂ حدیث میں شریک تھے، اسی سال ابتدائی چند ماہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بطور شیخ الحدیث بخاری شریف کا درس دیا، پھر ان کی رحلت کے بعد شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (اسیر مالٹا) کے ایک دوسرے مایۂ ناز شاگرد اور محدثِ کبیر حضرت مولانا فخر الدین احمد مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز کیا گیا، چناں چہ بقیہ مکمل سال بخاری شریف کا درس مولانا فخر الدین نے ہی پورا کیا، اس طرح مولانا محمد اسلم قاسمیؒ نے دونوں مشائخ سے علم حدیث پڑھا اور سند حاصل کی۔

پھر ۱۹۶۰ء میں باضابطہ طور پر مولانا کو دارالعلوم دیوبند میں خدمت کیلئے منتخب کیا گیا اور شعبۂ برقیات کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوئی، تدریس کے شعبے سے وابستگی نہ ہوتے ہوئے بھی انھوں نے علمی خدمت جاری رکھی، علمی اور تحریری صلاحیتوں کی بنیاد پر انھوں نے ابتداءً سیرتِ رسول پر مشتمل بچوں کیلئے مختصر مختصر رسالے تحریر کئے، جو شائع ہوتے رہے اور مقبول ہوئے، پھر یہی رسالے یکجا طور پر سیرتِ پاک کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع ہوئے اور اب بھی وہ دستیاب ہیں، اس کی تکمیل کے بعد ہی انھوں نے سیرتِ رسول پر مشتمل ایک اہم اور مستند عربی کتاب ''سیرتِ حلبیہ'' کا اردو ترجمہ شروع کیا جو چھ ضخیم جلدوں میں موجود ہے، انھیں سیرتِ رسول کے موضوع سے دلچسپی تھی اس لیے اس کا انتخاب کیا، اور تقریباً بیس سالوں تک اس میں مشغول رہے۔

جب اربابِ شوریٰ و اہتمام نے ۱۹۷۷ء میں دارالعلوم دیوبند کی سوسالہ خدمات کے تعارف اور فضلائے دارالعلوم سے علمی رابطے کی غرض سے ''اجلاسِ صدسالہ'' منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تو ابتداءً اس کے نظم و نسق کی ذمہ داری ملک کے معروف صاحبِ قلم وصحافی اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد مولانا حامد الانصاری غازی کے سپرد کی گئی، جو دارالعلوم دیوبند کے رکنِ شوریٰ بھی تھے، ان کا قیام بمبئی میں تھا، انھوں نے اس عظیم الشان تاریخی اجلاس کیلئے ایک ماسٹر پلان بھی مرتب کیا جو بلاشبہ ایک عالمی اجتماع کے شایانِ شان تھا، مگر اس کی تکمیل کسی حکومت سے ہوسکتی تھی، دارالعلوم دیوبند جیسا عوامی تعلیمی ادارہ اس کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا، اس لیے اربابِ حل وعقد نے اس میں ترمیم مناسب سمجھی اور اجلاس کی نظامت بھی ایک ایسی شخصیت سے متعلق کردی جن میں علمی اور انتظامی صلاحیتیں بدرجۂ اتم موجود تھیں اور جنھیں حضرت نانوتویؒ کی نسبت حاصل تھی، اس خاندان کی اس شخصیت کا نام تھا مولانا محمد اسلم قاسمی اور اب باضابطہ اجلاس کی تاریخ بھی متعین ہوگئی۔ ۲۱؍ ۲۲؍اور ۲۳؍مارچ ۱۹۸۰ء اس عظیم الشان اجتماع کو منعقد کرنے میں دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ، بعض ارکانِ

شوریٰ اور کارکنانِ دارالعلوم نے جس اخلاص، توجہ، دلچسپی اور محنت سے اپنی خدمات پیش کیں ــــــ بے نظیر تھیں، اکابر کی دعائیں، اور اللہ کی توفیق اس طرح شامل ہوئی کہ بیسویں صدی کی ایک تاریخ بن گئی۔

○

اس اجلاس کے ناظم اعلیٰ کے طور پر حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی کی شخصیت کا ایسا انتظامی رخ سامنے آیا جس کا حلقۂ دارالعلوم میں تصور مشکل تھا، سب سے پہلے انتظام و انصرام کے لیے اساتذہ و کارکنان پر مشتمل افراد کو لے کر ذیلی کمیٹیاں بنائی گئیں۔

○ رابطہ کمیٹی ○ فراہمی سرمایہ کمیٹی ○ تعمیراتی کمیٹی ○ پنڈال کمیٹی ○ ضیافت کمیٹی ○ خریداری اشیاء کمیٹی ○ نشر واشاعت کمیٹی ○ اور اسی طرح کی ضروری کمیٹیاں۔

اور ان سب کے نگرانِ اعلیٰ تھے حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ۔

راقم الحروف بھی نشر واشاعت وطباعت کمیٹی کا ایک رکن تھا، اس لیے دفتر اجلاس صد سالہ (واقع دارالمدرّسین) میں بار بار حاضری کا موقع ملتا اور حضرت ناظم اعلیٰ سے گفتگو یا ہدایات حاصل کرنے کا موقع ملتا، ناظم اعلیٰ کی نسبتی خوبیاں اور ذاتی صلاحیتیں سامنے آئیں۔ خاندانِ قاسمی کا حلم وتحمل اور تواضع نمایاں اوصاف رہے ہیں، ان دو سالوں میں مولانا اسلم صاحب کو ان خوبیوں کا مجموعہ اور نمائندہ پایا۔

بہر حال ان تمام امور سے حضرت مولانا اس طرح عہدہ برآ ہوئے کہ بیس لاکھ سے زائد افراد شریک اجلاس ہوئے، بیرونِ ملک عمائدین و سربراہانِ مملکت یا ان کے نمائندے شریک ہوئے اور دارالعلوم کی عظمتوں اور خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اجلاس کے انعقاد اور حسن کارکردگی پر رطب اللسان رہے، اور خود ناظمِ اعلیٰ پر اجلاس کے پہلے دن غشی بھی طاری ہوگئی، طویل ترین محنت، بے انتہا ہجوم اور ذمہ داری کے بار نے یہ کیفیت طاری کردی۔ مجھے بہت قریب سے تیاریوں کے دنوں میں اور عین اجلاس کے دوران بھی حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی علیہ الرحمہ کو دیکھنے اور پرکھنے کا موقع نصیب ہوا ہے، حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور اکابر جماعت دیوبند کی سرپرستی میں یہ اجتماع عظیم حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی کی نمایاں کارکردگی کی ایک منفرد مثال ہے۔

○

اجلاس صد سالہ بیحد کامیاب رہا، دیوبند کی سرزمین نے ایک تاریخ رقم کی، دارالعلوم دیوبند نے پوری دنیا خاص طور پر عالم اسلام کی نگاہیں اپنی جانب متوجہ دیکھی اور خدمات کا اعتراف حاصل کیا، تحسین وتائید ملی، مگر اس عظیم اجتماع کے وقت اور بعد میں ایسے حالات و واقعات پیش آئے جن کو ''فتنہ'' یا ''قضیۂ نامرضیہ'' سے تعبیر کیا گیا، دارالعلوم دیوبند میں تعلیمی اور انتظامی تعطل پیدا ہو گیا اور ٹھیک دو سال کے بعد ۲۲/۲۳/ مارچ

۱۹۸۲ء کی درمیانی شب میں وہ حادثہ پیش آیا جس کی صبح کی روشنی میں یہ عظیم ملّی سرمایہ دو حصوں میں منقسم ہوگیا۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی دعاؤں اور سرپرستی میں دارالعلوم ''وقف'' دیوبند کا آغاز ہوا۔ دارالعلوم وقف دیوبند کی ابتدائی زندگی انتہائی بے کسی، لاچاری اور افراتفری سے عبارت ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ۸۵/ اساتذہ وکارکنان دیوبند کی مرکزی جامع مسجد میں جمع ہوئے اور تعلیمی و انتظامی شعبہ جات کا آغاز ہوگیا۔ چند قدیم اساتذہ اور کارکنان موجود تھے، مزید اساتذہ کی ضرورت تھی، باصلاحیت علمی شخصیات کو تدریس پر بھی مامور کیا گیا۔ ان میں نمایاں نام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کا ہے۔

دارالعلوم کے قضیہ سے مولانا محمد اسلم صاحب بہت متأثر ہوئے، سیرتِ حلبیہ کے ترجمہ و اشاعت کی تکمیل کے بعد کافی دنوں تک آزردہ رہے، پھر خود کو علمی امور سے وابستہ کرلیا، سب سے پہلے انھوں نے معروفِ زمانہ تفسیر رازی کا اردو ترجمہ شروع کیا، مگر جب دارالعلوم وقف دیوبند کی جانب سے ان کو تدریس کے لیے مامور کیا گیا تو انھیں کچھ تردّد و تکلف ہوا، کیوں کہ ۲۵/ سالوں سے درس و تدریس سے علیحدہ رہے تھے، اہل علم حلقہ یا طلبہ ان سے مانوس نہیں تھے، اس لیے اب تدریس پر آمادہ کرنا دشوار مرحلہ تھا مگر یہ مرحلہ بھی انہوں نے بڑی خوبی سے طے کیا۔ حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ نے مولانا محمد اسلم کی صلاحیتوں کو قریب سے پرکھا تھا، انھیں یقین تھا کہ مولانا مرحوم تدریس کے لئے اور وقف دارالعلوم کی ترجمانی کیلئے نہایت موزوں ثابت ہوں گے، کیوں کہ سیرت حلبیہ کے ترجمے کے دوران مولانا مرحوم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مستقل رابطے میں رہے، خود ان کا بیان تھا کہ جب بھی ترجمہ یا کسی مسئلے میں الجھتا شاہ صاحبؒ اس کو حل کردیتے تھے۔ اس لیے حضرت شاہ صاحبؒ نے اصرار کیا اور تدریس کی خدمت کیلئے انھیں آمادہ کرلیا، سب سے پہلے ان کو ''جلالین شریف'' کے درس پر مامور کیا اور کئی سالوں تک انھوں نے اس طرح طلبہ کو مطمئن کیا گویا ان کی ذاتی دلچسپی بھی تفسیر قرآن سے ہی ہو۔

سیرت النبی اور تفسیر قرآن پر ان کی قدرت دراصل ان کے وسیع مطالعے کی رہین منت ہے، موضوع سے متعلق عربی اور اردو مراجع کی چھان بین اور ان پر دسترس حاصل کرنے کے بعد ہی کلام کرنا ان کی خصوصی عادت رہی، اور چند سالوں کے بعد حدیث کی متداول اور جامع کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' ان کے درس میں رہی، ایک نیا موضوع تھا، اس لیے علم حدیث اور حدیث کی کتابوں کا مطالعہ ان کی صلاحیت کا غماز ہے، اور اس کی تدریس اور کامیاب تشریح بھی طلبہ اور اہل علم میں مقبول ہوئی۔ علم حدیث کی تدریس میں اس کامیابی اور مقبولیت کے نتیجے میں دارالعلوم وقف کے ذمہ داروں نے دورۂ حدیث کی کتابیں بھی ان سے متعلق کردیں، خاص طور پر ترمذی شریف جس کی تدریس میں فقہی مسائل اور جزئیات پر بھی بحث ہوتی ہے، اس طرح علم فقہ پر بھی ان کا مطالعہ بڑھتا گیا، اور تدریس میں طلبہ کو مطمئن کرنا اور متعلقہ ابواب پر مختصر

انداز میں کلام کرنا ان کی خصوصیاتِ درس میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

○

ابتدائی تدریسی سالوں کے بعد ۱۹۹۰ء کی دہائی میں ان کی صلاحیتوں کے جلوے خطابات کی صورت میں نمایاں ہوئے، دینی مدارس کے سالانہ جلسے، سیرت النبی کے موضوع پر ہونے والے اجتماعات اور مختلف اصلاحی اجلاس میں حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی تقریریں بے انتہا مقبول ہوئیں اور اہل علم نے محسوس کیا کہ علوم قاسمی کی تشریح اور علم وحکمت پر مشتمل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قدس سرہٗ کے خطابات کا عکس حضرت مولانا کے بیان میں ملتا ہے اور اسلوبِ بیان بھی سادہ اور قابلِ فہم، پہلے پہل دیوبند اور اس کے اطراف کے مدارس میں ان کو دعوت دینے والوں کی تعداد بڑھی، پھر رفتہ رفتہ پورے ہندوستان میں ان کی مقبولیت اور شہرت عام ہوئی اور ہندوستان کے مایۂ ناز مقرروں میں ان کا شمار ہونے لگا، سیرت النبی ان کا محبوب موضوع تھا، اس لیے سیرت کے ہر عنوان پر ان کی تقریریں جاری رہیں، اصلاحِ معاشرہ پر بھی ان کے بیانات بہت مفید اور مؤثر ثابت ہوتے رہے۔

۲۰۰۸ء میں خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند نے حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کی شخصیت کو صدارتِ تدریس کے عظیم منصب کے لئے موزوں گردانتے ہوئے منتخب فرمایا اور بخاری شریف جلد اوّل کی تدریس ان سے متعلق فرمائی۔

حضرت مولانا نے درسِ بخاری کی اہمیت اور اس کے لیے زیادہ مطالعہ کی ضرورت محسوس کی تو راقم الحروف سے فرمایا کہ اب ترمذی شریف جلد اوّل آپ سے متعلق کی جاتی ہے، چناں چہ احقر نے مکمل سال ترمذی کی تدریس کی ذمہ داری نبھائی، اور کئی سال بخاری کی تدریس کے بعد عمر کے آخری دو سالوں میں جب انھیں بیماری کا عارضہ لاحق ہوا اور بولنے یا درس دینے میں دقت ہونے لگی، تب انھوں نے بخاری جلد اوّل کے پاروں میں تخفیف کے لئے دفترِ اہتمام میں تحریر پیش کی، چنانچہ دفترِ اہتمام نے جلد اوّل کے چار پارے حضرت علیہ الرحمہ سے متعلق رکھتے ہوئے بقیہ کے تکمیل کی ذمہ داری حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ صاحب مسعودی (شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند) کے سپرد کی۔ توقع تھی کہ کمزوری رفع ہونے اور بیماری ختم ہونے کے بعد وہ درس وتدریس میں سابق کی طرح مصروف ہو جائیں گے اور اپنے سادہ اسلوب اور کامیاب تفہیم کے ذریعہ طلبہ کو درس سے فیضیاب کریں گے، مگر ان کی صحت روبہ زوال ہی رہی اور چند ماہ تو دورانِ علاج صاحبِ فراش رہے۔

بالآخر ۱۳رنومبر ۲۰۱۷ء کو خالق حقیقی سے جا ملے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات میں ترقی عطا فرمائے۔

ایک جہاں دیدہ شخصیت

مولانا غلام نبی قاسمی ❖

برصغیر میں ڈیڑھ سو سال سے زائد عرصہ پر محیط ملت اسلامیہ کی دینی راہنمائی اور کتاب وسنت کی اشاعت کے حوالہ سے خانوادۂ قاسمی کے کارنامے انقلابی، زندہ وجاوید اور ناقابل فراموش ہیں، اس خانوادہ کو گہوارہ علم وحکمت اور فضل وکمال کہنا چاہئے، جس میں حجۃ الاسلام الامام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند سے لے کر اب تک قدرت نے باکمال شخصیات پیدا کیں۔

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ صدر المدرسین وناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند اسی خانوادہ کی ایک نمائندہ اور جہاں دیدہ شخصیت تھی، جو اس وقت ہمارے درمیان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ عطا کرے۔

۱۹۸۲ء کے انقلاب کے بعد حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ دارالعلوم وقف دیوبند کے شعبہ تدریس سے وابستہ ہوئے تو طلباء کو اپنے مثالی طرز تدریس، بے نظیر تفہیم اور متعلقہ اسباق کی تدریس میں گہری دلچسپی سے گرویدہ بنالیا، ٹھیک اسی وقت خطابت کے میدان میں قدم رکھا تو اپنی سنجیدہ خطابت، منفرد لب ولہجہ اور قدیم وجدید معلومات کی بدولت بہت سے مشہور اور مسلّم خطیبوں کو پیچھے چھوڑ دیا، قلم تھاما تو سیرت حلبیہ جیسی عظیم الشان، اور ضخیم کتاب کے اردو ترجمہ سے علمی حلقوں کو حیرت میں ڈال دیا، انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت حکیم الاسلامؒ کی رفاقت میں دنیا کے کونے کونے کا سفر کیا، انہوں نے حضرت حکیم الاسلامؒ کے خطابات کی ترجمانی ہی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ دارالعلوم اور اکابر دارالعلوم کا ایک ایسے وقت میں پوری دنیا میں تعارف کرایا جب لوگ کرۂ ارضی پر آباد اسلامی وغیر اسلامی ممالک کو صرف جغرافیہ کی کتابوں میں پڑھتے تھے۔ انہوں نے دنیا کی تہذیبوں اور مذہبی افکار کا مشاہدہ کیا، دینی دانش گاہوں اور عصری درسگاہوں میں اپنے خیالات کے اظہار کا بھرپور موقع ملا، وہ اپنے آپ میں تجربات، مشاہدات اور ہر موضوع پر بیش قیمت معلومات کا ایک خزانہ عامرہ تھے، جس کا اندازہ مجلسی گفتگو، اور ان کی تقریر وتحریر سے ہوتا تھا، ان کی خطابت آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ آثار صحابہ اور اقوال سلف سے مرصع اور مزین ہوتی تھی،

❖ استاذ حدیث دارالعلوم وقف دیوبند

پیشہ ور مقررین کی طرح بے بنیاد قصے، بے سروپا کہانیاں، لچر قسم کے لطائف اور چٹکلوں سے ان کی تقریر کلیۃً پاک ہوتی تھی تقریر کا انداز اور لب ولہجہ مثالی، چیخنا، ہاتھوں کو نچانا اور اسٹیج پر پیر مارنا، یعنی ''فلک شگاف اور اسٹیج توڑ تقریر'' کی دنیا سے کوسوں دور تھے، نہایت متانت اور سنجیدگی سے خطبہ مسنونہ پڑھتے اور بزرگانہ انداز سے گفتگو شروع کرتے، سیرت کے موضوع پر وہ جس البیلے اور نرالے انداز سے بولتے وہ انہیں کا حصہ تھا، بسا اوقات دو دو تین تین گھنٹے بے تکان بولتے، اور مجمع ایسا ساکت، پرسکون، اور ہمہ تن متوجہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہوں، سیرت کے علاوہ بعض علمی اور عصری موضوعات پر بھی ان کی تقریریں شاہکار ہوتیں، خوب مطالعہ کرتے اور اپنے مطالعہ سے خوب نتائج کشید کرتے، عصری تعلیم کے کوچہ سے بھی واقف تھے، قدیم صالح کے ساتھ جدید نافع کے امتزاج کا ظہور تقریر وتحریر میں ہوتا تو قابل دید وشنید، تحریر ایسی خوبصورت، پرکشش اور جاذب کہ احاطہ دار العلوم میں ایسی تحریر دیکھنے میں نہیں آئی، طویل سے طویل تحریر صاف ستھری، اور قطع وبرید سے پاک جیسے کتابت کا فائنل پروف طباعت کے لئے تیار کیا جاتا ہے، اجلاس صد سالہ کے ناظم ہونے کی حیثیت سے فضلاء دار العلوم کے نام پوسٹ کارڈ پر ان کی دستی تحریر کے خوبصورت نمونے بعض مدارس میں دیکھنے میں آئے تو بے اختیار زبان سے یہ مصرعہ نکلا:

تازہ ہوگی یادگار زیست اس تحریر سے

کم وبیش اپنی ۳۲ سالہ تدریسی زندگی میں حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے اور بہت سی مفید باتیں ان سے سیکھنے کا موقع ملا، نہایت حلیم الطبع، شریف النفس، متین، سنجیدہ کم گو، مگر صاف گو، تصنع اور تکلف سے بہت دور، زود فہم، ذہین، صاحب بصیرت، مدبر اور بے آزار شخص، اکثر جلسہ انعامیہ کے موقع پر طلباء سے مخاطب ہوتے اور علم، طلب علم، مدارس اور علماء کی دینی ذمہ داریوں پر بڑی اہم اور نادر معلومات سے طلباء کو مستفید فرماتے۔

حضرت مولانا کے صاحبزادے مولانا محمد فاروق قاسمی صاحب الحمد للہ دار العلوم وقف دیوبند کے صاحب صلاحیت استاذ ہیں۔ مشہور مقولہ ہے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہٖ کہ بیٹا اپنے والد کے اوصاف وکمالات اور علمی وعملی صفات کا حامل ہوتا ہے۔ امید ہے کہ وہ اپنے والد گرامی کے صحیح معنی میں جانشین ثابت ہوگئے اور جانشین ہونے کی ذمہ داری مولانا کے حالاتِ زندگی سے علمی حلقوں کو روشناس کرانا ہے جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ نے اپنے والد محترم حضرت حکیم الاسلامؒ کی رفاقت میں بیشتر ممالک کا سفر کیا ہے اور دار العلوم کا تعارف کرایا ہے۔ اگر مولانا مرحوم کے حالاتِ زندگی کے ذیل میں اس کی بھی کچھ تفصیل آجائے تو بہت بڑا کام ہوگا۔

وہ جو سحابِ فیض، کوہِ استقامت، بحرِ حکمت تھا

مولانا محمد زکریا صدیقی نانوتوی ❖

راقم الحروف اپنے مضمون کا آغاز نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی اور ''اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ'' سے کررہا ہے۔ یہ ارشاد گرامی اگرچہ عمومیت کے لحاظ سے مطابقت لئے ہوئے ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا سے جو کلمہ گو جارہا ہے اس کی چھوٹی چھوٹی خوبیوں اور اچھائیوں کو پسماندگان بیان کریں اور مثبت صفات کو اجاگر کریں، مگر بعض ذواتِ قدسیہ اور نفوسِ مقدسہ اپنی شخصیات کے اعتبار سے اس قدر اکمل واتم ہوتی ہیں جن کی زندگی میں محاسن وخوبیوں، اخلاق وکردار، اخلاص وللّٰہیت، عرفان ومحبت اور زہد وتقویٰ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، گویا کہ وہ ان ملکوتی صفات کی حامل ہوتی ہیں جن کو شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنی خاص شعری اصطلاح میں ''مقامِ کبریا'' سے تعبیر فرمایا، وہ فرماتے ہیں:

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانہ میں ❖ تو اقبال اس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے

اقبال اس شعر میں جرمن کے مشہور فلاسفر''نیٹشا''، جس کو اقبال نے مجذوبِ فرنگی کہا ہے) سے مخاطب ہیں، تو نے اے مجذوب فرنگی، انسانِ کامل کی تلاش میں، اپنا یہ حال کرلیا اور اپنی مراد بر نہ آنے پر تو گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا اور اپنی تمام صلاحیتوں کو زنگ لگالیا، آ میں تجھ کو بتاتا ہوں کہ تیرا مطلوب ومقصود اور تیری مراد کیسے پوری ہوگی کہ دوسرے تو دوسرے تو خود بھی ایک انسان کامل بن سکتا ہے، بشرطیکہ تو اس طریقہ کو اپنائے جس پر چل کر کوئی بھی انسان کامل اور مکمل بن سکتا ہے اور وہ جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔

راقم الحروف کا تعلق متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ صاحبزادہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند سے خاندانی، ذاتی اور فکری ہم آہنگی کے علاوہ مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے زمانہ طالب علمی ہی سے خاص رہا اور اس قربت کی ایک اہم وجہ راقم کا حضرت حکیم الاسلامؒ سے غایت درجہ تعلق اور حضرت حکیم الاسلامؒ کی مجھ پر غیر معمولی شفقت تھی، اس عزیز داری، قربت اور خاص تعلق کی وجہ سے میں بلا تأمل یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت متکلم اسلام کو حق تعالیٰ شانہٗ

❖ رکن مجلس مشاورت دارالعلوم وقف دیوبند

نے ''مقام کبریا'' عطا فرمایا تھا، اسی ''مقام کبریا'' کی میرے استاذ محترم خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم، برادر مکرم حضرت متکلم اسلامؒ نے ایک مجلس میں وضاحت کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا تھا کہ: ''اسلم کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اس قدر صلاحیتوں سے نوازا کہ جب بھی کسی کام کی ذمہ داری دی گئی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسلم کو اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا۔'' یہ جملہ حضرت خطیب الاسلام مدظلہٗ نے راقم الحروف سے صد سالہ کے اختتام کے بعد ''طیب منزل'' میں فرمایا تھا۔

حضرت کا یہ جملہ راقم الحروف کے ذہن میں نقش کالحجر کی طرح محفوظ ہوگیا تھا، اس کے بعد حضرت متکلم اسلام کی زندگی کے مختلف پہلو میرے سامنے رہے، آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز باقاعدہ طور پر دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ برقیات سے کیا، اس شعبہ کو انتہائی منظّم و مرتب بنایا، ان کی اسی غیر معمولی انتظامی صلاحیت کو پیش نظر ایک بہت بڑی ذمہ داری ان کو دی گئی کہ ان کو صد سالہ اجلاس کی انتظامی کمیٹی کا صدر بنایا گیا۔ اگر دیکھا جائے تو یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں تھی اور نہ اس ذمہ داری کو انجام دینا ہر کس و ناکس کا کام تھا، یہ دارالعلوم دیوبند کا وہ اجلاس تھا جس کی نظیر سرزمین ہند و پاک بلکہ پورا برصغیر آج تک پیش کرنے سے عاجز رہا۔ اس اجلاس میں سرزمین دیوبند ماہرین علوم کا مخزن اور دنیا کے ماہرین فن کا مجمع البحرین بن گئی تھی اور مجھے یاد ہے کہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ کو جب اس عظیم الشان اجلاس کی ذمہ داری سپرد کی گئی اور آپ کو اس اجلاس کا ناظم و روحِ رواں بنایا گیا تو اس وقت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب نے اپنے بزرگوں سے فرمایا تھا کہ آپ حضرات دعاء فرمائیں کہ اللہ حسنِ نیت وحسنِ عمل و اتقان کے ساتھ مفوضہ ذمہ داری کی انجام دہی کی توفیق نصیب فرمائے۔ یہ ذمہ داری پہلی مرتبہ سپرد کی گئی۔ اس سے قبل کوئی تجربہ بھی ان کے پاس نہیں، مگر میں نے دیکھا کہ حضرت متکلم اسلامؒ نے یہاں پر بھی اپنی خاندانی روایت کو برقرار رکھا اور وہ خاندانی روایت اتقانِ عمل ہے۔ خانوادۂ قاسمی نانوتہ کا امتیاز ہی یہ رہا کہ جب یہ لوگ کوئی کام کرتے ہیں تو یہ نصوص ''صُنْعَ اللّٰہ الذی أتقن کُلَّ شَیٔ ـــ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ـــ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ ـــ اَلْمُؤْمِنُ اِذَا عَمِلَ عَمَلاً فَھُوَ اَتْقَنَہٗ ـــ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اِذَا عَمِلَ اَحَدُکُمْ اَتْقَنَہٗ'' ان حضرات کے ذہن میں رہتی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات اس کام کی انجام دہی میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو مصروف کار کرکے مقدور بھر کوشش اس طرح کرتے ہیں کہ اس عمل کا کوئی گوشہ اور کوئی جانب ایسی باقی نہیں رہتی جو اپنے اندر تشنگی رکھے۔ اس کے بعد نتیجہ اللہ کے سپرد کردیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی چھوٹی چھوٹی کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرما کر عالمینی بنادیتا ہے۔ یہی طریقہ کار متکلم اسلامؒ کے پردادا حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد

قاسم نانوتویؒ کا تھا، پھر یہ نسبت جب حجۃ الاسلامؒ کے صاحبزادے فخر الاسلام حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ مہتمم خامس دارالعلوم دیوبند میں منتقل ہوئی تو اس انتقالی نسبت کو بدرجہ اتم امانت سمجھ کر اپنے چھوٹوں کے سپرد کردی، جس کا بیّن ثبوت فخر الاسلامؒ کا وہ چالیس سالہ دورِ اہتمام ہے جن کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کو غیر معمولی مقبولیت ملی، پھر جب سلسلہ ولی اللّٰہی کی یہ عظیم امانت متکلم اسلامؒ کے والد محترم حکیم الاسلامؒ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کو سپرد کی گئی تو وہ اپنے برگوں کی امانت کے ایسے حامل بنے کہ "کَأنما خُلِقَ لِاَدَاءِ هٰذِهِ الْاَمَانَة"، پھر یہی علمی وعرفانی اور اتقانی نسبت حکیم الاسلام کے دونوں صاحبزادے خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ العالی اور متکلم اسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منتقل ہوئی تو یہ نسبت ان دونوں حضرات کی شکل میں کبھی سحاب فیض بن کر برسی، کبھی استقامت کا علیٰ فرد یعنی صبر جمیل کا نمونہ بن کر آشکارا ہوئی اور جب یہ نسب ینابع الحکمۃ کا مظہر اتم بنی تو یہی شخصیات خطیب الاسلام اور متکلم اسلام کے لقب سے ملقب ہوئیں۔

حضرت مولانا کو صد سالہ کا روح رواں بنایا تو حضرت نے مجھے بلایا اور پورے علاقہ کی ذمہ داری راقم الحروف کو دی۔ اس وقت عملی طور پر حضرت متکلم اسلامؒ کے بہت قریب رہنا ہوا اور یہ محسوس ہوا کہ ان کے کام میں نہ صرف غیر معمولی تنظیم وترتیب ہے بلکہ دوسروں سے کام لینے کا قرینہ وسلیقہ بھی حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ بقول علامہ اقبال:

فیض یہ کس کی نظر کا ہے، کرامت کس کی ہے ❖ وہ کہ ہے جس کی نگہ مثل شعاع آفتاب

اسی موقع پر حضرت نے دوسری ذمہ داری راقم الحروف کو اجلاس صد سالہ کے دفتر میں بلا کر یہ دی کہ فضلاء دارالعلوم کی دستار فضیلت (یعنی پگڑی جس کا رنگ ہرا تھا) کی تقسیم کی ذمہ داری آپ کی ہے، چوں کہ دستار فضیلت سب فضلاء کے باندھنا ممکن نہ تھا، اس لئے وہ تقسیم کی گئی تھیں اور اس کی ذمہ داری بھی میرے ہی سپرد تھی۔ اس میں متکلم اسلام نے یہ نظام رکھا تھا کہ چند مخصوص علماء کی دستار فضیلت باندھنے کے بعد باقی فضلاء میں تقسیم دستار فضیلت کا نظام رہے گا جو بحمد اللہ بحسن وخوبی انجام پایا اور یہ ذمہ داری خود میرے لئے ایک عظیم سعادت تھی۔

بہر حال صد سالہ اجلاس ہوا، انتہائی کمال اور حسن انتظام کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، پوری دنیا سے مہمان آئے، ہر طبقہ سے آئے، اس اجلاس کو دیکھ کر لوگوں پر ایک عجیب استعجابی کیفیت طاری ہوتی۔ خود ہندوستان کی وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی جی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ چٹائیوں پر بیٹھنے والے ان علماء کی مقبولیت کا یہ حال ہے اور اس سے بڑھ کر وہ اس پروگرام کے حسنِ انتظام کو سلام کرتی تھی، اس پروگرام کے

بعد ان کی صلاحیتوں کے جوہر مزید آشکارا ہوئے۔

دارالعلوم وقف دیوبند کے قیام کے بعد آپ نے باضابطہ تدریس کا آغاز فرمایا اور جب اس میدان میں قدم رکھا تو طلبہ دارالعلوم وقف دیوبند کے بیان کے مطابق ایسا محسوس ہوتا کہ تدریس کا فن آپ کو موہوب من اللہ اور بطور الہام ملا۔ آپ کے مشکوٰۃ شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف جیسی اہم کتب زیر درس رہیں اور اب گذشتہ چند سالوں سے بخاری شریف جلد اول بھی آپ سے متعلق تھی۔ آپ کا درس بے حد مقبول، اندازِ درس شگفتہ، سلجھی ہوئی تقریر، سہل اندازِ بیان، الجھی ہوئی عبارتوں اور مشکل ترین مسائل کو خوبصورتی کے ساتھ ادا فرماتے۔ فقہی اختلافی مسائل میں علماء کے اختلاف اور ان کے صحیح مذاہب کی تفصیلات مستند کتابوں کے حوالے سے بیان فرماتے، پھر ان ائمہ کے دلائل اور آخر میں امام ابوحنیفہؒ کے دلائل کا ذکر ہوتا مگر اس شان سے کہ ائمہ پر کوئی حرف نہ آئے۔ بخاری شریف میں ترجمۃ الباب کی تشریح اور حدیث سے اس کی مطابقت پر پوری توجہ صرف فرماتے۔ آپ کے درس میں جو شامل ہو گیا وہ کہہ اٹھا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو تدریسی خدمات ہی کے لئے قبول فرمایا۔ آپ نے اپنی محدثانہ شان اور کردار کو باقی رکھتے ہوئے سالہا سال درس حدیث دیا اور کبھی اپنے کردار پر حرف نہیں آنے دیا۔ اس کے علاوہ جب میدانِ خطابت میں قدم رکھا تو اس میں اس قدر اتقان اور ملکہ راسخہ پیدا کیا کہ اپنے والد حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے حکیمانہ خطاب کے ترجمان بن گئے اور اپنی بے مثال خطابت کی وجہ سے ملک و بیرون ملک مقبول و مشہور ہوئے۔ آپ کی خطابت کے بہت سے واقعات راقم الحروف کے ذہن میں ہیں، ان میں سے ایک واقعہ کا تذکرہ کرتا چلوں۔

میرا بچہ کا جس کی عمر ۲۵ / سال تھی ۱۸ / جون ۲۰۰۵ء بروز جمعہ انتقال ہو گیا۔ اس حادثہ کے موقع پر حضرت خطیب الاسلام مدظلہٗ کسی سفر پر تھے، حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ نانوتہ تشریف لائے، غم کی شدت تھی، نماز جمعہ سے قبل اگلی صف میں تشریف فرما تھے۔ میں نے جا کر عرض کیا کہ ماموں صاحب (میری اہلیہ محترمہ کے حضرت ماموں ہیں، خاندانی قریبی عزیز داری کے علاوہ یہ ایک نسبت بھی مجھے حاصل ہے) ''صبر'' کے موضوع پر بیان فرما دیجئے، خیر قبول فرمایا اور جامع مسجد نانوتہ کے ممبر پر تشریف فرما ہوئے اور یہ معلوم کیا کہ وقت کتنا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ماموں صاحب! ویسے تو پندرہ منٹ ہیں، مزید آپ کے اختیار میں ہے۔ حضرت نے صبر کے موضوع پر پندرہ منٹ بیان فرمایا، صبر کے موضوع پر راقم الحروف نے ایسا جامع بیان کہ ''از دل خیزد بر دل ریزد'' اس سے پہلے کبھی نہیں سنا اور مجھ پر جو غم کا ایک پہاڑ ٹوٹا ہوا تھا بیان کے بعد ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کسی نے زخم خوردہ دل پر مرہم رکھ دیا ہو۔ پندرہ منٹ میں صبر کے مفصل عنوان کا احاطہ دریا کو کوزے میں سمیٹنے کے مانند تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ راقم الحروف کو اس بیان کے بعد ایسا

قرار آ گیا تھا کہ مہینوں یہ کیفیت رہی کہ جب ''غزالی'' کی یاد آتی اور اس کے حادثہ کا غم ہوتا تو ماموں صاحب کی تقریر یاد آجاتی، جس کی وجہ سے وہ غم کافور ہوجاتا۔ خطابت ایسی کہ سننے کے بعد کہنا پڑتا کہ آپ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے خطیب العصر بنا کر پیدا کیا۔ گویا کہ آپ خطابت ہی کے لئے پیدا کئے گئے۔

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو ❖ رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

اس کے علاوہ ان کا تصنیف وتالیف اور تحریر وقلم سے بھی بڑا مضبوط رشتہ رہا، جب میدان تحریر وقلم میں قدم رنجائی فرمائی تو سیرت حلبیہ کا مکمل ترجمہ سیرت پاک کے نام سے سیرت کے موضوع پر اہم مجموعہ آپ کے قلم سے نکلا۔ مولانا لکھتے ہیں اور مکمل انہماک اور پوری طرح ڈوب کر لکھتے ہیں، موضوع خواہ کوئی بھی ہو، عنوان کسی بھی نوعیت کا ہو، اس میں ان کی انفرادیت اور امتیازی شان الگ ہی نظر آتی ہے۔ ان کے اکثر مقالات ومضامین تحقیقی ہیں۔ مجموعہ سیرت رسول، ولادت، نشو ونما، اصحاب کہف اور سیرت حلبیہ کا عربی سے اردو زبان میں ترجمہ اور ترجمہ کے علاوہ اہم اضافات بھی ہیں۔ یہ کتاب اضافات کے ساتھ چھ جلدوں میں دستیاب ہے۔ عربی کی المنجد مشہور لغت پر ضمیمہ بھی مولانا کا ایک علمی کارنامہ ہے۔ حضرت نے اپنے والد حضرت حکیم الاسلامؒ کے شعری مجموعہ ''عرفانِ عارف'' کو بھی ترتیب دیا۔ آپ خود بھی فن شعر گوئی میں ملکہ رکھتے تھے۔

بہر حال حضرت متکلم اسلام کی ذاتیات، ظاہری و باطنی کمالات ومحاسن اور ان کے کردار، صبر وتحمل، قناعت شعاری وبردباری، ان کی علمی وفکری پرواز، ان کی خاندانی خصوصیات، ان کا علمی وقار، ان کا ادبی معیار، ان کی عالمی فکر کو بیان کرنے کے لئے دفتر کے دفتر چاہئیں، جن کا احاطہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں۔

مذکورہ بالا سطور حضرت خطیب الاسلام کے اس جملے کی تشریح تھی جس میں فرمایا تھا ''اسلم کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اس قدر صلاحیتوں سے نوازا کہ جب بھی کسی کام کی ذمہ داری دی گئی ایسا محسوس ہوا کہ اسلم کو اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا۔'' آپ نے ۲۲ر صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳ر نومبر ۲۰۱۷ء بروز دوشنبہ بوقت پونے بارہ بجے ہم سب کو داغ مفارقت دیدی، مگر میں نے جب آپ کے چہرہ کو غسل کے بعد دیکھا تو ایسا محسوس ہورہا تھا کہ میں آپ سے دعاء کے لئے کہہ رہا ہوں اور آپ جواب میں اپنی زبانِ حال سے گویا یہ فرمارہے ہیں

فقیرانہ آئے صدا کو چلے ❖ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم ❖ سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

بہر حال یہ چند سطور اضطرابی کیفیات میں لکھیں ورنہ جذبات وتأثرات ابھی بہت باقی ہیں۔

مجھے کچھ اور بھی اذن خوں فشانی دے ☆ تیرا جمال بہت تشنۂ بیان ہے ابھی

حق تعالیٰ شانہ حضرت کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان اور روحانی فرزندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

متکلم اسلام: حیات وخدمات

مولانا محمد فاروق قاسمی ❖

مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کی خوبیوں میں سے ایک اہم خوبی یہ تھی کہ ان کی شخصیت میں کسی قسم کا اخفاء نہیں تھا، ان کا ظاہر و باطن ایک تھا، عوامی مقرر ہونے کی وجہ سے ان کی شخصیت کا کوئی پہلو ڈھکا چھپا نہیں تھا، وہ پورے ملک میں ایک بہترین مقرر وخطیب کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ ان کے علم کی شخصیت زبان زد تھی اوراس بات نے انہیں تعارف سے بے نیاز کردیا تھا۔ عظیم اجتماعات کے سامنے گھنٹہ بھر یااس سے زائد تقریر کرنا ان کا روزمرہ کا معمول تھا، لیکن اس بات نے ان کی طبعی انکساری اورفروتنی میں کوئی فرق نہیں آنے دیااوروہ مَنْ تَوَاضَع لِلّٰه رَفَعَهُ اللّٰه (جواللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرماتے ہیں) کا مصداق رہتے ہوئے پوری زندگی تواضع کا پیکر رہے، ان کی تقریر صرف زبان دانی کا اظہار نہیں ہوتی تھی بلکہ ان کے فکر عمیق اور گہرے تدبر کا شاہکار ہوتی تھی، سننے والے ان کو بحیثیت مفکراورمدبر جانتے تھےاوران کی آراءوافکار کو پوری سنجیدگی سے لیتے تھے۔

ان کا نسبی تعلق حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سےاور وطنی تعلق سرزمین دیوبند سے تھا، جس نے بڑے بڑے علماء اوریگانہ روزگار فضلاء پیدا کئے۔ دارالعلوم وقف دیوبند کے متداول درسیات کے ساتھ انہیں مختلف زبانوں میں درک حاصل تھا جن میں بلاشبہ اردو کے علاوہ عربی، فارسی، انگلش، ہندی اورفرینچ زبانیں شامل ہیں۔ ان سب زبانوں میں انہوں نے مطالعہ وتحقیق کیا تھا ان کی تحریر وتقریر اس کا خلاصہ ہوتی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کے انتقال کو نہ صرف منتسبین دارالعلوم وقف کے لئے بلکہ عمومی طور پر ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم علمی خسارہ سمجھا گیااوران کے وابستگان نے اس امر کا اظہار کیا کہ وہ ان کی کمی کو لمبے عرصہ تک محسوس کرتے رہیں گے۔ نہ صرف ملت اسلامیہ ہندیہ نے بلکہ برصغیر اور بیرونِ ملک کے اربابِ علم ودانش نے ان کی وفات حسرت آیات پر اپنے شدید رنج وغم کا اظہار کیااوراسے اسلامی دنیا میں ایک خلاء سے تعبیر کیا۔ والد صاحب نے حضرت حکیم الاسلامؒ اورحضرت حجۃ الاسلامؒ کے مخصوص علم کلام کواپنا موضوع بنایا اور ابتداء اس میں گہری دلچسپی لیتے ہوئے اس کا معتد بہ مطالعہ کیا، پھر آپ کی زمام قلم

❖ استاذ حدیث دارالعلوم وقف دیوبند

سیرت نگاری کی طرف مڑ گئی اور اپنے والد محترم حضرت حکیم الاسلامؒ کی وفات کے بعد جب انہوں نے تدریس کے مشغلہ کو اختیار کیا اور علم حدیث ان کا خاص موضوع بنا اور یہی آخر عمر تک ان کی دلچسپی اور محنت کا محور رہا۔ ان کے وسیع اور ہمہ گیر مطالعہ اور فکری رسائی کا نتیجہ تھا کہ وہ ہر اجتماع میں ایک نئے موضوع کو اپناتے تھے اور آخر کلام تک اس سے ہٹتے نہیں تھے بلکہ اس کے تمام گوشوں اور جوانب کا احاطہ کرتے تھے اور اس پر قائم رہتے تھے۔ چوں کہ تصنیف و تالیف میں سیرت نگاری آپ کا سب سے اہم اور بڑا موضوع رہا، اس لئے قدرتی طور پر تقریر میں ہیں۔ آپ نے سیرت طیبہ کے موضوع کو ہی اپنایا اور اکثر و بیشتر اس پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ ہر خطاب میں آپ ایسی نادر تحقیقات پیش کرتے تھے جن کا یکجا ملنا آسان کام نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر و تقریر دونوں کو علمی و تحقیقی دنیا میں اور عوامی اجتماعات میں بہت پذیرائی ملی، آپ کا نام اور شرکت کا اعلان کسی بھی جلسہ اور اجتماع کی کامیابی کی ضمانت بن جاتا تھا۔ آپ کی ملنسار، متواضع اور مرنجا مرنج شخصیت عوام و خواص دونوں میں یکساں طور پر مقبول تھی۔ ان کے خاص تلامذہ جنہوں نے درجہ میں آپ سے علم حاصل کیا، سینکڑوں ہیں اور تقریروں کے ذریعہ آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان سب کو آپ سے عقیدت و محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے ملاقات کے لئے صرف طلبہ ہی نہیں بلکہ ہر میدان عمل کو لوگ آتے تھے اور آپ کے علمی نکات اور تجربوں سے فائدہ اٹھاتے رہے، آپ کی طبیعت کا تحمل اور عجز و انکساری سب ملنے والوں کے لئے متاثر کن ہوتا تھا۔ والد صاحب مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ میں ایسی گوناگوں صفات اور خصوصیات جمع تھیں جنہوں نے انہیں اپنے دور کی ممتاز شخصیات میں شامل کر دیا تھا۔ انہوں نے تحریر و تقریر، تعلیم و تربیت اور فکر و فن کے ذریعہ پوری ملت کی نمایاں اور قابل قدر خدمات انجام دیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی رحلت کی خبر سے علمی و دینی حلقوں میں عمومی رنج و غم محسوس کیا گیا اور تعزیتی نشستوں اور اجتماعات کا اہتمام کیا گیا جن کا سلسلہ تادم تحریر جاری ہے۔ آپ کو علمی دنیا ایک مصنف، مدبر، مفکر، مدرس، خطیب، واعظ، مربی اور شاعر کی حیثیت سے جانتی ہے۔

کسی شخصیت کی بڑائی اور عظمت کی ایک دلیل یہ ہوتی ہے کہ اس کے معاصر اس کا اعتراف کرتے ہوں، مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کو بھی ان کے ہم عصر ایک بلند پایہ اور عظیم المرتبہ عالم کی حیثیت سے جانتے تھے، ان کی فطری سادگی ہی دیوبند کے اسلاف کی جھلک نظر آتی تھی، ان کی زندگی سراپا جہد و عمل تھی اور انہوں نے اپنے پچاس سال پر محیط تعلیمی و تربیتی دور میں بے شمار علماء اور اساتذہ تیار کئے جو آپ کی نسبت کے حامل اور آپ کے نام لیوا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اربابِ بصیرت نے اس کا برملا اعتراف کیا کہ ان کے مقام علمی کی مثال ملنی مشکل ہے۔ ان کے سانحہ وفات سے نہ صرف دینی علوم بلکہ ادب کا بھی نقصان ہوا کہ جو جواہر پارے اور علم و حکمت کے موتی ان کی زبان و قلم سے نکلتے رہتے تھے وہ بند ہو گئے اور ان کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ انہوں نے اپنے بعد والوں کے

لئے بیش قیمت علمی وفنی سرمایہ چھوڑا ہے، جس سے اہل علم لمبے عرصہ تک استفادہ کرتے رہیں گے۔ان کا ایک خصوصی وصف ان کی خوش اخلاقی بھی تھی، جس نے اپنوں اور پرایوں کو ان کا گرویدہ بنادیا تھا،ان کے وابستگان ان کی سادہ لوحی کو جانتے تھے اور ان کے بعد ان کے لئے دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی علمی ودینی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ان کو آخرت میں بلند درجات عطا فرمائے۔ چوں کہ دور حاضر کے اکثر اہل علم ان سے عمر میں چھوٹے ہیں اس لئے سب ان کو ایک بزرگ عالم دین کی حیثیت سے جانتے اور یاد کرتے تھے، وہ دیوبند کی علمی وراثت کے امین ومحافظ تھے۔انہوں نے اپنے جدامجد کے علوم کا عمیق مطالعہ کیا تھا،ان کے مضامین ان کے ذہن میں حاضر تھے۔اسی وجہ سے انہیں اپنے والد محترم کی طرح قاسمی علوم کی تعبیر وتشریح اور بیان پر عبور حاصل تھا جو اس لائن کے ساتھ ان کی گہری مناسبت اور وابستگی کی دلیل تھا۔قرب وجوار کے جملہ مدارس وادارے ان سے وابستہ تھے اور ان کو آپؒ سے گہری نسبت وعقیدت کا تعلق تھا۔اسی لئے وہ حضرات اجتماعات اور جلسوں میں بصد خلوص وتعلق ان کو بلاتے اور دعوت دیتے تھے اور آپؒ کی فکر وتدبر اور طویل وسیع تجربات سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ان تمام معاہد ومدارس نے حضرت والا کی وفات پر صدمہ محسوس کیا، وہ گذشتہ چند ماہ سے مرض میں مبتلا تھے لیکن کبھی زبان پر حرف شکایت نہ آنے دیا۔صبر اور شکر پوری زندگی ان کا شیوہ رہا۔آج ہمارے سر سے ان کا سایہ اٹھ گیا،اب ہم ان کے مفید مشوروں اور طویل تجربات اور ان کی شفقتوں سے محروم ہوگئے لیکن یہ خدائی فیصلہ ہے کہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور خدائی فیصلہ میں تقدیم وتاخیر اور تغیر وتبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس پر صبر کرنا ہی مومن کی شان ہے۔علم وعمل کا پیکر ہونے کے ساتھ ان کی ایک خاص صفت منتظم کی تھی۔جب کوئی بڑی ذمہ داری ان کے سامنے آتی تھی تو اس صفت کے جوہر پوری طرح عیاں اور تابندہ ہوجاتے تھے،لیکن چوں کہ ان کی شخصیت میں اظہار کا کوئی پہلو نہیں تھا اس لئے یہ صفت ان کے قریبی متوسلین کے علاوہ جملہ متعلقین سے پوشیدہ رہی۔ جب وہ کوئی کام ہاتھ میں لیتے تھے تو اسے تکمیل تک پہنچائے بغیر نہیں رہتے تھے۔خواہ اس کے لئے انہیں کتنی ہی محنت کرنی پڑے، وہ اس کے لئے رات دن ایک کردیتے تھے اور یہ ان کی صلاحیتوں اور قوتِ عمل کا ایک امتحان بن جاتا تھا، جس میں کامیابی کے لئے وہ اپنا وقت، سرمایہ یہاں تک کہ صحت کو بھی داؤ پر لگا دیتے تھے،اس کے ساتھ پیچیدہ امور کا حل تلاش کرنے میں ان کی دوراندیشی ضرب المثل تھی۔یہی وجہ ہے کہ اہم اور نازک ذمہ داریاں ان کو سونپی گئیں اور وہ ہمیشہ کامیابی کے ساتھ ان سے عہدہ برآ ہوئے۔

ان کے انتقال پر پورے برصغیر میں اہل علم ودانش نے ان کو خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی خدمات بر ملا اعتراف کرتے ہوئے ان کے لئے مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعاء کی۔آج وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان سے استفادہ کرنے والے ہزاروں افراد ملک وبیرونِ ملک میں علم وفن کی خدمت میں مصروف ہیں، یہ ان شاء اللہ ان کے حق میں صدقۂ جاریہ ہوگا، جس کا اجر ان کو پہنچتا رہے گا۔

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مفتی محمد احسان قاسمی ندوی ❖

یہ دنیا اختلافات سے بھری ہوئی ہے، یہاں لوگ بدیہی امور کو بھی مختلف فیہ بنا دیتے ہیں، اگر چہ اس اختلاف کا مدار کبھی علم و تجربات کی گہرائی ہوتی ہے لیکن اکثر تشدد، ریاء کبر ہوتا ہے۔ الغرض اختلافات سے لبریز اس عالم میں چند امور ایسے ہیں جن میں اتفاق سے کسی طرح مفر نہیں ہے، ان پر خواہی نہ خواہی متفق رہنا ایسی بے بسی ہے کہ اس میں کوئی قوت ہزار خواہشوں کے باوجود پیدا کرنا امر محال ہے۔ ایسے ہی امور میں ہر ذی نفس کے لئے موت اور فنا ہے **کلُّ نفسٍ ذائقةُ الموت** مالک کائنات و خالقِ مخلوقات ہی ذاتِ واحد ہے کہ اس کے لئے نہ کبھی عدم تھا، نہ زوال ہے اور نہ ہی موت و فنا کا وہاں آئندہ کوئی تصور **وَ یَبْقٰی وجْهُ رَبِكَ ذو الجلالِ والاکرام**.

اذہان عالم پہلے سے اس بات کے لئے تیار ہیں کہ ہر مخلوق کے لئے فنا ہے، جمادات ہوں یا حیوانات یا ان سے آگے بڑھ کر انسان ہوں، ہر آنے والا جاتا ہے، کسی کے جانے سے ایک فرد کا، کسی کے جانے سے ایک گھرانے کا کسی کے جانے سے ایک معاشرہ کا اور کسی کی موت سے عالمی طور پر خلا پیدا ہوتا ہے اور جب کوئی ایسا عالم دنیا سے رخصت ہوتا ہے جس کا علم کا فیض عام ہو، دور تک اور دیر تک لوگ اس کے علم سے نفع حاصل کرتے ہوں تو اس کے رخصت ہونے کا احساس بھی عمومی اور گہرا ہوتا ہے۔ ایسی ہی چند و چنیدہ شخصیات میں ماضی قریب میں ہمیں داغ مفارقت دینے والی ایک غیر معمولی اہمیت کی حامل شخصیت متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی نور اللہ مرقدہٗ کی ہے۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے قابل قدر و لائق ذکر متعدد اوصاف و خصائل کو جمع کر دیا تھا جن میں ایک ان کی خاندانی شرافت و نجابت تھی۔ حجۃ اللہ فی الارض حضرت الامام الاکبر مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ بانی دار العلوم دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص و تقویٰ اور فہم و فراست کی ایسی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا تھا جس کی شمع روشن سے آج تک عالم فیض یافتہ ہے اور وہ اس شمع فروزاں سے نہ جانے کب تک دنیا منزلیں طے کرتی رہے گی۔ ان کے بعد بڑی قد آور شخصیت شمس العلماء حضرت

❖ استاذ حدیث دار العلوم وقف دیوبند

مولانا حافظ احمد قاسمی نور اللہ مرقدہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور ان کے بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب نور اللہ مرقدہٗ جو ایک طویل مدت تک مہتمم دارالعلوم دیوبند کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ محدث، مفسر، مفکر، مورخ، مدبر، مقرر، داعی و خطیب کی حیثیت سے سنہرے قلم سے لکھے جانے کے لائق خدمات انجام دیتے رہے۔ حضرت حکیم الاسلامؒ کے صاحبزادگان میں سے حضرت مولانا محمد اسلم صاحبؒ منجھلے صاحبزادے تھے۔ ألولد سرٌ لابیہ قاسمی حکیم الاسلامؒ کے اخلاق و علوم کا ایک حصہ وافر اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کو عطیہ فرمایا تھا۔

حضرت مرحوم کو مشہور صد سالہ اجلاس کے انتظامات کی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں تو رفقہاء کار نے قریب سے دیکھا کہ حضرت نے اس بے مثال جم غفیر کے لئے ایسے انتظامات فرمائے جن سے حضرت کی انتظامی صلاحیتیں سامنے آئیں، عرب و عجم سے آنے والے موقر وفود مہمانوں کے فرقِ مراتب، ان کے قیام و طعام اور سفر میں سہولیات بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ عوام کے ازدحام کے خورد و نوش کی نگرانی، قصبہ میں دوکانداروں، ہوٹلوں تک کی یہ نگرانی کہ مہمانوں کی ضروریات پوری کئے جانے میں کوئی خلل وقع نہ ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ اتنے بڑے نظم و نسق کی ذمہ داری ہوتے ہوئے بھی مزاج میں پورے طور پر تحمل اور حالات پر ہمہ جہت کنٹرول کو انہوں نے ہاتھ سے جانے نہیں جانے دیا۔ صد سالہ کے کامیاب انتظام و انصرام نے ان کی انتظامی صلاحیتوں کا لوہا مننے کے لئے لوگوں کو حیران کر دیا۔

درس و تدریس حضرت مرحوم کا خاص و محبوب مشغلہ رہا، اس ذیل میں متعدد علوم و فنون کی کتابیں ان کے زیر درس رہیں، تفسیر قرآن میں خصوصیت کے ساتھ ان کا معیار نمایاں تھا اور وہ مفسر قرآن کے نام سے مشہور ہوئے۔ تفسیر کے اسباق ان سے کئی سالوں تک متعلق رہے اور ان کا درس طلبہ میں بہت مقبول رہا، تاہم حدیث کی اہم ترین کتب سب سے زیادہ ان سے متعلق رہیں۔ حدیث کی متعدد کتابیں اس کامیاب انداز پر انہوں نے پڑھائیں کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے علوم و معارف کے جانشین، فخر المحدثین حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ سابق شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند کی وفات حسرت آیات کے بعد نظامت تعلیمات و صدارت تدریس کے اہم منصب کے لئے حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کا حسنِ انتخاب عمل میں آیا۔ منصب صدارت و نظامت کے دورانِ تحمل مزاجی، خوش اخلاقی، اعلیٰ ظرفی اور متانت و سنجیدگی کے ساتھ ایثار و قربانی سے مرحوم نے اس منصب کو زینت بخشی۔ درس حدیث میں ان کا انداز ادیبانہ ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم ہوتا تھا۔ وہ طلبہ کے ذہنوں سے قریب جا کر احادیث مقدسہ اور عبادات کی سہل و دل نشین تشریح فرماتے تھے۔ تقریر نہ اتنی طویل ہوتی تھی کہ تعب ہو اور نہ اس درجہ مختصر کہ حل عبارات و توضیح مسلسل کی کوئی خلل ہو۔

ان کی زندگی کے نمایاں اوصاف میں ایک اہم وصف خطابت کے میدان کو کامیاب ترین انداز پر سر کر لینا تھا۔ حضرتؒ جس اجلاس کی دعوت کو قبول فرما لیتے، وہاں کے سامعین آپ کی آمد کے منتظر رہتے تھے، عام موضوعات ہوں یا خاص عنوانات ہر موقع پر وہ اپنا ایک الگ ہی اثر چھوڑتے تھے، تقریر میں قرآن کریم کی آیات، تفسیری نکات بیان فرماتے اور موضوع سے متعلق اتنی احادیث نوک بر زبان ہوتی تھیں کہ عوام نہیں بلکہ بڑے بڑے اہل علم بھی انگشت بدنداں نظر آتے تھے، بالخصوص معاملات اخلاقیات اور سیرت کے مضامین کے ذریعہ وہ معاشرہ میں اپنی حمیت اور انبیاء علیہم السلام وصلحاء عظام سے عشق پیدا کر دیتے، تاریخی واقعات سے بھی اپنے مستدل کو نرالے انداز پر مدلل فرماتے، خاص بات یہ ہے کہ ان کی تقریر سے خوف وہراس، یاس وقنوط اور حسرتیں وناکامیاں ونامرادیاں نہیں ملتی تھیں بلکہ امتِ مسلمہ نے کیا کیا ہے اور کیا کر سکتی ہے عزائم، بلندیاں اور حوصلوں کے ساتھ آگے بڑھنے اور کچھ کر گزرنے کے جذبات ابھرتے تھے، وہ امت مسلمہ کے مستقبل کو تاریک نہیں بلکہ دلائل قویہ کی روشنی میں روشن رکھتے تھے۔

حاصل یہ کہ ہر آنے جانے والے میں کچھ خصوصیات ہوتی ہیں لیکن حضرتؒ کو ذوالجلال والاکرام نے ایسی اہم ترین صفات سے مزین فرمایا تھا کہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ:

اولئك آبائی فجئنی بمثلهم

اذا جمعتنا يا جرير المجامع

اللہ تعالیٰ ان کے مرقد کو اپنے خصوصی انوار سے منور فرمائیں، امت مسلمہ کی رہنمائی کے ذرائع پیدا ہوں اور مرحوم کا گھر گھرانہ ہر طرح سے آباد رہے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر ❖

زندگی کے سفر کو آسان بھی کہئے اور مشکل بھی، آسان اس وقت جب رضائے رب انسان کی منزل ہو اور مشکل جب اپنے خالق سے دوری ہو، ایسے ہی ہم موت کو دیکھتے ہیں یہ اس وقت بہت سہل جب ایمائے خدا کے تحت بسر ہو، اور دشوار ایسے کہ جب حکمِ الٰہی سے سرتابی ہو، حکمِ رب ہوا موت آگئی، اب اس موت کو طبعی اور فطری طور پر محسوس کیا جائے گا اور یقینی انداز میں جانے والے سے اپنے تعلق اور رشتے کی بنیاد پر احساس اور درد ہوگا، یہی موت اگر اس نظر سے دیکھی جائے کہ ہر ایک کو لوٹنا ہے اور سب اپنے خالق کے پاس واپس جائیں گے اور ہر ایک ذی روح کو اس مرحلہ سے گزرنا ہے تو صبر اور رضا خداوندِ قدوس کی جانب سے نعمت اور رحمت کا سبب، حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب نوراللہ مرقدہ کئی سال بیمار رہ کر اس عالمِ فانی سے اس عالم کی طرف رُخ کر گئے جہاں سب کو جانا ہے، سب کا ٹھکانا وہی ہے اور سب کو وہیں بود و باش اختیار کرنی ہے، یہاں کا قیام عارضی ہے، آدمی کچھ وقت یہاں بتائے گا، کچھ زمانہ رہے گا، کچھ ماہ وسال گزارے گا، جائے گا ضرور، جانے کا یہ سلسلہ جاری ہے لیکن جب کوئی بڑا رخصت ہوتا ہے اور جب کسی عالمِ دین کے کوچ کی آواز بلند ہوتی ہے تو محرومیوں کے سائے لمبے ہوجاتے ہیں اور حرماں نصیبی کا احساس شدت اختیار کرلیتا ہے، بہت سے بڑے رخصت ہوگئے بلکہ کبھی بات احباب اور چھوٹوں تک پہنچ جاتی ہے، موت کی گرم بازاری جاری ہے، حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کے وصال نے ان زخموں کے منہ کھول دیئے وقت نے خود جن کو رفو کیا تھا، زندگی اب فقط رنج وغم کا مرکز بن کر رہ گئی ہے، ہر جانے والا پچھلے کا غم تازہ کرجاتا ہے اور مرحوم کا سراپا نگاہ کے سامنے اس طرح پھرنے لگتا ہے کہ اطراف وجوانب میں غموں کے بادل کے سوا کچھ بھی نہیں رہتا، آنکھوں میں آنسو، ہمہ وقت برسات کی سی کیفیت بہ قول شاعر:

زندگی کے سارے موسم آ کے رخصت ہوگئے
میری آنکھوں میں کہیں برسات باقی رہ گئی

❖ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ ان لوگوں میں سے تھے جنھیں شعور کی آنکھیں کھولتے ہی دیکھا ان کے شباب کا زمانہ، پھر ان کی کہولت کا وقت اور اب بیماریوں سے گھرے ہوئے ان کے ماہ وسال، سب ہمارے سامنے ہیں، گزرا ہوا وقت جب شباب کی رعنائیاں ان کے ہم عناں تھیں، وہ بڑا خوبصورت اور حسین زمانہ تھا والدِ مرحوم کے دفتر رسالہ ''دارالعلوم'' میں حضرت مولانا اسلم قاسمی صاحبؒ، سید محبوب رضویؒ، مولانا عبدالحقؒ پیش کار، مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحیؒ، مولانا سید انظر شاہ مسعودیؒ، مولانا عبداللہ جاوید، مولانا قاری عبداللہ سلیم وغیرہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے دم سے یہ مجلس آراستہ تھی، اس مجلس میں کبھی مولانا محمد عثمانؒ صاحب سابق چیئرمین، مولانا محمد حسین بہاریؒ، مولانا بدرالحسن دربھنگوی، حکیم عزیز الرحمٰن اعظمیؒ، مولانا ارشاد احمد فیض آبادیؒ، مولانا عزیزؒ (بی اے) اور قاری نعمانؒ بھی آجایا کرتے تھے، اس مجلس کا اپنا ایک رنگ تھا یہ رنگ اتنا غالب اور گہرا تھا کہ اس نوع کی کوئی اور مجلس احاطۂ دارالعلوم میں نہیں تھی گو اور حضرات کی مجلسیں بھی تھیں مگر دفتر ''دارالعلوم'' کی اس مجلس کا سا انداز کہیں نہ تھا۔

سطورِ بالا میں جو ہم نے تحریر کیا وہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کی زندگی کا ایک ایسا رخ ہے جس سے ان کے بے شمار واقف کار آگاہی رکھتے ہیں، ان کی شخصیت گوناگوں تھی ان کی ذات میں رب العزت نے تقریر، تدریس، تحریر کا جوہر اس توازن کے ساتھ رکھا تھا کہ جب وہ اس میدان میں داخل ہوئے تو تینوں جگہوں پر چند ہی سال میں ان کی انفرادیت کو تسلیم کرلیا گیا۔ تدریس اور تقریر سے پہلے ان کی تحریری زندگی سامنے آچکی تھی وہ اس طرح کہ مشہور زمانہ کتاب ''سیرت حلبیہ'' کا انھوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ ترجمہ کیا تھا جو بامحاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی سلیس، سادہ اور شگفتہ تھا اس کے علاوہ بچوں کے لیے سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے مختصر کتابچوں پر مشتمل ایک نصاب بھی ترتیب دے چکے تھے، ''سیرتِ حلبیہ'' اور بچوں کے لیے لکھی گئی اس کتاب میں جو بنیادی فرق ہے اسے وہ لوگ زیادہ بہتر طریقے پر سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے ان دونوں کتابوں کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا ہے، ''سیرتِ حلبیہ'' کے مترجم کی حیثیت سے وہ ایک بلند پایہ صاحبِ قلم اور وسیع مطالعہ کے مالک انسان نظر آتے ہیں اور بچوں کے لیے لکھی گئی کتاب سے عیاں ہوتا ہے انھیں بچوں کے ذہن کے اعتبار سے تحریریں لکھنے کا خوب بلکہ اعلیٰ سلیقہ تھا۔ ان کتابوں کے جملے، عبارتیں اور سہل انداز اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مولانا مرحوم اس بات پر بخوبی آگاہ تھے کہ بچوں کے لیے کس طرح کی زبان لکھی جائے اور کتنا آسان سے آسان لکھ کر پیش کیا جائے۔

حضرت مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے جتنی مہارت تدریس میں عطا کی تھی اتنا ہی ملکہ تقریر میں بھی

حاصل تھا تقریر عوام وخواص دونوں کے لیے ہوتی تھی وہ انتہائی سکون واطمینان کے ساتھ تقریر کا آغاز کرتے، بڑے منجھے ہوئے انداز میں خطاب کرتے، قرآن واحادیث کا بڑا ذخیرہ ان کے ذہن میں محفوظ تھا جو دورانِ تقریر بڑی خوبصورتی کے ساتھ تقریر کا حصہ بنتا، رواں انداز تھا، لہجہ کے اتار چڑھاؤ اور تقریر کے دوران نشیب وفراز سے اس آسانی کے ساتھ گذرتے کہ سننے والا مسحور ہوجاتا، مختلف موضوعات پر کلام کرتے اور کامل کلام کرتے، سیرتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے خطبات کا انداز بڑا والہانہ اور فدایانہ تھا، سیرت کے ہر ہر پہلو کو حسبِ موقع اور حسبِ محل ذکر کرتے، تقریر میں اتنی چاشنی اور جماؤ تھا کہ تقریر لمبی ہونے کے باوجود لوگ اکتاہٹ کے شکار نہیں ہوتے تھے، سامعین ہمہ تن گوش رہتے اور ان کی توجہ آپ کی جانب رہتی، آپ گھنٹوں گل افشانئ گفتار کا مظاہرہ کرتے، ایسے ہی تحریر کا معاملہ تھا آپ کی تحریریں اسلوب وادا کا ایک شاہکار اور زبان وبیان کا درِّ شاہوار ہیں آپ کے قلم سے نکلی ہوئی تحریریں پختہ قلم کار کی تحریروں کی طرح اپنا لوہا تسلیم کراتی ہیں، شگفتہ اور شاداب انداز، شیرینی اور حلاوت سے بھرپور، پڑھنے والے کے ذہن پر فوری اثر انداز ہونے والیں، جو پڑھے اس احساس کے ساتھ پڑھے کہ وہ اردو کے ایک نامور اور شہرۂ آفاق صاحبِ قلم کی تحریروں سے استفادہ کررہا ہے، مولانا مرحوم کا مطالعہ بلاشبہ وسیع تھا ان کی تحریروں سے ان کے مطالعہ کی گہرائی اور وسعت ہر اقتباس سے جھلکتی ہے۔ زبان کی نزاکت اور اس کے بنیادی اسالیب پر ان کی گہری نظر تھی اس لیے ان کے یہاں حسین جملے، دل موہ لینے والی عبارتیں اور چابک دستی کا اظہار کرتے اقتباسات، ہر مضمون میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہم اپنی اس بات کے لیے بطورِ ثبوت حضرت مولانا مرحوم کی تحریروں سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے مولانا مرحوم کی قلم پر گرفت اور مختلف اسالیب پر نظر کا اندازہ آسانی کے ساتھ ہوتا ہے مولانا کی مختلف تحریروں اور ریڈیائی تقریروں پر مشتمل ایک مجموعہ ''قاسمی تقریریں'' کے نام سے ۲۰۰۲ء میں منظر عام پر آیا اس میں شامل ایک مضمون ''محسنِ انسانیت'' کا ایک اقتباس مولانا کی خوبئ تحریر کا عکاس ہے:

> ''اس اٹھتے شباب اور نوجوانی کے تقاضوں کے برخلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلچسپیاں دوسری ہی قسم کی تھیں پریشان حالوں کی خبر گیری اور مظلوموں کی مدد آپ کا محبوب مشغلہ تھا، گرتوں کا سہارا بننا اور ظلم سے نفرت اس جداگانہ فطرت کے نوجوان کی طبیعت تھی، جہاں فحش شعر وشاعری اور ہوس کارانہ عشق وعاشقی ہر جوان مرد وعورت کا ضروری مشغلہ تھا وہاں خاندان ابراہیمی کے اس چشم وچراغ نے کبھی اپنے دامان نگاہ کو بھی میلا نہ ہونے دیا، مکے کے اس سجیلے اور شریف وپاک دامن نوجوان کے لیے قریش کی شوخ وشنگ دوشیزائیں دیدہ ودل فرش راہ کرنا چاہتی تھیں، مگر کسی اور ہی

دنیا کے اس امین و پارسا نوجوان نے ان البیلی جوانیوں کو ذرا سا بھی خراجِ نگاہ نہ دیا بلکہ شریکِ زندگی بنانے کے لیے اس پاکیزہ دل نوجوان نے چُنا بھی تو مکے کی ایک چالیس سالہ معزز بیوہ کو جو شرافت اور عفت وعصمت کا پیکر تھی''۔(۱)

اقتباسِ بالا سے حضرت مولانا مرحوم کے تحریری اختصاصات کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے، خاندانِ قاسمی کے اس فرد نے اپنے آباوٴاجداد کی علمی فلک پیمائیوں کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ دورِ جدید کے اسلوب وآہنگ میں ڈھال کر ذہن وفہم کے قریب تر کردیا شگفتگی اور شادابی ان کی تحریروں کا خاصہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کے مزاج اور اخلاق کا نمونہ اس کی تحریریں بھی ہوتی ہیں، خشک مزاج انسان یا اس سے آگے بڑھ کر اگر کوئی آدمی بدمزاج ہے تو اس کی تحریروں میں بھی یہ رنگ غالب رہتا ہے، شگفتگی اور حلاوت انسان کے باطن سے تعلق رکھتی ہے اور وہی انسان کے عمل وفعل سے بھی جھلکتی ہے، مولانا خوش مزاج تھے، اچھے اخلاق کے مالک تھے، طبیعت میں نظافت اور سادگی تھی، یہی سادگی تحریروں کا حصہ بنی۔ درجِ ذیل اقتباس سے مولانا کی تحریری رفعتوں اور صلاحیتوں کا آسانی کے ساتھ احاطہ کیا جاسکتا ہے:

''یہ اس خلقِ عظیم کا کرشمہ تھا جس کی زرنگار مسند مشیتِ خداوندی نے خاص آپ کے لیے آراستہ فرمائی یہی وہ جلوہ گاہِ محمدی ہے جس کی تنویر اخلاق سے آنکھیں چکا چوند ہیں، جس حقیقت کی ابتداء بے سروسامانی اور کسمپرسی سے ہوئی اس کو خلق عظیم نے علم وتقویٰ کے چاندتاروں کی محفل بنادیا، صحابہ کرامؓ جو اس انجمن کے مہ وخورشید بنے وہ اسی حقیقت اسی نبوت اور اسی خلق عظیم کا ایک معجزہ تھا وہی جو کل تک جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے آج جاں نثارانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صف میں کھڑے تھے، تاکہ ناموسِ رسالت کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا کر زندگی سے سرخرو ہوں، یہ سب اسی اخلاقِ محمدی کے اسیر تھے جس نے انھیں فرشِ خاک سے اٹھا کر اوجِ ثریا سے ہمکنار کردیا اور یہ اسی شمع کے پروانے بن چکے تھے جو رسالت ونبوت کا آفتاب ہوکر بھی ذرّوں کی خدمت کرتا تھا''۔(۲)

سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مولانا کا مطالعہ زبردست تھا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بے شمار گوشے ایسے ہیں جن تک ہر شخص کی رسائی نہیں ہوپاتی، آپ کی خلوت وجلوت کے ہزار پہلو وہ ہیں جن پر باخبر ہونے کا دعویٰ کوئی نہیں کرسکتا مولانا مرحوم کے سامنے سیرت کی قدیم وجدید کتابوں کا

(۱) قاسمی تقریریں: ص/۱۰-۱۱

(۲) قاسمی تقریریں: ص/۵۰

ذخیرہ تھا،کئی سال آپ نے اس ذخیرہ کوڈوب کر پڑھااور وہ لعل وگوہر اپنی تقریر اورتحریر کا حصہ بنائے جو اکثر مقررین یا لکھنے والوں کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں یہی سبب ہے کہ مولانا جب سیرت کے موضوع پر خامہ فرسائی کرتے ہیں تو ان کی انفرادیت کے نقوش خود بخود ابھرتے جاتے ہیں اور یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مولانا نے بڑی دیدہ ریزی اورلگن وجذبہ سے سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھا ہے ان کی تحریروں سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ وہ مختلف مثالوں ،تشبیہات اوراستعارات سے اپنی بات کوحسن عطاء کرتے تھےاوران کے زرنگار قلم سے جوتحریریں وجود میں آئیں وہ انھیں صفحۂ اوّل کےقلم کاروں میں جگہ دیتی ہیں مثال کےطور پر یہ اقتباس پڑھیے:

’’تاہم آپ کی پیغمبرانہ سیرت کی اصل بنیادعقائدوعبادات ہی قرار پاتی ہیں، کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خودبھی اسلام کی اصل بنیادعقائد،عبادات اوراخلاق کوقراردیا کہ انہی بنیادوں پراصل معاشرات ومعاملات کی تعمیرات اٹھتی ہیں، چناں چہ نبوت سے پہلےبھی مکے کے اس یکتائے روزگارنوجوان کا حال یہ ہے کہ معاشی ذمہ داریوں اورخانگی مصروفیات سے ذرا بھی کچھ وقت نکال پاتا ہےتواس عالم شباب میں بھی اس فرصت کورنگینیوں میں صرف کرنے کے بجائے غارِحراء کی ویران تنہائیوں میں گزارتا ہے یہاں اس عالم کے نظام کوسوچتا ہےتو اس کی پاکیزہ فطرت اسےفطرت خلاق عالم اوراس کی توحید کی طرف متوجہ کرتی ہے کائنات پرغوروفکر کے ان لمحات میں خالقِ کائنات کی کبریائی اور بے پناہ عظمت کے تصور سے اس کا سر آستانۂ قدرت پر جھک جاتا ہے اوروہ اس کی بندگی کاحق ادا کرنے کے لیےاسی سے دعائیں مانگتا ہے عرب کےاس فاسد ماحول میں اس نوجوان کی عین عالمِ شباب میں یہ فرصتیں ذوق عبادت اور آرزوئے بندگی میں گزرتی ہیں کہ یہی مقصدزندگی ہے۔

پھراخلاقی اعتبار سےعرب کےاس بےحیاءاورعیاش معاشرے میں یہ انوکھا نوجوان جب شباب کی رعنائیوں کے دور میں شادی کا ارادہ کرتا ہےتواس کا پاکیزہ انتخاب بھی انوکھا ہوتا ہےوہ مکے کی شوخ وبے باک دوشیزاؤں کوذراسابھی خراج نگاہ دینے کے بجائےانتخاب کرتا ہے توایک پاکبازمعمر خاتون خدیجہ بنت خویلد کا جوایک بیوہ عورت ہیں اور شباب کی دہلیز پار کرچکی ہیں،اس انتخاب کی بنیادحسن ورعنائی نہیں بلکہ اس خاتون کی پاکبازی اور بلنداخلاقی ہے،اس بلند ہمت اورعفیف نوجوان کی جوان العمری کی مصروفیتیں سیروتفریح اورخوش باشی نہیں بلکہ اس کی عالی ظرفی کا آئینہ ہیں‘‘۔(۱)

---

(۱) قاسمی تقریریں:ص/۳۶

شخصیت نگاری ایک الگ فن ہے اوراس میں وہی لوگ کامیاب ہیں جنھیں اللہ نے شخصیت کے ظاہر وباطن کو سمجھنے کا ملکہ، اخلاق وعادات کو پرکھنے کا ذوق، سلوک ومعاملات کو جاننے کی سمجھ، انسانی طبائع اور فطرتوں پر آگاہی کی نعمت عطا فرمائی ہے جو شخص خدا کی اس دَین سے خالی ہے وہ موجود شخصیت یا مرحوم شخصیت جس کو اس نے قریب سے دیکھا کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کو اللہ نے اس عطیہ سے بھی محروم نہیں فرمایا تھا ان کے تعلقات جن شخصیات سے تھے انھوں نے بغور ان کے شب وروز کو دیکھا تھا، ان کی افتادِ طبع علم، عمل اور کمالات تک رسائی حاصل کی تھی اس لیے متعلقہ شخصیت پر ان کی تحریر بڑی جاذب نظر اور شخصیت کے اندرون کا وضاحت کے ساتھ بیان ہے حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ جن سے مولانا مرحوم کو قربت تھی اور اچھے تعلقات تھے ان کے وصال پر مولانا نے اپنے جذبات وتاثرات کا اظہار کیا ہے اور حضرت مفتی صاحب کی طبیعت اور مزاج کو بیان کیا ہے، پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے مولانا مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

> ''یہاں مسجد دارالعلوم کے احاطہ میں ایک کشادہ کمرہ میں موصوف کی رہائش ہوئی آپ ایک طرف جہاں ایک باوقار اور عام طور پر سنجیدہ مزاج کے مالک تھے وہیں احباب کے درمیان ایک بے حد شگفتہ طبیعت شخص نظر آئے حاضر جوابی اور جملوں کی برجستگی آپ کے مزاج کا ایک حصہ تھا دورانِ گفتگو ہمیشہ اس کا تجربہ ہوتا کہ کسی نے کوئی جملہ بولا اور مفتی صاحب نے ان ہی الفاظ کے مفہوم مخالف سے ایک دوسری ہی بات پیدا کردی، جس سے بولنے والا بندھ کر رہ گیا اور مجلس زعفران زار ہوگئی۔ آپ نہایت ہنس مکھ اور عمومی طور پر مزاجاً حلیم وسلیم طبیعت کے مالک تھے غصہ وخفگی بحالت مجبوری ہی نمایاں ہوتی ہوگی، ورنہ عام حالات میں ہر آنے والا بہت جلد آپ کے اخلاق اور نرم مزاجی کی بدولت آپ سے مانوس ہوجاتا تھا اس پر مستزاد آپ کی بذلہ سنجی اور نکتہ آفرینی تھی جو ملاقاتی کو چند لمحوں میں آپ سے قریب کردیتی تھی''۔(۱)

عمومی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ علماء لکھنے پڑھنے کے کام تو کرلیتے ہیں اور ان کی تحریروں کا ایک خاص رنگ بھی ہوتا ہے مگر وہ مختلف اصنافِ سخن کو گہرائی سے نہیں جانتے اور نہ سمجھتے، وہ زبان کے بدلتے پیمانوں سے بھی باخبر نہیں ہوتے اور نہ انھیں یہ پتا ہوتا کہ کس صنف کا کیا مزاج ہے اور اس کی بنیادیں کیا ہیں، حضرت مولانا اسلم قاسمی صاحبؒ کی تحریر سے اس بات کی نفی ہوتی ہے، والد مرحوم مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصرؒ کی کتاب ''یادگارِ زمانہ ہیں یہ لوگ'' جب انھیں کی زندگی میں پہلی بار شائع ہوئی تو اس پر محترم مولانا

(۱) قاسمی تقریریں: ص/۲۲۱

محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی صاحب کا مقدمہ تھا، کافی سالوں کے بعد جب فرید بک ڈپو دہلی سے اس کا دوسرا ایڈیشن راقم الحروف کی کوشش سے منظر عام پر آیا تو مقدمۂ ثانی کے عنوان سے حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ نے میری فرمائش پر مقدمہ سپردِ قلم کیا تو ایک جگہ پر یوں لکھا:

''اردو زبان اپنے شعر و ادب کی بناء پر دنیا کی خوبصورت ترین زبان کہلانے کی مستحق ہے اس زبان کے ادب میں جو ندرتِ خیال اور فکری نزاکت کے نمونے ملتے ہیں وہ شاید دنیا کی کسی دوسری زبان میں موجود نہ ہوں گے، پروازِ خیال اور نکتہ سنجی ہمارے شاعروں اور ادیبوں کا امتیازی وصف رہا ہے، چناں چہ شعر و ادب کی کوئی ایسی صنف نہیں جس میں ہمارے ان دانشوروں نے طبع آزمائی نہ کی ہو اور کوئی میدانِ فکر ایسا نہیں جس کو ان حضرات نے اپنی جولا نگاہ نہ بنایا ہو، افسانے ہوں کہ ناول، ڈرامے ہوں کہ مجالس، سفر نامے ہوں کہ ملفوظات، غزل ہو یا نظم، بیت ہو یا رباعی، مسدس ہو یا مخمس، دوہا ہو یا مرثیہ، رزم ہو یا بزم، مناجات ہو یا نعت، اخلاقیات ہوں یا ہزلیات، مدح ہو یا ہجو، روایاتی موزونیت ہو یا آزاد شاعری، منظوم تاریخ ہو یا فلسفہ، شجرۂ تصوف ہو یا جام و ساقی، سجع ہو یا مادۂ تاریخ غرض عشق حقیقی سے لے کر عشق مجازی تک کوئی صنف کلام ایسی نہیں جس سے اردو کا دامن خالی ہو، اس طبقے نے ہر شاہ راہ پر اپنی بالیدگی فکر و تخیل کے ایسے پھول کھلائے کہ چمنستانِ اردو بہا اندر بہار بن گیا یہاں تک کہ دنیا اس زبان کی چاشنی اور الفاظ کی نغمگی کی وجہ سے اردو کو ایک شیریں اور مترنم زبان کہنے لگی''۔(۱)

ہمارے حلقہ کے بے شمار لوگ لکھ رہے ہیں اور ان کی تحریروں سے اخبارات ورسائل زندگی پا رہے ہیں مگر ان لکھنے والوں میں کم ہیں جو باریکی کے ساتھ اصناف کو سمجھتے ہوں یا مختلف عنوانات کے تحت اپنی بات انتہائی سلیقہ اور قرینہ سے پیش کر سکتے ہوں معاف کیجئے ہم میں بہت سوں کی تحریریں حروف والفاظ کی حدود سے باہر نہیں نکل پاتیں، نہ فکر، نہ آمد، نہ حسن، نہ ترتیب بس لکھتے چلے جا رہے ہیں۔ کہاں ٹھہرنا ہے، کہاں سانس لینا ہے، کہاں اختتام ہے، اس کی نہ تو تمیز نہ شعور، بے جان اور بے لطف تحریریں اس پر طنطنہ یہ کہ وہ اعلیٰ ادب کی تخلیق میں مصروف ہیں، وہ تحریر کی باریکی اور نزاکت سے بھی آگاہ نہیں، لفظوں کے الٹ پھیر اور جملوں کی درست نشست سے کیا کام لیا جا سکتا ہے اس سے وہ بے بہرہ ہیں ان میں کچھ وہ بھی ہیں جو حسنِ فکر سے محروم ہیں، اور سنین وتواریخ کے اندراج کو مضمون نگاری خیال کرتے ہیں، سنین وتواریخ کا اہتمام بھی پیدائش یا وفات تک ہی سمٹا ہوا ہے جو ان کے محدود اور معمولی مطالعہ کی چغلی

(۱) قاسمی تقریریں: ص/ ۲۱۵

کھاتا ہے، یہ بات تو ایک حقیقت کے طور پر زیرِ قلم آگئی حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کے سامنے زبان کے مختلف رنگ تھے، اور وہ اصناف کے بنیادی فرق پر بھی نظر رکھتے تھے ''یادگارِ زمانہ ہیں یہ لوگ'' کے مقدمہ میں ان کا تحریر کردہ یہ اقتباس :

''ایک چیز ہے سوانح نگاری جو بہت طویل الذیل موضوع ہے اور جس میں متعلقہ پوری شخصیت یوں سامنے آجاتی ہے جیسے ہم اسے دیکھ رہے اور برت رہے ہیں اسی صنف کا دوسرا رخ ہے خاکہ نویسی جس سے کسی شخص کے متعلق انتہائی مبہم سی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں، لیکن ایک صنف ہے تاثر نگاری جو ان دونوں کے مابین ہے کہ ایک شخص کے متعلق اپنے ذاتی تأثرات کا اظہار اس کے کردار کے مخصوص گوشوں کی جانب اشارہ کرکے کیا جائے، اظہار تاثر کی یہ سنجیدہ ومختصر صنف بہت عام ہے''۔(۱)

سوانح نگاری، خاکہ نگاری اور تاثر نگاری کے فرق کو واضح کرتا ہے، تاثر نگاری ایک الگ فن ہے اور تاثراتی مضامین سے اردو زبان کا دامن بھرا ہوا ہے، مولوی عبدالحق، سید سلیمان ندوی، شورش کاشمیری، عبدالماجد دریادی، ماہرالقادری، رشید احمد صدیقی جیسے ہزاروں قلم کاروں کے تاثراتی مضامین کے مجموعے ذوق وشوق کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں جنھوں نے ان اربابِ قلم کی کتابیں پڑھیں ہیں، وہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کے درج بالا اقتباس کا صحیح لطف اٹھاسکتے ہیں، کتنی نپی تلی رائے ہے کتنا جما ہوا انداز ہے، گویا اردو کا کوئی بڑا نقاد، ادیب یا مبصر اونچے منصب سے گفتگو کررہا ہے۔

اکابر دیوبند کو اللہ نے فکرِ سلیم کی دولت سے نوازا تھا، ان کی علمی سرگرمیوں کی داستان ڈیڑھ سو سال کے زائد عرصہ میں لاکھوں صفحات کی صورت میں تاریخ کا بیش قیمت سرمایہ ہے، اس عظیم داستان کا سلسلہ دورِ جدید میں بھی جاری ہے یہ شہرِ علم جو دیوبند کے نام سے عالم میں متعارف ہے اس کے کچھ منتخب افراد آج بھی علمی مہمات کے ساتھ ساتھ فکر وخیال کی دنیا بسائے ہوئے ہیں اور ان میں شعر گوئی کی صلاحیت فطری ہے جس کا اظہار ماضیٔ بعید میں بھی ہوا، ماضیٔ قریب میں بھی دیکھا گیا اور حال بھی اس سے خالی نہیں ہے، حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا ذوالفقار دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ کے بعد کی نسل میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ، ناطق گلاؤٹھیؒ، حامد الانصاری غازیؒ، عامر عثمانیؒ، وغیرہ اور اس کے بعد مولانا ریاست علی بجنوریؒ، مولانا قمر عثمانی،

(۱) قاسمی تقریریں: ص/ ۲۱۷

مولانا شاہین جمالی، مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانیؒ، جیسے افراد کے نام شامل ہیں انہی میں حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی شاعری کے بڑے خوبصورت نمونے ملتے ہیں، اکابر کی طرح ان کی فکر وسوچ بھی حمد ونعت گوئی کا طواف کرتی ہیں، پھر غزل کے میدان میں بھی ان کی پُر گوئی اور بلندیٔ خیال کی ایک دنیا آباد ہے۔ غزل جس کی پرورش بڑے سلیقے سے کی جاتی ہے جس کو جوانی کی رعنائیوں سے احتیاط کے ساتھ گزارا جاتا اور سنجیدگی ومتانت کا لباس پہنایا جاتا ہے آسانی کے ساتھ کسی نو وارد کے لیے دروازے نہیں کھولتی یہ جگر کا لہو پی کر اپنے حسن وزیبائی سے پردہ اٹھاتی ہے اور دستک دینے والے کی کڑی آزمائش اور مسلسل ریاضت کے بعد ہی اپنے رموز کا پتہ دیتی ہے۔

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی حمد اور نعت میں ایک بندۂ مومن کی ایمانی حرارت، صادق جذبہ، سچے خیالات اور پاکیزہ تصور کی کہکشاں ہے خالق کی عظمتوں کا اظہار، اس کی رحمتوں اور حکمرانی کا احساس، اس کے معبودِ حقیقی ہونے کا اعتراف اور اس کے لامتناہی اختیارات کا اقرار حمد کی خوبی ہیں حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کے یہاں یہ تمام عناصر بدرجۂ اتم موجود ہیں نعت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لیے خاص ہے یہاں بھی مولانا محمد اسلم قاسمیؒ نے نعت کے حق کو سمجھ کر نعتیں کہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کا بیان، ان کی نبوت اور رفعت کا ذکر، ان کے بشر ہونے کا تذکرہ اور تمام انسانوں میں ان کے اعلیٰ وافضل مقام پر فائز ہونے کی جھلکیاں مولانا کے کلام موجود ہیں، ان کی حمد خدائی صفات کا ذکر اور صداقتوں اور حقائق کا مرقع ہے، دیکھئے:

اے خدائے پاک تیری حمد ہے وردِ زباں
تیرا جلوہ ذرّے ذرّے میں ہے مستور وعیاں

تو ہی آقا تو ہی مالک تو ہی خلّاقِ جہاں
تیری قدرت کا کرشمہ ہیں زمین وآسماں

بیکراں رحمت سے تیری ہے اس عالم کو ثبات
تیرے حکمِ غیب سے پیدا زمین وآسماں

عزت وذلت کی ہے تقسیم بس در سے ترے
آسرا تیرا ہے جو بگڑی بناتا ہے یہاں

فقر ودولت ہے اشارہ تیری ذاتِ پاک کا
ہر کوئی تیرا بھکاری صرف تو روزی رساں

فرش تاعرشِ بریں ظاہر ترا قدس وجلال
تیری ہستی کی تجلّی اَوج وپستی میں نہاں
بندۂ عاجز یہ رمزیؔ غرقِ عصیان وگناہ
طالب عفووکرم ہے تجھ سے ربِّ دوجہاں

حمد میں جو رنگ ہے آپ کے سامنے ہے اب نعت کا انداز بھی دیکھئے:

یہ عالم جسم ہے گرتو محمد روحِ عالم ہیں
محمد جو ہر ہستی ہیں گرچہ ابنِ آدم ہیں
محمد بندۂ رب رونقِ بزمِ دوعالم ہیں
نثار اُن پر زمین سے آسماں تک سارے عالم ہیں
محبّ رب ہیں خود محبوبِ خلاقِ دوعالم ہیں
وہ سرتاجِ رُسل ہیں باعثِ تخلیقِ عالم ہیں
ہراک کے دل کی دھڑکن ہیں وہ سرکارِ دوعالم ہیں
وہی محبوبِ رب العالمین ہیں جانِ عالم ہیں
رسولِ آخرین واوّلیں ہیں شانِ عالم ہیں
مدح سے جن کی عاجز ساکنانِ ہردوعالم ہیں
امین وصادق ومصدوق ہیں شاہِ مدینہ ہیں
گنہگارانِ اُمت کو وہ بخشش کا سفینہ ہیں
حقیقت میں وہی اسرارِ ہستی کا قرینہ ہیں
وہی جامِ شریعت کا بھی نازک آبگینہ ہیں
وہی ہیں واقفِ سِرِّ نہانِ بندگی رمزیؔ
گلستانِ تمنا کی وہی ہیں خندگی رمزی
انھیں سے دشت وصحرا کو ملی ہے زندگی رمزی
جہانِ بندگی کی ہیں وہی تابندگی رمزی
مدینہ ان کی بستی ہے مگر وہ دل میں بستے ہیں
چمن میں پھول جن کی مسکراہٹ ہی سے ہنستے ہیں

اگر چہ رحمتِ حق کے وہاں چشمے اُبلتے ہیں
مگر سینوں میں بھی فرطِ ادب سے دل دھڑکتے ہیں
اسی بستی پہ رحمت کے سدا بادل برستے ہیں
بفیضِ سیدِ کونین سارے غم بھی چھٹتے ہیں
نقابِ آرزو اُٹھتی ہے اور پردے سرکتے ہیں
حقائق زندگی کے رُخ سے پھر گیسواُلٹتے ہیں
جہاں جاکر گدا اور شاہ تک روتے سسکتے ہیں
زیارت کے لیے جس کی دعائیں سب ہی کرتے ہیں
تم ہی ہو مرکزِ امید بخشش کاوسیلہ ہو
تمہاری ہی غلامی ہے کہ تم سب کا قبیلہ ہو
سوالی کو کمی کیا جو تمہارا اس کو حیلہ ہو
مگر اشکِ ندامت سے بھی دامن اس کا گیلا ہو
دعا ہے آرزوئے حاضری پوری ہو میری بھی
کرم ہوگا ملے گی تشنگی سے مجھ کو سیری بھی
کبھی قسمت نے رمزؔی یاوری کردی جو تیری بھی
تو اس در سے تجھے تاعمر حاصل ہو نہ سیری بھی

درج بالا حمد ونعت سے مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی موزونیت طبع ،فکر رسا اور پاکیزہ خیالی سے واقفیت ہوتی ہے یہ احساس پختہ ہوتا ہے کہ شعر گوئی ان کی فطرت کا حصہ اور شاعری کے اسرار پر ان کی دسترس آفاقی تھی، ان کی ایک غزل بطور نمونہ پیش ہے مگر دل چاہتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت مولانا اعزاز علیؒ کے متفرق اشعار تحریر کروں:

مانا کہ تاکنا میرا فسق وفجور تھا ❖ زلفوں کا دام تجھ کو بچھانا ضرور تھا
افسوس ہے کہ ''تو'' کے بھی قابل نہ رہا ❖ جو آپ کی زباں پے کل تک حضور تھا
تیری نشیلی آنکھ نے بے خود بنادیا ❖ اعزازؔ ورنہ صاحبِ عقل وشعور تھا
تیرے ہجر میں ہوں نوحہ زن اور یہ شبِ تار ہے ❖ جوانیس ہے تیری یاد ہے جو رفیق ہے دلِ زار ہے

اکابر کے شاعری کا محور خالقِ عالم کی صفاتِ کاملہ اور اختیاراتِ عظیمہ کا بیان ہے۔ وہ

خوبصورتی، حسن اور دلکشی کے ساتھ حضرتِ حق جل مجدہ کی ذاتِ واحد اور یکتا ہستی سے قرب، تعلق اور رشتے کی استواری کو زندگی کی معراج جانتے ہیں سچائی بھی یہی ہے کہ حیاتِ انسانی کا مقصدِ حقیقی رضائے رب اور قربِ رب کے سوا کچھ نہیں، بڑوں کی شاعری وعظ ونصیحت اور سبق وعبرت کے سانچے میں ڈھلی جداگانہ حیثیت اور انفرادیت کی کامل نمونہ ہے غزل میں حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ کی متاثر کن شاعری زبان ولہجہ، بلند پروازی کے سبب اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بڑے اس رنگ کی شاعری پر بھی پوری قدرت رکھتے تھے مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی شاعری غزل کا لباس پہن کر آنکھوں کے راستے دل کے آنگن میں اترتی ہے تو اردو شاعری کا وہ دور جو فراق وصال، بے خودی وسرمستی، جذب وشوق کے عنوان سے معنون ہے نظروں کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی یہ غزل دیکھئے:

اب نہ اشکوں کی روانی ہے نہ دل کی دھڑکن
زخم سب بھر گئے باقی ہے تو بس ایک چبھن

گردشیں بھی وہی قسمت بھی زمانہ بھی وہی
زندگی میں ہے نیا کیا وہی اک طرزِ کہن

بن گیا وقت ہر اک درد کا مرہم لیکن
جس کا درماں ہی نہ تھا کوئی وہ بس دل کی جلن

پھر وہی گیت سنا پھر وہی اک ساز بجا
جھوم اٹھتی تھی کبھی جس سے ہر اک شاخِ چمن

شمع سوزاں ہے تو پروانہ بھی خاکستر ہے
عشق دونوں کی قبا عشق ہی دونوں کا چلن

آشیاں تھا کبھی اپنا بھی چمن کی رونق
اسی یادوں کے شبستاں میں ہے دل اب بھی مگن

فرصتِ عہدِ جواں کیا تھا سوا خوابِ سحر
نیند ٹوٹی تو ہوا عمر کا سورج بھی گہن

منزلیں زیست کی ہیں آج بھی دھندلائی ہوئی
وہی ہر سمت دھواں سا وہی سینے کی گھٹن

وقت بدلا ہے مگر عشق کے تیور ہیں وہی
ہے وفا اور جفا کا وہی اندازِ کہن

قصرِ ہستی کا ہوں بس ایک خرابہ رمزیؔ
اِسی تُربت میں ہے مدفون امنگوں کا چمن

مولانا محمد اسلم قاسمی رمزیؔ (مولانا مرحوم رمزی تخلص کے ساتھ شاعری کیا کرتے تھے) کی نثر اور شاعری کے مختصر مطالعہ سے ہی بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ اعلیٰ پایہ کے ادیب اور انشاء پرداز ہونے کے ساتھ ساتھ پُر گو شاعر بھی تھے، یہ ضرور ہے کہ ان کی شاعری پر آج تک پردہ پڑا ہوا تھا اور تمام شعری ذخیرہ ایک بیاض میں محفوظ تھا تدریسی، تقریری، تحریری کمالات کے سامنے آنے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ خاندانِ قاسمی کی روایتوں اور اکابر کی مختلف النوع صلاحیتوں کا آئینہ تھے، ایسا صاف وشفاف آئینہ جس میں بہت سے چہرے نظر آتے ہیں ایک عالم کا چہرہ، ایک مدرس کی صورت، ایک مقرر کی شکل، ایک ادیب کی شبیہ اور ایک شاعر کا عکس ابھرتا ہے مولانا محمد اسلم قاسمیؒ دنیا سے چلے گئے مگر اپنے پیچھے چھوڑ گئے اپنی خوبصورت یادیں۔ ایسی یادیں جوان کے نام کو ذہن سے محو نہ ہونے دیں گی اور اس حقیقت کو بھی دوہراتی رہیں گی ؎

زندگی موجِ آب ہے گویا
دم کا آنا حُباب ہے گویا

۞......۞......۞

متکلم اسلام بحیثیت محدّث و مفسر مصنف و خطیب

محمد ہشام قاسمی ❖

نومبر ۲۰۰۰ء ٹیکسز امریکہ- والد محترم حضرت مولانا اسلم قاسمی صاحبؒ کی تقریر ڈالاس (Dallas) شہر کے اسلامک سینٹر میں طے کی گئی، موضوع گفتگو تھا ''اسلامی طرز زندگی'' پروگرام کے کنوینر نے والد صاحب اور دیوبند کا تعارف سادہ الفاظ میں کیا اور تقریر کی دعوت دی، تقریر کا آغاز والد صاحب نے قرآن مجید کی آیت سے کیا، اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَکَانَ رَسُوْلَ النَّبِیَّا'' ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ اس تقریر میں والد صاحب نے یقین اور وعدہ کو اسلامی زندگی کا محور ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا، فرمایا کہ یقیناً کسی بھی عمل کی ابتداء اور اس عمل پر کار بند رہنا یہ وعدہ ہے، کلمۂ طیبہ کے معانی کہ ''میں گواہی دیتا ہوں'' کی بنیاد یقین اور اس پر قائم رہنا ایک وعدہ ہے، اللہ کے وجود پر یقین اور اپنی بندگی کو قائم رکھنے کا وعدہ ہے، آقائے نامدارؐ کی رسالت کا یقین اور نقش قدم پر چلنا ایک وعدہ ہے، فرمایا کہ تمام دنیاوی معاملات کا چلن فروغ اور استقامت کی بنیاد دراصل وعدہ ہے، کاروباری معاملات اور معاہدے کی بنیاد وعدہ ہے، پھر جس ملک میں قیام ہے وہاں کا قاعدہ قانون اور اس کا لباس اور اس کی پابندی ایک وعدہ ہے جس پر والد صاحب نے تفصیل سے اسلامی نقطۂ نظر کو پیش کیا۔

اس ڈیڑھ گھنٹے میں ایک خاص بات تھی کہ اس مختصر وقت میں والد صاحب نے اکتالیس (۴۱) احادیث شریفہ بیان کی، ہر حدیث بھروسہ اور ایفائے وعدہ سے متعلق تھی، ہر جملہ صرف اس حدیث کی تفصیل اور موضوع پر اس کے معانی پر مربوط تھا، اس ڈیڑھ گھنٹے کی تقریر میں نہ کوئی واقعہ گوئی تھی، نہ کوئی ناصحانہ حکایت، ہر حدیث کے اپنے موقع اور محل کا بیان تھا اور یہ حدیث آج کے حالات سے کس طرح مطابقت رکھتی ہے اس کو آپ نے سادہ انداز میں ثابت کیا۔

تقریر کا اختتام ہوا واپسی میں میں نے عرض کیا ماشاء اللہ اتنی ساری احادیث بیک وقت میں نے پہلی بار سنی ہے، فرمایا: ''کوئی یاد بھی رہ گئی یا نہیں؟'' میں نے عرض کیا کہ معانی اور مفہوم تو اکثر احادیث کے یاد ہو گئے، بلکہ کچھ مختصر احادیث کے الفاظ بھی یاد ہو گئے، فرمایا: ''الحمد للہ یہی مقصود تھا، لوگ حکایتیں سن کر متاثر تو ہوتے ہیں مگر شہروں اور خاص طور پر ان ممالک میں رہنے والے مسلمان ان حکایتوں اور واقعات

❖ صاحبزادہ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ

سے مربوط محسوس نہیں کرتے، کیونکہ انہیں لگتا ہے کہ وہ بہت مختلف حالات اور ماحول میں زندگی گذار رہے ہیں، البتہ ایک مسلمان اپنے آپ کو حدیث اور اس کی اہمیت سے کبھی علیحدہ نہیں کرتا، یہ امریکہ میں بسنے والے لوگ نہ صرف اس کو یاد رکھتے ہیں بلکہ احکام حدیث کو ان سنا نہیں کرسکتے، گویا مقصد واعظ تب ہی پورا ہوتا ہے جبکہ اس کے ناصحانہ کلمات کو یاد رکھا جائے، یہ واقعہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کی بصیرت، مقصد نصیحت اور سامعین کے طرز کو پہچان لینے کی ان کی خداداد صلاحیت کا ایک نمونہ تھا۔ یہ واقعہ حدیث سے ان کا تعلق اور اس پر عبور کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ ۱۹۶۶ء میں والد صاحب نے ''سیرت حلبیہ'' کا ترجمہ شروع کیا، اس وقت ان کی عمر محض ستائیس (۲۷) برس کی تھی، لیکن اس ترجمہ کے آغاز کے ساتھ ان کی زندگی آنے والے وقتوں کے لئے اپنا راستہ طے کررہی تھی، مزاجاً کسی بھی کام کو انتہائی نفاست اور مکمل انداز میں پورا کرنا ان کے مزاج کا اہم حصہ تھا، خواہ وہ ان کی الماری میں رکھا ہوا روزمرہ کا سامان ہو یا ان کی نشست کے قریب رکھی ہوئی ان کی کتابیں، ہر کام کو تمام تر تفصیلات کے ساتھ مکمل کرنا ان کی عادت تھی، چنانچہ جب ''سیرت حلبیہ'' کا ترجمہ شروع کیا تو مزاجی تقاضے کے مطابق بہتر تحریر کے لئے انہوں نے خوشخطی کی تربیت لی، یہ بات شاید اکثر لوگوں کے لئے غیر اہم ہو کہ مسودہ کی تحریر کتنی صاف ہو، لیکن والد صاحب کی تحریر اس قدر خوبصورت، جلی اور حروف اتنے صاف ہوتے تھے کہ دیکھ کر لگتا تھا کہ یہ صفحہ کاتب کے پاس سے طباعت کے لئے تیار ہوکر آیا ہے، اس ترجمہ کو اصل کتاب کے انداز بیان سے قریب ترین رکھنے کے لئے عربی زبان کے محاورہ اور طرز گفتگو کو سیکھنا شروع کیا، اس سے چند سال قبل والد صاحب نے قبلہ ابّا جی حضرت مولانا محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہ کے ساتھ بیک وقت کئی عرب ممالک کا دورہ کیا تھا، اس سفر کے دوران عرب حضرات سے بنائے تعلقات کو دوبارہ زندہ کیا اور بے تکلف دوستانہ طرز کی خط ومراسلت ان احباب کے ساتھ شروع کی، اس سب کا مقصد ایک ہی تھا، کہ زبان اور طرز زبان کو مکمل طور پر سمجھنا اور اس طرح اپنے ترجمہ کے کام کو مکمل ترین انداز میں پیش کرنا، ۱۴ر برس کی عرق ریزی، مطالعہ، علماء سے مکالمہ اور سفر اور حضر میں سیرت پاک پر بولنے والے ہر شخص سے استفادہ کرنے کی جستجو سے ''سیرت حلبیہ'' اردو کے نام سے ایک ایسی باکمال کتاب عوام کے سامنے آئی، جو اپنی مثال خود آپ ہے، مسلسل نیا سیکھ جانے اور اپنے کام کو بہترین علمی طرز پر مکمل کرنے کی تگ ودو کا نتیجہ یہ ہوا کہ ''سیرت حلبیہ'' میں والد صاحب کی تحریر تشریح اور تفصیلات کتاب میں حاشیہ پر اتنی بڑھتی گئی کہ اس نے کتاب کی ضخامت کو تقریباً دوگنا کردیا، چنانچہ اب ۶۰۰۰ر ہزار صفحات کی اس کتاب کے سلسلے میں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم اکثر فرماتے ہیں کہ یہ صرف ترجمہ نہیں بلکہ دوالگ الگ سیرت پاک کا ایک مجموعہ ہے، یہ حضرت مولانا اسلم قاسمی صاحب رحمہ اللہ کے اپنے کام پر شدید محنت اور ازحد توجہ کا ہی نتیجہ تھا کہ سیرت حلبیہ اپنے وقت کی بہترین

اردو سیرت پاک تسلیم کی گئی، اور برصغیر میں وسیع پیمانہ پر اس کی اشاعت ہوئی۔

سیرت رسول پر ۱۴؍برس کا پیہم مطالعہ تحریر اور حضرات علماء سے باہمی مکالمہ نے وقت کے ایک بہترین استاذ حدیث کو تیار کیا، والد صاحب کے درس و تدریس کا سلسلہ شاید کچھ پہلے شروع ہو جاتا، لیکن دارالعلوم دیوبند اس وقت ایک مشکل دور سے گذر رہا تھا اور پھر والد صاحب کی مزاجی کفایت اس پر حاوی رہی، تمام مقابلہ آرائی اور کشمکش سے بے نیاز ہو کر یکسوئی کے ساتھ وہ ایک اور علمی کام میں لگ گئے، اس بار کتاب اور عنوان تھا ''تفسیر رازی'' دوسال کے عرصہ میں تفسیر رازی کے دقیق باب کے حل میں والد صاحب نے حسب عادت دن اور رات ایک کر دئے، اسی دوران اچانک مالیر کوٹلہ سے جناب مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی صاحب نے والد صاحب کو ایک پروگرام میں شرکت اور تقریر کی دعوت دی، حضرت نے زندگی کی پہلی تقریر فرمائی، جس کا موضوع تھا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اس پہلی لیکن انتہائی مکمل اور مدلل تقریر کا شہرہ شہروں اور صوبوں کو پھلانگتا ہوا دور دور تک جا پہنچا، حضرت کو یکے بعد دیگر مختلف شہروں اور اداروں میں مدعو کیا گیا، عنوانات اور موضوعات کا ایک جنگل تھا، مگر حضرت والا اپنی مدلل شستہ زبان لیکن انتہائی سادہ انداز میں بیان کی گئیں تقریروں سے اپنے علم کا لوہا منواتے رہے، وہ تمام لوگ جنہوں نے مولانا اسلم قاسمی صاحب کو صرف ایک صاحبزادہ، ایک سادہ نوجوان، ایک انتظامی شعبہ برقیات کے ناظم کی حیثیت سے دیکھا تھا، وہ انگشت بدنداں تھے کہ یہ ذخیرہ علم آخر اب تک کیوں چھپا اور رکا ہوا تھا، اور پھر ایک دن حضرت مولانا انظر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے استاذ بھی تھے اور ایک مشفق بھائی کی طرح بے تکلف بھی، انہوں نے بلا کر حکم فرمایا کہ اب وہ درس حدیث کی ذمہ داری دارالعلوم میں سنبھال لیں، یہ ایک باقاعدہ ابتدا تھی زندگی کے ایک نئے دور کی، ایک نئی شخصیت کی، ایک باکمال استاذ حدیث کی اور آنے والے وقت کے لاثانی عالم دین کی، ۱۹۸۴ء تا ۲۰۱۷ء ۳۳؍سالہ دور میں حضرت مولانا کی ہزاروں تقریریں، مقالے، تحریریں، ریڈیو نشریات، حدیث شریف کے اسباق اور بخاری شریف کے لئے ان کا انس اب ایک کہکشاں کی طرح روشن تاریخ ہے۔

میں نے ایک دن پوچھا کہ آپ ہر وقت باوضو کیوں رہتے ہیں فرمایا: میں حدیث پڑھتا پڑھاتا ہوں، مجھے حیا آتی ہے کہ دن کے کسی بھی لمحے میں بے وضو رہوں۔

آخر کے چند دن تکلیف میں گذر رہے تھے میں نے پریشان ہو کر کہا آپ کی اس کیفیت سے مجھے بے حد تشویش ہے: جواب دیا میں تو خوش قسمت ہوں کہ اللہ نے میرے گناہوں کا کفارہ یہیں کر دیا۔

۱۳؍نومبر کو ''ابو'' مجھے اپنے تمام اہل خانہ اور ہزاروں شاگردوں کو چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن علم و عمل کی ایک عجیب و غریب داستان ہمارے لئے چھوڑ گئے، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے، مجھے اور آپ کو ان کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاندانِ قاسمی کا چراغِ شب تاب

مولانا ندیم الواجدی ❖

ہزاروں کی بھیڑ نے ایک نحیف ونزار اور بے جان جسم کو جو بیماریوں سے لڑلڑ کر مشت استخواں بن چکا تھا اپنے کاندھوں پر اٹھا کر اس کی آخری منزل تک پہنچا دیا، نگاہوں کے سامنے سے وہ منظر نہیں ہٹتا جب ہر شخص اس جنازے کو کندھا دینا چاہتا تھا، کندھا نہ دے پانے کی صورت میں وہ صرف اس چارپائی کو ہاتھ لگانے کی کوشش کر رہا تھا جس پر یہ بے جان جسم رکھا ہوا تھا، اُن کے گھر سے دارالعلوم کا فاصلہ اتنا مختصر ہے کہ اسے فاصلہ بھی نہیں کہہ سکتے مگر جنازے کو وہاں تک پہنچنے میں خاصا وقت لگ گیا، نماز جنازہ سے کافی پہلے احاطہ مولسری، باب قاسم کا اندرونی حصہ، باب قاسم سے باہر محلّہ دیوان تک؛ سر ہی سر تھے، اندرون دارالعلوم دونوں طرف کی درس گاہیں اور ان کی چھتیں بھی لوگوں سے بھری ہوئی تھیں، ہزاروں افراد دارالعلوم کے صحن چمن میں دورویہ قطاریں بنا کر کھڑے ہوئے تھے، جو جگہ نہ ہونے کے باعث نماز سے محروم رہ گئے۔ یا اللہ! یہ کس عاشق کا جنازہ ہے جو اس قدر دھوم سے نکل رہا ہے، سڑکیں، راستے اور گلیاں اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کر رہی ہیں، یہ جنازہ تھا خاندان قاسمی کی چوتھی نسل کے ایک ممتاز عالم مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کا؛ جنہوں نے طویل علالت کے بعد ۱۳؍نومبر ۲۰۱۷ء کو داعیِ اجل کو لبیک کہا، جنازے میں اڈی ہوئی بھیڑ کو دیکھ کر ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوا، واقعی آج بھی ہمارے یہاں نسبتوں کا بڑا احترام ہے، مولانا محمد اسلم قاسمیؒ جن بلند پایہ نسبتوں کے امین تھے ان میں ایک نسبت تو علم دین کی نسبت تھی جس کا اظہار کبھی درس وتدریس کبھی وعظ وتقریر اور کبھی تحریر وتصنیف کے ذریعے ہوتا رہتا تھا، اس کے علاوہ بھی ان کو کئی بلند پایہ نسبتیں حاصل تھیں، وہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے پڑپوتے تھے، اور ان کے علوم ومعارف کے شارح وترجمان بھی، وہ دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم اور نظام حیدرآباد کے سابق چیف جسٹس حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کے پوتے تھے، وہ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے بیٹے تھے، جنہوں نے ساٹھ سال تک دارالعلوم دیوبند کا انتظام سنبھالے رکھا، مولانا

❖ مدیر ماہنامہ ''ترجمان دیوبند''

اسلم قاسمیؒ کو جن لوگوں نے دیکھا اور جن لوگوں نے سنا ہے وہ میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ وہ اپنے والد بزرگوار کا عکسِ جمیل تھے، نہ صرف ظاہری رکھ رکھاؤ میں بل کہ اپنے باطنی اوصاف میں بھی وہ اپنے والد محترم کے اوصاف کا حسین پرتو نظر آتے تھے، جب تقریر کرتے تو آواز کے نشیب وفراز، الفاظ کے در و بست اور علوم ومعارف کے بہاؤ سے صاف محسوس ہوتا کہ مولانا اسلم کے قالب بدن میں حکیم الاسلام کی روح حلول کرگئی ہے اور ان کی زبان حکیم الاسلام کی ترجمان بن گئی ہے، ظاہر و باطن کی اتنی مشابہت کم ہی دیکھی گئی ہوگی۔

مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ وہ ہمارے دور کا ایک علمی معجزہ تھے، اس جملے کی وضاحت کے لیے مجھے کافی پیچھے لوٹنا ہوگا، اپنے دورِ طالب علمی کی طرف، ہم دیکھتے تھے کہ ایک صاحب جن کی عمر چالیس پینتالیس کے آس پاس ہوگی دارالعلوم دیوبند کے ایک دفتر میں آتے جاتے ہیں، یہ دفتر دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ برقیات کا تھا، یہ خالص انتظامی شعبہ تھا علم سے اس کا صرف اس قدر واسطہ تھا کہ وہ اہل علم کو روشنی بہم پہنچاتا تھا، دارالعلوم میں داخل ہونے کے بعد دائیں طرف شعبۂ برقیات کا دفتر ہوا کرتا تھا، اجلاس صد سالہ کے موقع پر اس دفتر کو خالی کرا کے راستہ بنا دیا گیا تھا، جو آنے جانے والوں کو دارالعلوم دیوبند کی لائبریری، تنظیم وترقی کے دفتر اور دار الصنائع کے احاطے تک پہنچاتا ہے، میں نے جس شخص کا ذکر کیا ہے ان کا نام تھا مولانا محمد اسلم قاسمیؒ، شعبۂ برقیات ان ہی کی نظامت میں کام کرتا تھا۔ دارالعلوم سے نکل کر وہ اپنے تجارتی مکتبہ کتب خانہ قاسمی میں جا بیٹھتے۔ آہستہ آہستہ ان کے جوہر کھلے اور کھلتے چلے گئے، بیس پچیس سال تک غیر علمی مصروفیتوں سے نکل کر وہ ایک علمی معجزے کی صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہوئے، اس وقت اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی خصوصیتوں سے نوازرکھا تھا، بس وہ ان کے اندر کہیں چھپی ہوئی تھیں، مناسب وقت آیا تو اللہ نے ان کو ظاہر بھی کردیا۔

۱۹۷۷ء کی بات ہوگی جب دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے دارالعلوم دیوبند کا اجلاس صد سالہ (سوسالہ جشن) منانے کا فیصلہ کیا، وہ بھی چھوٹے موٹے پیمانے پر نہیں بل کہ عالمی پیمانے پر، جشن کی تیاریوں کے لیے ایک دفتر بنایا گیا، اوّلاً اس کے ذمہ دار مولانا حامد الانصاری غازیؒ بنائے گئے، موصوف اپنی پیرانہ سالی کے باعث اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ انجام نہ دے سکے، دو سال بعد اس دفتر کا انچارج مولانا اسلم قاسمیؒ کو بنا دیا گیا، کام بڑا تھا، وقت کم تھا، لگتا نہیں تھا کہ اجلاس صد سالہ مقررہ وقت پر ہو بھی پائے گا یا نہیں، مگر دیکھتے ہی دیکھتے دفترِ صد سالہ پر جمی برف کی تہیں پگھلنے لگیں اور کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ اس کی کارگزاریوں کے اثرات صاف نظر آنے لگے، مولانا اسلم قاسمی صاحبؒ نے سب سے پہلے مختلف کاموں

کے لیے مناسب اور موزوں افراد کار کا انتخاب کیا، اوران کی مدد سے سال ڈیڑھ سال کے عرصے میں وہ کر دکھایا جو کبھی خواب لگتا تھا، ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دیوبند کی عیدگاہ کے عقب میں واقع قاسم پورہ روڈ کے دونوں جانب کی زمینوں پر حد نظر تک پنڈالوں اور خیموں کا شہر آباد ہو چکا ہے، ابھی ۲۱،۲۲،۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کی آمد میں کچھ وقت ہے مگر خیموں کا یہ شہر مہمانوں کے استقبال کے لیے دلہن کی طرح سجا دیا گیا ہے، اسٹیج بھی اس قدر وسیع وعریض کہ شاید ہی اس سے پہلے کبھی بنا ہو بل کہ بعد میں بھی کبھی نہیں بنا، مہمان بھی ہر طرح کے، عالمی شخصیات بھی بڑی تعداد میں آنے والی تھیں، تین دن کے اجلاس کا پروگرام، طعام وقیام کا نظم، میٹنگیں، سمینار، مشورے، ہر کام اس طرح ہو رہا تھا اور اس طرح ہوا کہ آج بھی تصور کرکے حیرت ہوتی ہے، یہ سب کام مولانا اسلم قاسمیؒ کی قیادت میں، ان کی نگرانی میں، اوران کی فعال شخصیت کے زیرسایہ انجام دیئے جارہے تھے، دارالعلوم دیوبند کا جشن صد سالہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ منایا گیا، بلاشبہ ان رعنائیوں میں مولانا اسلم قاسمیؒ کی انتظامی صلاحیت اور بصیرت کا جلوہ نمایاں طور پر نظر آتا تھا۔

جشن صد سالہ تو ہوگیا، مگر اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کو جن ناگفتہ بہ حالات سے گزرنا پڑا وہ اگرچہ اب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں مگر دل سے محو نہیں ہو سکے ہیں، تفصیل کی نہ ضرورت نہ موقع، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ساتھ پچاسی ملازمین دارالعلوم سے باہر آگئے، مولانا اسلم قاسمی بھی ان پچاسی لوگوں میں شامل تھے۔ اجلاس صد سالہ کی مصروفیات کے دوران مولانا اسلم صاحب کا تجارتی مکتبہ روبہ زوال ہو چکا تھا، ملازمت ختم ہوگئی تھی، اقتصادی طور پر اوروں کی طرح مولانا بھی پریشان ہوگئے تھے، ان کا ارادہ تھا کہ وہ بیرون ملک چلے جائیں، یا علی گڑھ جاکر کسی مناسب ملازمت کے لیے انٹرویو دیں، مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، دارالعلوم وقف دیوبند کی بنیاد پڑی داخلے ہوئے، اسباق کا آغاز ہوا، پڑھانے والوں میں مولانا اسلم قاسمیؒ بھی شامل تھے، حیرت سب کو ہوئی، مگر یہ حیرت جلد ہی دور بھی ہوگئی، لوگوں نے دیکھا کہ بیس پچیس سال قبل جو کتابیں انہوں نے طاق نسیان پر رکھ دی تھیں وہ ابھی تک ان کو ازبر ہیں، وہ ایک کامیاب مدرس بن کر ابھرے، اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے نقشِ قدم پر چل کر ملک و بیرون ملک میں وعظ وتقریر کا سلسلہ بھی شروع کیا، اس میدان میں بھی وہ کامیاب رہے، عصر بعد کی مجلسیں بھی شروع ہوئیں، یہ مجلسیں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے زمانے میں بھی ہوا کرتی تھیں، یہاں بھی انہوں نے دل نشیں نقش چھوڑے، اس طرح ہم ایک نئی شخصیت سے متعارف ہوئے، جو ۸۰ء سے پہلے کی شخصیت سے یکسر مختلف تھی، میں اس تبدیلی کو علمی معجزے سے تعبیر نہ کروں تو اس کو کیا نام دوں؟

مولانا اسلم قاسمیؒ بہترین شاعر بھی تھے، مگر انہوں نے اس کو کبھی پیشہ یا مشغلہ نہیں بنایا، سیرت حلبیہ کا اردو ترجمہ کیا، بچوں کے لیے سیرت کی ایک عربی کتاب کا ترجمہ بھی کیا، جو سیرت پاک کے نام سے چھپ چکی ہے، اسلوب نگارش بڑا عمدہ اور متاثر کن تھا، اشعار میں بھی بڑی پختگی تھی، ان سب سے بڑھ کر اہم بات یہ تھی کہ وہ گوناگوں اخلاق عالیہ سے بھی متصف تھے، تواضع، انکساری، خوش خلقی، ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جس سے ملتے اس پر اپنے تعلق خاطر کا گہرا نقش قائم کر دیتے، راقم السطور بھی ان لوگوں میں شامل ہے جن سے مولانا کی ملاقات دید و شنید تک محدود نہ تھی، طالب علمی کے دور میں احقر نے ان کی فرمائش پر کئی عربی کتابوں کے ترجمے لکھ کر ان کو دیئے، جو ان کے مکتبے سے شائع بھی ہوئیں، دفتر رسالہ ''دارالعلوم'' میں بہت سے لوگ مدیر رسالہ مولانا سیّد محمد ازہر شاہ قیصرؒ کی باغ و بہار شخصیت کی نرم گرم گفتگو سے لطف اندوز ہونے کے لیے تقریباً ہر روز جمع ہوتے تھے ان میں ایک اہم شخصیت مولانا اسلم صاحبؒ کی بھی تھی، احقر بھی اس مجلس کے دریوزہ گروں میں شامل تھا، اس مجلس میں بھی مولانا کا وقار قابل دید ہوا کرتا تھا، جب وہ بات کرتے تو زبان سے پھول جھڑتے ان کی گفتگو سننے کے لیے حاضرینِ مجلس ہمہ تن گوش ہو جاتے، یہ مختصر مضمون زیادہ تفصیل کا متحمل نہیں، لوگ لکھیں گے، اور ان کی زندگی کے کچھ اور گوشے تفصیل و اختصار کے ساتھ ابھر کر سامنے آئیں گے، صحیح معنی میں اسی وقت ان کی شخصیت کے کمالات کا صحیح اعتراف و اظہار ہوگا، بس ان دو مصرعوں کے ذریعے اپنے دلی رنج والم کا اظہار کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں:

آں قدح بہ شکست وآں ساقی نہ ماند

اور

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

❁......❁......❁

خانوادۂ قاسمی کی ایک کڑی اور ٹوٹ گئی

ڈاکٹر محمد ابواللیث قاسمی خیرآبادی ❖

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ☆ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خانوادۂ قاسمی اور دارالعلوم دیوبند یہ دونوں اٹوٹ روحانی کڑیاں ہیں جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتیں اور یہ دونوں ہم فضلائے دیوبند کے دل و دماغ پر اس طرح چھائے ہوئے ہیں، جیسے کہ خاندان اور گھر چھائے ہوئے ہوتے ہیں، ان دونوں پر کوئی بھی افتاد نہیں برداشت نہیں ہوتی۔ جب کبھی یہ کسی غمناک مرحلے سے یا کسی اندوہناک سانحے سے دوچار ہوتے ہیں تو ہم غم واندوہ سے تلملا اٹھتے ہیں۔

بالکل یہی حال اس وقت ہوا جب دارالعلوم وقف دیوبند کے ناظم تعلیمات وصدرالمدرسین حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کا انتقال پُر ملال ہوا، قضاء وقدر کے اس فیصلہ پر آمنا وصدقنا تو ہمیں کہنا ہے، مگر جو کیفیت دل پر گذرتی ہے وہ دل ہی جانتا ہے۔ فطری طور پر آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور رنج وصدمے کی ایسی حالت ہوئی جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، مولانا مرحوم کے سانحۂ وفات پر ہم اہل خانہ کے درد وغم میں برابر کے شریک ہیں۔ جن دنوں میں دارالعلوم دیوبند (۱۹۶۶ء-۱۹۶۹ء) میں طالب علم ہوا کرتا تھا، اس دوران دارالعلوم آتے جاتے مولانا مرحوم کو دیکھا کرتا تھا، ان دنوں وہ ۳۰/ سال کے ایک خوبصورت، سجیلے جوان ہوا کرتے تھے، عمدہ وضع قطع کے خوش لباس انسان تھے۔ مولانا کے اندر علمی صلاحیتوں کا ہونا ایک فطری امر ہے، خانوادۂ قاسمی کے ایک فرد جو ٹھہرے، اُن دنوں تو نہیں لیکن بعد میں اُن کی پوشیدہ صلاحیتیں ایک ایک کرکے اجاگر ہونا شروع ہوئیں، مولانا عمدہ مدرس، لاجواب خطیب، بہترین سیرت نگار تھے، اور انہیں انتظامی وتنظیمی صلاحیتیں تو جیسے والد محترم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ورثہ میں ملی ہوں، دارالعلوم کے صد سالہ اجلاس کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھوں میں تھی۔ ایک بہت عمدہ صفت جو مولانا میں تھی اور جس نے ہر شخص کو ان کا گرویدہ بنادیا تھا وہ تھی ان کی عاجزی وانکساری، گوشہ نشینی، خودنمائی سے دوری۔ مولانا سے میری آخری ملاقات حجۃ الاسلام اکیڈمی کے اجلاس میں دوسال پہلے ہوئی تھی، مجھے انہیں پہچاننے میں تھوڑی دشواری سی ہوئی تھی، کیونکہ میں نے انہیں شاید ۴۰/ سال کے بعد دیکھا تھا، داڑھی سفید، چہرے پر بڑھاپے کے پورے آثار نمایاں تھے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اہل وعیال کو، اور متعلقین ومنتسبین کو صبر جمیل مرحمت کرے اور مولانا کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

❖ پروفیسر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، ملیشیا

عہدِ حاضر کی ایک بلند پایہ شخصیت

مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی ❖

عالم اسلام خصوصاً ہندوستانی مسلمان آج قحط الرجال کی ایسی آزمائش سے دوچار ہیں کہ ہر سال ان کی دینی، ثقافتی، علمی وسیاسی صفوں میں کوئی نہ کوئی کمی محسوس ہوتی ہے اور نمایاں خلا پیدا ہوجاتا ہے جو عرصے تک پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔ خصوصاً کسی ممتاز عالم اور ربانی شخصیت کا اٹھ جانا ہماری ملت کو داغِ یتیمی ومحرومی دے جاتا ہے۔ یہ احساس حال کے چند سالوں میں بہت تیزی سے بڑھتا دکھائی دے رہا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے علماء کو انبیاء علیہم السلام کا وارث وجانشین بتایا ہے اور ان کی موت کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا ہے۔

عن عبداللّٰہ بن عمر بن العاص رضی اللّٰہ عنهم قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول انّ الله لایقبض العلم انتزاعا ینتزعهٗ من العباد ولکن یقبض العلم یقبض العلماء حتّٰی اذا لم یبق عالماً اتخذ الناس رؤساء جهالاً فافتوا بغیر علم فضّلو و اضلّوا. (۱)

(حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ علم کو یک بارگی نہیں اٹھالے گا کہ اسے لوگوں کے دلوں سے نکال لے بلکہ علم کو علماء کی موت کے ذریعے اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہ جائے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ چنانچہ ان سے سوال کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے)

۲۳ صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳/نومبر ۲۰۱۷ء بروز پیر کو بھی ایک ایسا ہی حادثہ پیش آیا جب اکابرِ دیوبند کا ایک اور اہم ستون اس عالم آب وگل میں اپنی حیات عارضی کا دورانیہ پورا کر کے آسودہ خاک ہوگیا یعنی متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ اس دار فانی سے دارِ بقاء کی طرف رخت سفر باندھ کر ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

❖ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند وڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی

(۱) صحیح بخاری کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، حدیث: ۱۰۰

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں موت کو ''اَجل'' سے تعبیر فرمایا ہے، ''اَجل'' کے معنی ہیں: ''کسی چیز کا مقررہ وقت، جو کسی قیمت پر نہ ٹلے۔(۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (۲)

(جب تم کسی مقررہ مدتِ ادائیگی تک قرض کا لین دین کرو، تو اسے لکھ لو۔)

اسی طرح فرمایا: فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖ. (۳)

(جب موسیٰ علیہ السلام نے (شعیب علیہ السلام کی خدمت کی طے شدہ مدت) پوری کر لی تو اپنی بیوی کو لے کر چلے۔)

ان آیاتِ مبارکہ میں مقررہ مدت کے لیے ''اَجل'' کا کلمہ آیا ہے، جس طرح قوموں کے عروج وزوال کا وقت مقرر ہے۔

فرمایا: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ. فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ. (۴)

(ہر قوم کے لیے ایک میعاد مقرر ہے، جب مقررہ وقت آجائے گا تو ایک ساعت کی تقدیم وتاخیر نہیں ہو پائے گی۔)

اسی طرح فرد کے لیے بھی ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ. (۵)

(بے شک اللہ کی طرف سے جب (موت کا) مقررہ وقت آجائے، تو وہ ٹلتا نہیں ہے۔)

قرآن وحدیث میں موت اور مابعد الموت کے اَحوال، محشر اور میزانِ عدل کے قیام، جزا وسزا کا نفاذ، جنت وجہنم میں دخول اور جنت وجہنم کے اَحوال تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے فرار کسی صورت ممکن نہیں، دن رات کے مشاہدات موت کے بے شمار مناظر پیش کرتے ہیں، لیکن بعض انفاس کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا دل ودماغ پر بڑا گہرا اثر چھوڑ جاتا ہے، کان سن ہو جاتے ہیں دل پسیج کر رہ جاتا ہے۔

اسی طرح کی کچھ صورت حال ہمارے ساتھ بھی پیش آئی جس وقت ''ابو'' مرحوم ہمارے درمیان سے رخصت ہوئے، دوپہر ۱۱:۳۵ کا وقت تھا کہ اچانک مجھے والدہ محترمہ کے فون سے معلوم ہوا کہ طبیعت بہت نازک ہے جلد از جلد گھر پہنچو، دارالعلوم سے گھر تک کا راستہ ایک طویل سفر معلوم ہو رہا تھا گھر پہنچا تو

(۱) المعجم الوسیط، ج۱، ص:۷ (۲) البقرہ:۲۸۲ (۳) القصص:۲۹
(۴) الاعراف:۳۴ (۵) نوح:۴

دیکھا کہ ہمارے درمیان سے متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب رحمہ اللہ رخصت ہوچکے ہیں، ایسا نہیں تھا کہ یہ غیر متوقع طور پر خبر پہنچی تھی جس کی وجہ سے یہ کیفیت بنی ہو، بلکہ گزشتہ چند ماہ سے مسلسل طبیعت کی گراوٹ اور تمام قرائن، اس بات کی طرف واضح اشارہ کررہے تھے، یہ حادثہ بہرلحہ رخصت پذیر وقت میں کسی بھی لحظہ ولمحہ عین متوقع تھا لیکن اس کے باوجود دل ودماغ اس کو قبول کرنے کو تیار نہ تھا، ان کی وہ مشفقانہ باتیں، ان کا محبت آمیز انداز گفتگو یہ سب یادوں کی شکل اختیار کر کے سامنے آرہا تھا اور رہ کر یہ خیال ذہن میں گردش کررہا تھا کہ اب ''ابوّ'' ہمارے درمیان نہیں رہے، یہ سانحہ صرف ہم اہل خاندان کے لئے ہی نہیں بلکہ جملہ منتسبین نسبت قاسمیہ کے لئے بے حدافسوس ناک تھا۔

یہ الم انگیز خبر برق رفتار سرعت کے ساتھ دیوبند واطراف شہر اور ملک وبیرون ملک تک پہنچ گئی، ایک جم غفیر آخری دیدار کے لئے جدوجہد کرتا ہوا ایک بے قابو ہجوم کی صورت میں چہار جانب سے امڈ پڑا تھا، ان سب کے بیچ سب سے کرب انگیز مرحلہ یہ درپیش تھا کہ جد محترم خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم جو کہ عمر کی ۹۲ منزلیں پوری کرچکے ہیں علالت وضعف اور بتقاضائے عمر ذہول کی کیفیت کے سبب اپنے برادر خورد کی علالت سے بھی بے خبر تھے، ایسی صورت میں کس کی ہمت تھی کہ اس صدمۂ جانکاہ کی ان کو خبر کرے، ہر ایک کی طبیعت میں توحش کی کیفیت تھی کہ خدا معلوم اس پیرانہ سالی میں اس اندوہ ناک حادثہ کا ردعمل کیا ہوگا، آخر کار طے ہوا کہ والد محترم جناب مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب کا انتظار کیا جائے جو کہ اپنے غیر ملکی سفر کے بعد خبر سنتے ہی دیوبند کے لئے روانہ ہوچکے تھے، اس کے لئے ہمیں مزید دو گھنٹے اور انتظار کرنا پڑا اور حسب توقع انہوں نے حکمت آمیز طریقے پر کئی مرحلوں میں آہستہ آہستہ ذہن سازی کرتے ہوئے اس غم انگیز حادثے کی خبر دی اور طیب منزل میں جہاں دیدار عام کے لئے جنازہ رکھا ہوا تھا کرسی پر بٹھا کر انہیں لے کر آئے، درون قلب صدمے اور کرب کی شدت کی کیفیت آنکھوں سے نکل جانے کے لئے بے قابو آنسو بیان کررہے تھے، حقیقت واقعہ یہ ہے پیرانہ سالی اور ضعف اضمحلال میں بھی چھوٹوں کے لئے ان کے طرز عمل میں صبر وتوکل کی عملی ترغیب کا ایک مظاہرہ تھا، بس اتنا کہا کہ ''یہ تم نے کیا کیا بلحاظ عمر جانا تو ہمیں تھا اور ہم سے پہلے خود چل دئے'' چند منٹ کے بعد ہی کہا کہ ہمیں واپس اپنے کمرے میں پہنچادو، چند گھنٹوں کے اندر اندر یہ کرب انگیز واقعہ ذہن سے محو ہوچکا تھا اور اہل خانہ نے بھی دوبارہ یاد نہیں دلایا کہ جتنی مرتبہ ذکر آئے گا ہر مرتبہ تکلیف اتنی ہی شدت سے محسوس کریں گے۔

بعد نماز عشاء آٹھ بجکر دس منٹ پر احاطہ مولسری میں نماز جنازہ ہوئی، اطراف وجوانب اور شہر ودیہات سے ایک اندازے کے مطابق تیس ہزار سے زائد مجمع شریک نماز تھا، والد محترم نے نماز جنازہ ادا

کرائی اور مجمع کی شدید کثرت کے سبب احاطہ مولسری سے قاسمی قبرستان کا پانچ منٹ کا یہ آخری سفر قریب ایک گھنٹہ میں پورا ہوا، قبر میں اتارنے کی آخری خدمت والدمحترم مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب، عم محترم جناب محمد ہشام قاسمی صاحب اور راقم السطور کے حصہ میں آئی، اس طرح درس وتدریس، تقریر وخطابت اور تصنیف وتالیف کا یہ خورشید ماہتاب اپنے والدمحترم حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کے پہلو میں بنے مقبرے میں ہمیشہ ہمیش کے لئے غروب ہوکر آسودۂ رحمت ہوگیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

آج ہمارے درمیان حضرت بنفس نفیس خود تو موجود نہیں لیکن آپ کی حیات کا اثاثہ اور علمی آثار کے باقیات صالحات کا جو سرمایہ ہے وہ انشاء اللہ بطور صدقہ جاریہ قائم ودائم رہ کر آپ کی روح گرامی کو نفع دیتا رہے گا۔ حضرت متکلم اسلام مرحوم کی عبقری شخصیت گونا گوں فضائل وکمالات کا مجموعہ تھی۔ وہ اپنے دور کے بے بدل خطیب، صاحبِ طرز ادیب، نامور متکلم، نکتہ رس فلسفی، قادر الکلام شاعر، کامیاب مدرس اور شگفتہ قلم مصنف تھے، اللہ تبارک وتعالی ان کی عظیم المرتبت خدمات کو شرف قبولیت سے سرفراز فرماتے ہوئے ان کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

حضرت رحمہ اللہ کی ذات کو دنیا نے مختلف جہتوں سے جانا اور دیکھا، کبھی آپ کی ذات کو صاحبزادۂ حکیم الاسلام کے طور پر جانا گیا ابھی اس عمومی تصور پر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ آپ کی فطری صلاحیتوں کی بنیاد پر ملک وبیرون ملک میں آپ ایک بہترین قلمکار کے طور پر جانے اور پہچانے گئے، کبھی ایک منجھے ہوئے سیرت نگار کے طور پر آپ کی ذات لوگوں کے سامنے آئی تو کبھی ایک بے مثال خطیب کی حیثیت سے لوگوں کے قلوب میں گرویدگی ومحبوبیت کا محور بنے، غرضیکہ آپ کی شخصیت کے مختلف نمایاں پہلو ہیں۔ آپ کی علمی شخصیت کے احاطے کے لیے تو کئی صفحات درکار رہوں گے، زمانے پر ان کے کام کے انداز اب کھلیں گے، واقعی ایسے شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ موت العالم موت العالم۔ میں نے حضرت سے سن ۲۰۰۵ء میں ہدایہ اول پڑھی، ان کا اسلوب تدریس وتفہیم بڑا ہی دل کش اور دل نشیں ہوا کرتا تھا، علمی تبحر اور وسعت مطالعہ ان کی شخصیت کا ایک ایسا روشن وصف تھا کہ اس کی بناء پر غامض مقامات علم اور مشکل ترین مواقع بھی اس انداز سے بیان کیا کرتے کہ اس کو سمجھنا بالکل دشوار نہ رہتا، ایک باکمال مدرس کے اندر جو خوبیاں اور اوصاف ہوتے ہیں، وہ بدرجہ اتم حضرت متکلم اسلام علیہ الرحمہ کی ذات میں بہ تمام وکمال موجود تھیں۔ اختلافی مسائل کو بڑے مدلل انداز سے بیان فرماتے، دوران درس ہمیشہ عزت واحترام کے ساتھ تمام فقہاء کا ذکر ہوتا، تمام آراء کو بیان کر کے زیادہ کوشش تطبیق کی کرتے اگر کسی رائے کو

راجح قرار دینا ہوتا تو اس کو مدلل کرتے، غرضیکہ مسائل کو پیش کرنے کے دوران آپ کا انداز نہایت علمی اور تحقیقی ہوتا، انداز بیان جذب وکشش کے جملہ اوصاف سے بایں طور مرقع ہوا کرتا تھا کہ درس میں کسی طرح کی اکتاہٹ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ آج آپ کے فیض یافتگان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جو دنیا کے مختلف گوشوں میں علم دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، قدر مشترک کے طور پر تمام تلامذہ میں یہ نظریہ عام اور متفق علیہ ہے کہ حضرت متکلم اسلام رحمہ اللہ ایک معتدل مزاج اور سیدھی سچی شخصیت کے مالک اور راست ومثبت فکر رکھنے والے عالم تھے اس لئے مختلف طبقۂ فکر ونظر والے افراد کو اپنی شیریں مقالی، حسن عمل، انداز تکلم، طرز استدلال سے مطمئن کرنے کے فن سے بخوبی واقف تھے۔

حضرت رحمہ اللہ کی شخصیت علمی دوائر واجتماعیات سے لے کر عامۃ الناس میں یکساں طور پر مقبول تھی علاوہ ازیں ان کی دل آویز شخصیت کا ایک رخ ان کی نرم گفتاری، رقیق القلبی اور مزاج کی سادگی تھی جس کی وجہ سے ان کو عوامی سطح پر گرویدگی کی حد تک مقبولیت حاصل تھی، اعتدال فکر ونظر ان کی زندگی کا ایک نمایاں وصف رہا، جب کبھی کسی موضوع پر اپنی رائے دیتے تو بہت متوازن اور معتدل ہمیشہ ہم سبھی کو فکر میں اعتدال قائم کرنے کی تاکید کرتے، فرماتے: ''یہی درحقیقت فکر قاسمی کا جوہری وصف اور اس کا امتیاز ہے'' افکار ونظریات میں بے اعتدالی خواہ وہ دینی مسائل میں ہو یا سماجی ہمیشہ اس کے منفی اثرات ظاہر ہوا کرتے ہیں، خورد نوازی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی چھوٹا آپ کے سامنے بات کرتا تو خوب دھیان سے بات سنتے اور پھر اس کا تشفی بخش جواب دیتے، اگر کسی بات کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہوتا تو بہت ہی مثبت انداز کے ساتھ اس جانب نشاندہی فرماتے، ''حیات طیب'' اور ''عکس احمد'' کی ترتیب کے دوران بے شمار ایسے مواقع آئے جن پر آکر ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا، خصوصاً مواد کی فراہمی ایک اہم مسئلہ رہا، ایسے میں جب کبھی ضرورت پیش آتی تو ''ابّو'' کے پاس جانا ہوتا اور اس سلسلے میں اپنے استفسارات پیش کرتا بہت توجہ سے اس کو سنتے اور پھر صحیح مآخذ کی جانب نشاندہی کرتے ہوئے ان کا تشفی بخش جواب دیتے، بالخصوص ''عکس احمد'' کے لئے جس وقت مواد کا مسئلہ آیا تو ''ابّو'' کے ہی مشورے سے سن ۲۰۱۰ء میں حیدرآباد اور کاندھلہ کا سفر کیا، جہاں بحمد اللہ فخر الاسلام حضرت مولانا احمد صاحب نور اللہ مرقدہ پر کافی مواد ملا۔ سن ۲۰۱۳ء میں حجۃ الاسلام اکیڈمی، شعبۂ بحث وتحقیق دارالعلوم وقف دیوبند کے قیام کے بعد باضابطہ مولانا نوشاد نوری صاحب کی معیت میں ترتیب کا کام شروع کیا تو اس سے کافی آسانی پیدا ہوئی، اگر کہا جائے تو یہ بات یقینی ہے کہ شاید یہ کام حیدرآباد اور کاندھلہ جائے بغیر اس شکل میں ممکن نہ تھا، اس کی بنیادی وجہ یہ رہی کہ دارالعلوم دیوبند کی ان سالوں کی رودادیں حاصل کرنے کی کوشش کی گئیں لیکن دفتر اہتمام سے معلوم ہوا کہ

فائلیں اس قدر بوسیدہ ہو چکی ہیں کہ ان سے استفادہ ممکن نہیں، اب ہمارے پاس مختلف جگہوں سے مواد کی فراہمی کے سوا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ اس موقع پر حیدرآباد اور کاندھلہ کا سفر ہوا جس کے بنیادی محرک حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب رحمہ اللہ کی ذات رہی۔ ترتیب کے دوران بھی حضرت رحمہ اللہ کی مسلسل رہنمائی رہی، آپ کے مفید مشوروں سے کام میں بے حد آسانیاں پیدا ہوئیں، حوصلہ افزائی کا عالم یہ تھا کہ جب کبھی اُن کے پاس جا کر بیٹھنا ہوتا تو ہمیشہ اس کام پر بیحد خوشی کا اظہار فرماتے، اکثر کہا کرتے تھے کہ ''واقعی اس جانب تو کسی کی توجہ نہیں گئی تو نے یہ بہت اچھا کام کیا''، تمام ہی آنے جانے والوں سے بارہا اس کام پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے۔ موجودہ تقاضوں کا بھی بھر پور ادراک رہتا نہ صرف ذاتی طور پر جدید علوم وفنون اور مسائل حاضرہ سے دل چسپی اور بصیرت آمیز مطالعہ ہی تھا بلکہ طلبہ کو مسلسل ہدایت فرماتے کہ عہد حاضر کے علوم وفنون اور اس تعلق سے خارجی مطالعہ شخصیت سازی کی تکمیل میں ایک کلیدی حصہ رکھتا ہے اور اس کے لئے انگریزی زبان کی اہمیت پر ہمیشہ طلبہ کو متوجہ کرتے رہتے، جس وقت ''حیات طیب'' چھپ کر سامنے آئی تو اسی وقت خواہش ظاہر کی کہ ''کیا ہی خوب ہو کہ اگر اباجی رحمہ اللہ پر انگریزی سوانح بھی آجائے'' آپ کے چاہنے والوں کی ایک بڑی تعداد یورپ وافریقہ میں بھی مقیم ہے، لیکن اردو سے ناآشنائی کے سبب ان کے لئے اس سے استفادہ ممکن نہیں ہو سکے گا چنانچہ انہی کی تحریک وایماء پر اسی وقت یہ ارادہ کیا کہ اس کو انگریزی زبان میں بھی لایا جائے، اب بحمد اللہ ''حیاتِ طیب'' پر بزبان انگریزی کا کام اپنے آخری مرحلے میں ہے، لیکن افسوس کے آج حضرت کی ذات گرامی متحرک ومتکلم پیرائے میں ہمارے درمیان موجود نہیں ہے، لیکن ان کی مستجاب، مخلصانہ اور بےلوث دعاؤں کے معنوی ثمرات مشعل راہ کے طور پر مدۃ العمر ہماری راہنمائی کرتے رہیں گے۔

وما توفیقی الا باللہ

ایک دیا اور بجھا...

نوید حامد صاحب ❖

موت ایک ایسا سفر ہے جس میں ہر ذی روح کو شامل ہونا پڑتا ہے، اس سے کوئی مفر نہیں ہے۔ موت کے پل پر سے سب کو گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن اصل موت قابل ذکر صرف اس کی ہوتی ہے جس کا کام ہوتا ہے اور جس کا کام ہوتا ہے اس کا نام بھی زندہ رہتا ہے۔ ایسا ہی عظیم اور قابل ذکر افراد میں خانوادۂ نانوتویؒ سے تعلق رکھنے والے اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا محمد اسلم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی شمار ہوتا ہے۔

آج ان کو مرحوم کہتے ہوئے انتہائی رنج وغم ہو رہا ہے۔ وہ اسلاف کے وضع قطع عمل اور طرز زندگی کا نمونہ تھے۔ دیوبند میں دیگر افراد کی طرح مرحوم کو بہت کم چلتے پھرتے دیکھا جاتا تھا۔ وہ شرافت، سادگی اور نام ونمود سے بہت دور رہتے تھے۔

جب دارالعلوم دیوبند کا تنازعہ شروع ہوا تو اس وقت بھی وہ نمایاں ہو کر کوئی خاص نہیں آئے۔ یہی دیکھا گیا کہ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف اور عبادات وغیرہ سے وہ تعلق رکھتے تھے۔ ان کی شرافت اور صالحیت کی گواہی ہر کوئی پہلے بھی دیتا تھا اور اب بھی دے رہا ہے۔ انہوں نے سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر عام فہم زبان میں جو کتاب لکھی ہے اسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

ان کا ایک بڑا کارنامہ سیرت پاک پر مشہور ومعروف کتاب سیرت حلبیہ کا نہایت خوبصورت اور نفیس اردو ترجمہ ہے۔ وہ اب تک درجنوں بار شائع ہو چکی ہے یہ کتاب تین ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے اور ترجمہ ایسا ہے کہ ترجمہ نہیں لگتا بلکہ وہ ایک طبع زاد تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ مولانا مرحوم نے ترجمہ کے ساتھ کچھ ضروری مقامات پر جو توضیحی نوٹس تحریر کئے ہیں ان سے ہمیں بہت رہنمائی ملتی ہے۔

مولانا کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ایک ایسا بڑا علمی خسارہ ہے جس کی تلافی آسان نہیں ہوگی۔ یہ تشویش کی بات ہے کہ ہمارے درمیان سے جو ہمارے بڑے جا رہے ہیں ان کی جگہ لینے والے مناسب

❖ صدر آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت

افراد سامنے نہیں آرہے ہیں اور سنہ ۲۰۱۵، ۱۶، ۱۷ کے سال تو ایسے ہیں کہ لگتا ہے کہ علماء اور ذی علم افراد کے سال وفات لگتے ہیں۔

مرحوم ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے فضیلت کی، اس کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بھی عصری علوم کی تکمیل کی تھی۔ علماء میں ایسے افراد بہت کم پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے جس طرح دارالعلوم وقف دیوبند کے کلیدی عہدوں پر فائز رہ کر مختلف قسم کی خدمات انجام دی ہیں وہ دارالعلوم وقف کی تاریخ کی نمایاں ابواب میں شامل ہوں گے۔

انہوں نے ناظم تعلیمات اور بخاری شریف کی تدریس کے حوالے سے جو انمٹ نقوش چھوڑے ہیں وہ اساتذہ اور طلباء و اہل علم میں ہمیشہ تابندہ نقوش کے طور پر چمکتے رہیں گے۔ ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ ان کی خوبیوں اور کمالات کو مطلوبہ شکل میں پیش کرسکیں۔

ہماری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور نعم البدل بھی عطا فرمائے اور اپنی شایان شان جزا دے۔ آمین

حضرت الاستاد مولانا محمد اسلم قاسمیؒ رمزیؔ

اے بادِ صبا! وہ لوگ چمن سے کدھر گئے

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی ❖

۲۳ رصفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳رنومبر ۲۰۱۷ء کی دوپہر جس وقت یہ جانکاہ خبر سماعت سے ٹکرائی کہ خانوادہ قاسمی کے فرزندار جمند جگر گوشۂ حکیم الاسلام متکلم اسلام حضرت الاستاد مولانا محمد اسلم قاسمی رمزیؔ صاحب اب ہمارے درمیان نہیں رہے، صبح کے گیارہ بجے کے قریب انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا تو دل مسوس کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر کے لیے پیروں تلے زمین کھسک گئی اور ذہن و دماغ نے کام کرنا بند کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، پڑھا اور یہ سوچ کر خود کو سنبھالا کہ یہی قانون فطرت ہے اور یہی دستور مشیت ایزدی ہے کہ جو بھی اس دنیائے فانی میں آیا ہے کل اسے اس دنیا کو الوداع کہنا پڑے گا۔ بقول شیخ ابراہیم ذوقؔ کہ:

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
ہو عمر خضر بھی تو ہو معلوم وقت مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے

اور سب سے بڑھ کر خود خالق کائنات کا فرمان ہے کہ:

”كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ. وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ . وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتٰعُ الْغُرُوْرِ .(۱)

(ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا۔ تو جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے)

❖ مہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ، مدھوبنی

(۱)۱۸۵

اپنے آپ کو قابو میں کرتے ہوئے سب سے پہلے جامعہ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار میں اساتذہ کرام کو حضرت الاستاد کے سانحہ ارتحال کی اطلاع دینے کے ساتھ تعلیمی سرگرمیاں منقطع کر کے ایصال وثواب کی مجلس منعقد کرنے کی ہدایت دی۔ جب طبیعت کچھ بحال ہوئی تو ایک ایک کر کے ماضی کی ساری کڑیاں کھلتی چلی گئیں جو زمانہ طالب علمی میں دیوبند سے وابستہ تھیں۔

بچپن سے ہی خاندان قاسمی کیلئے دل میں جو عظمت وعقیدت تھی وہ دھیرے دھیرے پروان چڑھتی گئی، جب دیوبند آیا تو اس خاندان کی معزز شخصیات کو نہ صرف دیکھنے کی حسرت پوری ہوئی بلکہ ان سے استفادے کا شرف حاصل ہوا۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے علم و عرفاں کے بارے میں جیسا کہ علماء کرام سے سنتا آرہا تھا اس سے کہیں زیادہ آپؒ کی زندگی نے متاثر کیا، حالاں کہ وہ زمانہ دارالعلوم کے خلفشار کا زمانہ تھا، روز ایک کرب کو سہنا پڑتا تھا، باوجود اس کے حضرت مہتمم صاحبؒ کے عزم، حوصلہ واستحکام کے ساتھ دارالعلوم سے ان کی بے پناہ محبت اور اس کے لئے تڑپ کسی اور فرد و بشر میں ان آنکھوں نے ابتک نہیں دیکھی۔

خانوادۂ قاسمی کی جن شخصیات سے شرف تلمذ حاصل ہوا ان قابل تکریم و قابل فخر ہستی میں متکلم اسلام حضرت الاستاد مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کا اسم گرامی سب سے پہلے آتا ہے۔ ۱۹۸۵ء میں جب دارالعلوم کی تقسیم کے بعد اس خوش نصیب جماعت کا ایک فرد میں بھی تھا جنہیں حضرت الاستاد نے طیب منزل میں 'نفحۃ العرب' اور 'قرآن کریم' کا ترجمہ پڑھایا تھا۔ یہ ہمارے لئے بڑے عزوشرف اور فخر کی بات ہے کہ ہم دارالعلوم وقف دیوبند کی ابتدائی تعلیمی سرگرمیوں کے چشم دید ہیں اور سارے واقعات ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ طیب منزل کی جس چھت کے نیچے ہم نے دارالعلوم وقف کے ابتدائی دور میں تعلیم شروع کی اس کے پنکھے کے پنکھڑیاں لکڑی کی تھیں، یہ افراتفری کا زمانہ تھا، حضرت حکیم الاسلامؒ سے سچی عقیدت ومحبت کرنے والوں کو ہم نے دیکھا کہ اپنے گزر بسر کے لئے راتوں میں رکشا چلا رہے ہیں اور دنوں میں وقف دارالعلوم میں خدمت انجام دے رہے ہیں، ایک وقت کے کھانے کا اگر انتظام ہو جاتا تو دوسرے وقت کی فکر، کہ اس کا انتظام ہوگا بھی کہ نہیں۔ ان حضرات کی یہ وہ قربانیاں ہیں جن کا بدل اللہ پاک ہی دینے والا ہے۔ میری اس جماعت کے ساتھیوں میں مولانا رضوان الحق مظفر پوری، مولانا عبدالجبار دکوی، مولانا ہارون دکوی، مولانا زید رانچوی، اور مولانا عبداللہ دیوبندی شامل ہیں۔ مگر یہ موقع اس سانحاتی واقعات کو یاد کرنے کا نہیں ہے، یہاں پر صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ دارالعلوم وقف دیوبند کے ان خوش نصیب طالب علموں میں میں بھی شامل ہوں جسے سب سے پہلے حضرت الاستادؒ سے شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی

طیب منزل میں علمی تشنگی بجھانے والوں کیلئے شاندار لائبریری بھی موجود تھی، جس میں درسی کتب کے علاوہ نادر و نایاب کتابیں موجود تھیں۔

طلباء سے بے حد پیار و محبت اور شفقت فرمانا آپؒ کا خاص وصف تھا، حضرت الاستاد کی یہ وہ خوبی ہے جس کے سب معترف ہیں۔ عجز و انکساری اور شرافت تو خانوادۂ قاسمی کا خاص وصف ہے آپؒ بھی اس صفت سے سراپا متصف تھے۔ آپ کا درس بے حد مقبول تھا، پہلے دارالعلوم پھر دارالعلوم وقف دونوں جگہوں پر آپ نے اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔ درسِ نظامی کی اہم کتابیں آپ سے متعلق رہیں، دوران اسباق آپؒ طلبہ کو تشنہ نہیں چھوڑتے تھے، وقت کے تقاضوں کی مناسبت سے آسان انداز بیان میں پیش فرماتے۔ پیچیدہ مضامین کو دلنشین اسلوب میں خوب سہل کر کے خوبصورتی کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ ایک محبوب و مقبول مربی و استاد کی حیثیت سے دیوبند میں آپ طلباء میں بے حد معروف تھے۔ دیوبند میں آپ کی تدریسی اور تنظیمی خدمات کئی دہائیوں پر محیط ہے، آج دنیا بھر میں آپ کے شاگرد موجود ہیں اور مختلف شعبوں میں اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے مادر علمی اور اپنے مشفق اساتذۂ کرام کا نام روشن کر رہے ہیں۔

حضرت الاستاد گوناگوں صلاحیتوں کے حامل، خاموش طبیعت، متین، پروقار اور بردبار، یورپی ممالک میں حکیم الاسلامؒ کے رفیق سفر اور حکیمانہ خطاب کے ترجمان، اجلاس صد سالہ کے ناظم روح رواں، دارالعلوم وقف دیوبند کے محدث، صدرالمدرسین کے منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ ایک کامیاب مدرس و مربی کے ساتھ ساتھ بہترین مقرر اور بلند پایہ شاعر بھی تھے، باتیں کرتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پھول جھڑتے ہوں۔ جب کسی موضوع پر گفتگو فرماتے تو شروع سے آخر تک اپنی باتوں کو اسی عنوان پر مرکوز رکھتے تھے۔ سیرت النبی ﷺ اور اخلاق حسنہ پر اثر انگیز وعظ فرماتے تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سیرت النبی کے اجلاس میں متعدد بار آپ نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی اور یونیورسٹی کے طلبہ و اساتذہ کو اپنے خطاب سے مسحور و مستفیض فرمایا۔ زبان و بیان میں بڑی چاشنی تھی پل میں ہر کسی کو اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے۔ شاعری میں رمزیؔ آپ کا تخلص تھا، دوران سبق قدیم شعراء کے اشعار اور کبھی کبھی اپنا کلام بھی سناتے تھے، حضرت کی متعدد غزلیں، نظمیں اور نعتیہ کلام کو پڑھنے کا موقع میسر ہوا۔

آپ کو اللہ تبارک و تعالی نے قلم کا بھی سپاہی بنایا تھا چناں چہ کئی معرکۃ الآراء کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی۔ سیرت حلبیہ کا مکمل اردو ترجمہ کیا جو آپ کا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ اصحاب کہف، ولادت نشو و نما اور تفسیر رازی کا ترجمہ آپ کے قلم سے نکلی ہوئی تحقیقی کتابیں ہیں۔ عربی ڈکشنری 'المنجد' پر ضمیمہ بھی آپ کا ایک اہم علمی کارنامہ ہے۔ والد محترم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے

شعری مجموعہ 'عرفان عارف' کے مرتب بھی آپ ہیں۔ پروردگار عالم اپنے پیارے حبیب محسن انسانیت رحمت للعالمین ﷺ کے صدقہ طفیل میں حضرت الاستاذؒ کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، نیز دارالعلوم وقف دیوبند کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ بلاشبہ آپ کا انتقال پر ملال ملت اسلامیہ ہندیہ کے لئے عظیم علمی خسارہ ہے۔ حضرت خطیب الاسلام مدظلہ العالی کے ایک نایاب اقتباس پر اپنی بات ختم کرتا ہوں (تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ)۔

دراصل حضرت نے یہ الفاظ اپنے جد امجد فخر الاسلام حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے لئے تحریر فرمایا ہے، میں اسی تحریر کو حضرت الاستاد کے نام منسوب کرتا ہوں۔

> ''حضرت الاستاد متکلم اسلام مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ کی تعلیم وتربیت اور نشو نما جس علمی وروحانی ماحول میں ہوئی، وہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا، خیال کیجئے کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ جیسی شخصیت اپنے فرزند فرید کی تعلیم وتربیت، جس بہتر انداز میں کر سکتے تھے اور ان کے دینی مستقبل کی جو فکر ان کے ذہن میں رہی ہوگی ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ اپنا اثر نہ دکھاتی۔''

مذکورہ چند بے ترتیب سطور کے ساتھ ہند میں سرمایہ ملت کے نگہبان حضرت اقدس مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، محترم المقام جناب ڈاکٹر محمد اعظم قاسمی صاحب، حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب، مولانا محمد فاروق قاسمی صاحب، بھائی محمد ہشام قاسمی، مولانا محمد شکیب قاسمی اور دیگر پسماندگان سے اظہار تعزیت پیش کرتا ہوں اس شعر کے ساتھ کہ:

جنگل کو باغ، باغ کو خلا کر گئے
کیوں اے بادِ صبا! وہ لوگ چمن سے کدھر گئے

علومِ نبوت کا سمندر خاموش ہوگیا

مولانا نظام الدین فخر الدین ❖

سحر جو آئی تو لائی اسی چراغ کی موت
تمام رات جو جلتا رہا سحر کے لئے

سچ ہی کہا کسی نے ''دل کو دل سے راہ ہوتی ہے'' آج صبح ہی سے نہ جانے کیوں دل پر اچانک غم چھانے لگے، اُداسی نے ڈیرہ ڈال دیا تھا، اس معمہ کو سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش میں لگا ہی ہوا تھا کہ خبر بجلی بنکر گر پڑی کہ آج مؤرخہ ۱۳/نومبر صبح ۱۲/بجے فرزند حکیم الاسلام، متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب علیہ الرحمہ سفرِ آخرت پر روانہ ہو چکے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' خبر پڑھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا دل نے گواہی دی کہ آہ! علومِ نبوت کا سمندر خاموش ہوگیا، گلشن رسالت میں ایک طوطیٔ ہند نے جو اپنی آن بان سے چہکتا تھا اپنا آشیانہ بدل دیا، اب اس کا آشیانہ خلد بریں میں ہے، مولانا علیہ الرحمہ کی دعوتی، علمی خدمات ناقابل فراموش ہیں، آپ کی علمی صلاحیت اور فکری صلابت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ آپ از ہر ہند دارالعلوم وقف دیوبند میں ''ناظم تعلیمات'' جیسے اہم منصب جلیلہ پر فائض تھے، آپ کی ذات گرامی عصری و دینی علوم سے آراستہ تھیں، زندگی سادگی سے تعبیر تھی، آواز کیا کہنا، ''شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو''، چہرہ بھی خوبصورت اور دل اس سے زیادہ خوبصورت، حالات موافق ہوں مخالف ہوں زبان پر کبھی گلہ نہیں، شکوہ نہیں، نہ کسی کی غیبت نہ کسی پر طنز و تشنیع، حکیم الاسلام کے خانوادہ سے میرا گہرا تعلق ہے، حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ کے جانے کا تو یقینی طور پر غم ہے، مگر اس بات پر بطور تحدیث نعمت فخر ہے کہ شہر پونہ کی تاریخ میں پہلی بار اور سب سے پہلے ختم بخاری شریف اور تقسیم اسناد، دارالعلوم نظامیہ صوفیہ پونہ کے اجلاس میں آپ کی تشریف آوری ہوئیں، جس کے انوار و برکات ہیں اور رہیں گے۔ اللہ درجات بلند فرمائے۔ آمین

❖ صدر جامعہ نظامیہ ٹرسٹ پونہ و ممبر مسلم پرسنل لا بورڈ

مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی ❖

اللہ رب العزت نے اس دنیا کو آباد کرنے کے لیے بے شمار مخلوقات کی تخلیق فرمائی اور ان سب کی تخلیق کا مقصد یہ بتایا کہ سب کے سب ''حضرت انسان'' کی خادم کی حیثیت سے ہیں۔ خود انسان کو اپنی عبادت اور بندگی کے لیے پیدا فرمایا اور زیورِ علم وعقل سے نوازا۔ دولتِ علم سے آراستہ کئے جانے کے بعد اس علم کی حفاظت کے مختلف طریقے بھی بتلائے اور یہ بھی بتلایا کہ ایک نہ ایک دن یہ علم اٹھالیا جائے گا، اور دنیا بے نور ہوکر رہ جائے گی۔

حضرت سرور کائنات ﷺ کی امت میں حاملین علم کو ''انبیاء کے وارثین'' کا خطاب عطا کیا گیا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: **ان العلماء ورثة الأنبياء، ان الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما، انما ورثوا العلم، فمن أخذه أخذ بحظ وافر.** (۱)

یہ علمائے کرام نشر علم اور اشاعت علم کا ذریعہ ہیں، ان ہی علمائے کرام سے علم پھیلتا ہے، اور اس کی حفاظت بھی ان ہی کے واسطہ سے ہوتی ہے۔ اپنی عمریں علم ہی کے حصول اور اس کی حفاظت میں صرف کردیتے ہیں۔

یہ حاملین علم دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں، دنیا کا کوئی ایسا ملک نہیں جہاں علم الٰہی کے حاملین موجود نہ ہوں، دنیا کا کوئی ایسا خطہ نہیں، جہاں علمائے کرام کی ایک جماعت موجود نہ ہو۔ دنیا کے دیگر خطوں کی طرح ہمارے وطن عزیز ہندوستان میں بھی علمائے کرام کی ایک بڑی تعداد ہے، جو ہر زمانہ میں خلفاً بعد خلفٍ چلی آرہی ہے۔ مختلف علوم وفنون کے ماہرین نے اس سرزمین پر جنم لیا ہے اور انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کرکے علوم وفنون کی تازگی وتابندگی کا کام کیا۔ خاص طور پر علمائے دیوبند کی جماعت نے وہ گراں قدر خدمات انجام دی ہے، اور علم کی ایسی آبیاری کی ہے کہ دنیا اس کی معترف ہے۔

ان علمائے کرام اور خدام علم کا اٹھ جانا اور اس دنیا سے کوچ کرجانا علم کے اٹھ جانے کا سبب اور

❖ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) رواہ الترمذی، کتاب العلم، رقم الحدیث: ۲۶۸۲

ذریعہ ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے: **ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من الناس؛ ولکن یقبض العلم بقبض العلماء.** (۱)

حال ہی میں ۱۳/نومبر ۲۰۱۷ء کو علمائے دیوبند کے ایک عظیم سپوت اور اپنے مسلک کے ترجمان صاحبزادۂ حکیم الاسلام متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب نوراللہ مرقدہ کی رحلت سے خدائی دستور اور اصول کے مطابق علم کی ایک اہم کڑی اٹھ گئی اور علم کے ایک باب کا خاتمہ ہوگیا۔ اس باب کے انہدام سے جو عظیم خلا پیدا ہوا ہے، اس کا تدارک بہ آسانی ممکن نہیں۔ حضرت متکلم اسلام ایک عظیم محدث، شارح حدیث، عاشق رسول، بہترین سیرت نگار، کہنہ مشق شاعر و ادیب اور بے مثال خطیب تھے۔ آپ کے فیضان علم سے ہزاروں کی تعداد میں علماء وفضلاء فیض یاب ہوئے اور اس چشمۂ صافی سے شیریں ذائقہ پانی نے کتنے ہی تشنہ لبوں کو سیراب کیا اور کتنوں کی علمی تشنگی بجھائی۔ آپ کی وفات سے علمی، ادبی، تہذیبی اقدار و روایات کے ایک باب کا انہدام ہوا ہے، آپ اپنی اعلی نسبتوں، خاندانی شرافتوں اور نجابتوں کی وجہ سے ایک ایسے مقام پر فائز تھے کہ کوئی دوسرا آپ کا شریک نہ تھا۔ آپ کو قدرت مطلقہ کی جانب سے بے شمار خوبیوں سے نوازا گیا تھا، اور آپ نے ان خوبیوں کی قدردانی اور اپنے اخلاف تک اس امانت کو پہونچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

حضرت متکلم اسلام علیہ الرحمہ کی زندگی کے مختلف گوشے اور زاویے ہیں، اور ہر گوشہ اپنے اخلاف کے لیے اسوہ اور نمونہ ہے، اگر ان سب پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے، تو طویل صفحات درکار ہیں؛ لیکن اس وقت ان کی چند نمایاں خصوصیات وامتیازات اور خوبیوں پر اجمالی روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

ایک باکمال مدرس

ایک باکمال اور کامیاب مدرس کے اندر جو خوبیاں اور اوصاف ہونے چاہیے، وہ سارے حضرت متکلم اسلام علیہ الرحمہ میں موجود تھے۔ افہام وتفہیم کا ملکہ آپ کو عطا کیا گیا تھا، بات کہنے کا سلیقہ اور دل میں بٹھا دینے کا انداز آپ کو معلوم تھا۔ آپ کی باتیں حشو وزوائد سے خالی اور اطناب وتطویل سے پاک ہوتی تھیں۔ آپ کے درس میں نہ اکتاہٹ ہوتی تھی، اور نہ کبھی یہ احساس ہوا کہ آپ کچھ زائد بول رہے ہیں؛ بلکہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ آپ کا گھنٹہ ختم ہی نہ ہو، اور آپ سبق پڑھاتے رہیں۔ آپ دورانِ سبق طلبہ کی ذہنی، فکری اور علمی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے ناصحانہ کلمات بھی فرماتے تھے۔ اور ایسی فضا قائم رہتی تھی، گویا سب کے سر پر کوئی پرندہ بیٹھا، ہلنے سے اڑ جائے گا۔ ایسے ہمہ تن گوش ہوکر ہم طلبہ سبق سنا کرتے تھے۔

ہم نے آپ سے ترمذی شریف پڑھی ہے، ترمذی کا درس تو اتنا مشہور تھا کہ دیگر مدارس کے طلبہ بھی

---

(۱) رواہ البخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، رقم الحدیث: ۱۰۰

آپ کا گھنٹہ معلوم کرکے پڑھنے آتے تھے اور آپ کا درس سن کرعش عش کرتے تھے۔ آپ کے درس حدیث کا ایسا نرالہ انداز تھا کہ کوئی آبشار جاری ہے، جس سے تسلسل اور روانی کے ساتھ پانی جاری ہے، نہ کہیں انقطاع ہے، اور نہ عدم تسلسل۔ آپ کے تبحر علمی کے بے شمار شواہد ہیں، جن میں اہم آپ کے وہ تلامذہ ہیں جنھوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا اور آج دنیا کے مختلف گوشے اور خطے میں اس فیض کو عام کرنے میں مصروف ہیں۔ حدیث پڑھاتے ہوئے محدثین کی عظمت، مختلف فیہ مسائل میں ائمہ کے اقوال کی وضاحت پھر اپنے مسلک کی ترجمانی اور دلائل وبراہین کی بنیاد پر ترجیح اور اپنے اکابر واسلاف کے اقوال اور آراء، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو علم کا سمندر عطا کر دیا گیا ہے، اور آپ اس میں جس طرح چاہیں، تصرف کر سکتے ہیں۔

ایک عاشق رسول

آپ کو صرف درس حدیث اور شرح حدیث ہی میں دل چسپی اور مہارت نہیں تھی؛ بلکہ آپ کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کامل دسترس حاصل تھی۔ بہترین سیرت نگار اور عاشق رسول تھے۔ عشق نبوی میں فنائیت کا درجہ حاصل تھا، اسی لیے آپ موجودہ زمانہ کے ہر مسئلہ کا حل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی تلاش کر لیا کرتے تھے۔ یوں تو ہر مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عشق کرتا ہے، ہر ایک کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ وہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہوکر اس کو اپنی عملی زندگی میں اپنائے؛ لیکن عشق ومحبت کے اعلی معیار پر اترنا اور اس کے بلند درجات پر فائز ہونا ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ متکلم اسلام علیہ الرحمہ کو یہ خوبی حاصل تھی کہ وہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلی درجات پر فائز تھے، نہ صرف عاشق تھے؛ بلکہ سیرت کو عام کرنے کے لیے انتھک کوششیں کیں اور اپنے زور قلم سے اس کو عام کرنے کی ہر ممکن جدوجہد کی۔ سیرت حلبیہ جیسی اہم کتاب کا ترجمہ کیا، جو کئی جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اور چھوٹے بچوں کو سیرت سے دل چسپی پیدا کرنے کی خاطر نہایت ہی سہل انداز اور آسان الفاظ میں ''سیرت پاک'' کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی، جو قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔

بے مثال خطیب

آپ کی خطابت کے جواہر پاروں سے نہ صرف ہندوستان محظوظ ہوا؛ بلکہ بیرون ہند بھی بہت سے ممالک میں آپ کی خطابت کا شہرہ تھا۔ آپ کو اپنے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب قاسمی صاحب رحمہ اللہ کی زبان ملی تھی، اور انہیں کے انداز میں خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح آپ کو اپنے والد ماجد سے ظاہری اور معنوی شباہت کاملہ عطا ہوئی تھی۔ فن خطابت کے ایسے باکمال اور بے مثال فرد زمانہ میں خال خال ہی پایا جاتا ہے۔ اور یہ انعام خداوندی میں سے ہے، وہ جس کو چاہے عطا کر دے۔ ایسی تقریر کہ سننے والے سنتے چلے جائیں، جتنا سنیں، اتنا ہی شوق بڑھتا چلا جائے اور دوران خطابت قرآن کریم کی آیات اور احادیث مبارکہ

کا ایسا تسلسل رہتا تھا کہ گویا آپ صرف آیات وروایات کا ترجمہ کرتے چلے جارہے ہیں، اوراس قدر روانی کے ساتھ کہ سننے والے حیرت زدہ اور مسحور ہیں۔ موجودہ زمانہ کے مسائل اور دور حاضر کے حالات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کر لینا ان کا امتیاز تھا۔ کسی اور خطیب ومقرر کو اس دور میں ایسا دیکھا نہیں گیا، جو آیات وروایات کا انبار لگادے اور دو تین گھنٹہ کی تقریر میں درجنوں آیات وروایات پیش کر کے، ان کی تشریح اور مسائل کا حل بھی فرمادے۔ حضرت متکلم اسلام علیہ الرحمہ کو یہ کمال حاصل تھا کہ یہ سب کر لیا کرتے تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک خطاب ہوا، جس میں تقریباً تین گھنٹہ آپ نے سیرت کے عنوان پر تقریر فرمائی، اور ایسی مسحور کن تقریر تھی کہ علی گڑھ کے بڑے بڑے دانشوران حیران وششدر تھے اور تقریر ختم ہونے کے بعد سب کی زبان پر یہی تھا کہ تقریر کرنے کا حق تو ان ہی کو ہے، اور تقریر تو اسے کہتے ہیں۔ اور یہ ہی ایک واقعہ نہیں؛ بلکہ یہ ایک تمثیلی واقعہ ہے؛ ورنہ تو آپ جہاں بھی گئے، وہاں اپنا ایسا تاثر اور اثر قائم کر آئے کہ سب آپ کے گرویدہ اور ثنا خواں ہو جاتے۔ یہ چند باتیں تو بر سبیل اجمال میں نے عرض کی؛ لیکن متکلم اسلام علیہ الرحمہ کی خطابت کے تعلق سے ایک تفصیلی مقالہ لکھنے کا عزم وارادہ ہے، جو ان شاء اللہ! عنقریب ہی منظر عام پر آئے گا۔

کہنہ مشق شاعر

حضرت متکلم اسلام علیہ الرحمہ کی اہم خصوصیات وامتیازات اور خوبیوں کی طویل فہرست میں یہ بھی نمایاں ہے کہ آپ ایک کہنہ مشق اور فی البدیہہ شاعر تھے، شعر گوئی میں آپ کو عجیب ذوق عطا کیا گیا تھا۔ اردو ادب کے رسیا اور ماہر تھے، زبان نہایت ہی شیریں، الفاظ شستہ وشائستہ، انداز دل کو چھونے والا، اسلوب نگارش جذبات واحساسات کو اپیل کرنے والا، اور کم الفاظ میں بڑی باتیں کہنے کا ہنر رکھتے تھے۔

لیکن اس کے باوجود آپ نے کبھی بھی شعر وشاعری کو پیشہ ورانہ طریقہ پر اختیار نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کو معاش کا ذریعہ بنایا؛ بلکہ اپنی ستودہ صفات طبیعت کی طبع آزمائی اور اپنے افکار ونظریات کی ترجمانی کے لیے اشعار کہتے تھے۔ آپ کے اس ذوق اور خوبی کی غماز حکیم الاسلام علیہ الرحمہ کے اشعار کی ترتیب بہ نام ''عرفان عارف'' ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سارا مواد اکٹھا ہے، جو ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے۔

یہ چند نمایاں اوصاف اور کمالات تھے، جن کی طرف صرف اشارہ کیا گیا، ان کی مکمل وضاحت اور تشریح کی جائے، تو سینکڑوں اوراق سیاہ کرنے پڑیں گے؛ لیکن ایجاز واختصار کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ چند سطور رقم کیے گئے، جو ہم تلامذہ کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گے، اور ان کے نقش قدم پر چلنے میں تحریض وترغیب کا ذریعہ بنیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز!

غم فراق

مفتی محمد عمران قاسمی گنگوہی ❖

موت کو خدائے تعالیٰ نے ایسا امر یقینی بنایا ہے اہل حق ہوں کہ یا اہل باطل اس سے کسی کو مفر نہیں، کسی کے لئے یہ سقر ہے تو کسی کے لئے جسر جو حبیب کو حبیب سے ملاتی ہے۔ یقیناً میرے استاذ مرحوم اپنے حبیب سے مل کر مخمور ہوں گے اور حبیب کبریاؐ سے مل کر مسرور اور اہل جنت کی روحوں میں مخلوط ہو کر باغ و بہار۔ خداوند کریم مزید مقام کریم نصیب فرمائے, آمین۔

مگر ہم مغموم ہیں ایک مربی کے اٹھ جانے سے، ایک سرپرست کے رحلت فرما جانے سے، ایک محدّث سے محروم ہوجانے سے، ایک مسحور آواز کی سماعت سے، ایک ماہتاب کے دیدار سے، ایک فیضان سے، ایک ایسے دامنِ کوہ سے جہاں سے طوفان باادب ہو کر گذرتے رہے ہوں، ایک ایسے علمی سمندر سے جس کی سیرابی سے دلوں کی گھتیاں لہلہاتی رہی ہوں، جس نے ساحل پر اٹھتی موجیں دیکھی ہوں، لہروں کی طغیانی دیکھی ہو مگر اپنے منفرد، پرسکون انداز کو تحریک ہو یا تدریس، تقریر ہو یا تحریر، متزلزل نہ ہونے دیا۔ یہ سب اس خاندانی وراثت کا حصہ تھا۔ علم جس کی جاگیر، تحمل جس کی علامت، اعتدال جس کا امتیاز، خطابت جس کی غلام اور خودی اور خودداری جس کی شمشیر ہے، آپ کی خوبیاں ایک روشن باب تھیں، جو ہمیں محرومیت کا داغ دے گئیں۔ آپ پر ہمیں فخر تھا اور سینہ افتخار سے مخمور تھا۔

استاذ مکرم کا درس مقبول، خطابت بے مثال، انتظامی صلاحیتیں قابل تحسین، جب استاذِ مکرم کی دارالحدیث میں آمد ہوتی تو طلبہ خوشی سے جھوم اٹھتے اور یہ ایک روز نہیں بلکہ یہ علمی بارشیں روز ہمیں سیراب کرتی تھیں۔ دارالحدیث میں بیٹھ کر ان سے پڑھے ہوئے کافی عرصہ ہوچکا ہے لیکن ان کا سایہ آج تک ہمارے لئے ایسا ہی رہا، ان سے جب بھی ملاقات کرتے اعلیٰ ظرفی واخلاقِ عالیہ کا درس ملتا اور گفتگو مختصر بھی ہوتی، تب بھی کوئی اہم سبق یا کوئی نکتہ ضرور ہاتھ آجاتا تھا۔ مگر اب محرومی ہے، کفِ افسوس ہے، مع ہذا اجل کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔ بس یہی حسرت دل میں رکھ کر قلم دور کردوں: **یا لیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما.**

❖ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ بحیثیت سیرت نگار

مولانا محمد نوشاد نوری قاسمی ❖

رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت، رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے شاندار نمونہ ہے، اس کی حیثیت محض تاریخ یا واقعات کی نہیں؛ بلکہ یہ اسلامی تہذیب وثقافت کی بنیاد، علوم اسلامیہ کا سرچشمہ، تمدن وعمرانیات کی روح، سیاست ومعیشت کا فلسفہ، سماجیات واخلاقیات کی باد بہار، قومی اور بین الاقوامی اصولوں کا عالمی منشور، تاریخ کا سب سے مستند ماخذ، اور ہر طبقۂ انسانی کی کامیابی کی کلید ہے۔

سیرت ایک لامتناہی اور متلاطم سمندر ہے، علم سیرت ایک تہذیب، ایک تمدن، ایک قوم، ایک ملت اور ایک الٰہی پیغام کے آغاز وارتقا کی انتہائی مفید اور دلچسپ داستان ہے۔

سیرت النبی ﷺ کی اسی اہمیت کے پیش نظر حضرات صحابہؓ نے نبی کریم ﷺ کے ایک ایک طرز، ایک ایک ادا، اور ایک ایک حرکات وسکنات کو محفوظ رکھا، اور پوری امانت ودیانت کے ساتھ انہیں اگلی نسل تک پہونچایا، بعد والوں نے بھی اسی اہتمام سے سیرت النبی ﷺ کی حفاظت کی، یہ مقدس علم، مختلف علمی طبقات کے لیے دلچسپی کا ذریعہ ثابت ہوا، اہل قلم نے مختلف زاویے سے کتابیں لکھیں، کسی نے سند کے ساتھ اسے مرتب کیا، کسی نے غزوات وسرایا کو جمع کیا، کسی نے عادات وشمائل یکجا کیے، کسی نے قانونی پہلو سے بحث کی، کسی نے سیاسی گوشے کو اپنی تگ ودو کا مرکز بنایا، کسی نے اخلاقی اور اصلاحی حصے پر توجہ دی، فلاسفہ نے اس میں فلسفہ کی بنیاد تلاش کی، فقہا اس میں قانونی داؤ پیچ ڈھونڈتے رہے، ادبا وبلغا اس کی جادو بیانی پر سر دھنتے رہے، شعرا اسے گاتے رہے، مجددین نے اس کی روشنی سے کائنات کو منور کر دیا اور کسی دوسرے رنگ کو گوارہ کرنے کی اجازت نہیں دی، مصلحین وماہرین اخلاق اس کے تربیتی انداز پر فدا رہے، الغرض سیرت النبی ﷺ ایک ایسا عالمی منشور رہا، جس کی اہمیت مذہبی بھی رہی، علمی بھی رہی، تاریخی بھی رہی، تمدنی بھی رہی، تجدیدی اور اصلاحی بھی رہی۔

علم سیرت ہندوستانی علماء کا بھی دلچسپ اور پسندیدہ موضوع رہا ہے، اردو ادبیات میں سیرت پر

❖ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

بعض ایسی گراں قدر کتابیں لکھی گئی ہیں، جن سے دوسری زبانوں کا دامن آج تک خالی ہے۔

مفتی عنایت کاکوریؒ کی ''تواریخ حبیب الہ''، سرسیدؒ کی ''خطبات احمدیہ''، علامہ شبلیؒ اور سید سلیمان ندویؒ کی ''سیرت النبی''، قاضی سلیمان منصور پوریؒ کی ''رحمۃ للعالمین''، سید سلیمان ندویؒ کی ''خطبات مدراس''، علامہ مناظر احسن گیلانیؒ کی ''النبی الخاتم''، ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی ''رسول اللہ کی سیاسی زندگی''، مولانا ادریس کاندھلویؒ کی ''سیرت المصطفی'' اور مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف قادریؒ کی ''اصح السیر'' وغیرہ اپنی انفرادیت اور خصوصیات کی بنا پر ادبیات سیرت میں، خوشگوار اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

خانوادۂ قاسمی کے فرد فرید، متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ، بیسویں صدی کے ان باتوفیق اور ممتاز علماء میں تھے جنہوں نے سیرت نگاری میں اپنا گہرا نقش چھوڑا ہے۔

موجودہ زمانے میں حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ فکر وفلسفہ، علم وادب، شعر وسخن، فقہ وحدیث اور خطابت وصحافت کے اس قافلہ کا حصہ اور اس کی روایات کے امین تھے، جس کی خدمات کسی ایک گوشہ میں محدود نہ رہیں؛ بل کہ جس نے علوم وفنون کے گیسو سنوارے، فکر وخیال کی بزم سجائی، مسند فقہ وحدیث کو زینت بخشی، منبر ومحراب ان کی مؤثر تقریروں کے گواہ بنے، اور ان کی بلیغ تحریروں نے علم وفن کو زندگی عطا کی۔

حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ کی شخصیت، ایک عہد ساز شخصیت تھی، ان کی زندگی میں مختلف قسم کے اتار چڑھاؤ دیکھے گئے؛ وہ دار العلوم دیوبند میں مختلف شعبوں کے منتظم رہے، اجلاس صد سالہ کے کامیاب ڈائریکٹر رہے، جو برصغیر میں سیمینار اور اجلاس کی تاریخ میں اپنے نظم ونسق، عامۃ المسلمین کا ازدحام، اور مختلف اسلامی ممالک کی نمائندگی کے حوالے سے ایک ریکارڈ ساز اجلاس رہا، قضیہ دار العلوم کے بعد، دار العلوم وقف دیوبند کے ایک مضبوط معمار رہے، یہاں کے انتظام وانصرام کے استحکام میں ان کا کردار ناقابل فراموش رہا، وہ دار العلوم وقف میں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین جیسے باوقار عہدوں کی زینت رہے۔

ان کی خدمات کا دائرہ وسیع ہے، لیکن سب سے اہم ترین خدمت اور لازوال کارنامہ سیرت نگاری ہے، علم سیرت النبی ﷺ ان کا سب سے پسندیدہ موضوع تھا، وہ اس باب میں دور حاضر کے ممتاز ترین فرد تھے، وہ سیرت النبی ﷺ میں، دور حاضر کے تمام مسائل کا حل تلاش لیا کرتے تھے، انہوں نے سیرت کو ایک فن کی حیثیت سے پڑھا تھا، جن لوگوں نے سیرت پر ان کی تقریریں سنی ہیں، ان کا اعتراف ہے کہ اس جیسی تقریر پھر نہیں سنی، غالبًا ۲۰۰۱ء میں وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک اجلاس سیرت النبی ﷺ

میں بلائے گئے، ساڑھے تین گھنٹے حضرت کی تقریر جاری رہی، اس اجلاس کے شرکاء کا بیان ہے کہ دوران تقریر معلوم ہو رہا تھا، جیسے کوئی آبشار ہے جو بہتا چلا جارہا ہے، علم وحکمت کا کوئی دریا ہے جو موجزن ہے، مستند معلومات بھی ہیں، سیرت نگاری وسیرت بیانی کے روایتی اور جامد طرز پر طنزیہ اشارے بھی ہیں، موجودہ مسائل کا حل بھی ہے، اور مستقبل کی منصوبہ بندی بھی، علی گڑھ میں اس تقریر نے ایک سماں باندھ دیا اور لوگ کہہ اٹھے کہ تقریر تو اس کو کہتے ہیں۔

یہی ان کا عام انداز تھا، ان کی علمی کارناموں اور خطبات کو پیش نظر رکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ وہ فن سیرت نگاری کے بے تاج بادشاہ تھے، وہ مسلمانوں کی نئی نسل کو سیرت سے روشناس کرانے کا بڑا جذبہ رکھتے تھے، اسی جذبے سے انہوں نے پہلے ''مجموعۂ سیرت رسول'' کے نام سے سیرت کا ایک جامع نصاب مرتب کیا، جو آج بازار میں ''سیرت پاک'' کے نام سے دستیاب ہے، پھر سیرت النبی ﷺ کی اہم ترین کتاب ''سیرت حلبیۃ'' کا سلیس اردو زبان میں ترجمہ کیا۔

سیرت نگاری میں ان کی مہارت اور خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے ان کے والد بزرگ وار حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ رقم طراز ہیں: ''عزیز موصوف کو فن سیرت سے چوں کہ پہلے ہی سے خاص لگاؤ اور طبعی مناسبت ہے، چناں چہ اس سے پہلے وہ مجموعۂ سیرت رسول ﷺ کے نام سے اپنی ایک بلیغ اور بلند پایہ تالیف شائع کر چکے ہیں، جو مقبول عام ہوئی، اور بعض بعض تعلیم گاہوں کے نصاب میں بھی قبول کر لی گئی، اس لیے وہی احق تھے کہ سیرت حلبیہ جیسی مستند اور ماخذ کتب ذخیرۂ سیرت سے ہندوستان کو روشناس کرائیں، انہوں نے اپنے خداداد ملکہ سیرت نگاری سے اس اہم سیرت کو اس خوبی سے اردو کا جامہ پہنانا شروع کیا ہے کہ وہ اس کے بدن پر چست اور فٹ نظر آ رہا ہے'' (۱)

سیرت النبی ﷺ حضرت مولانا محمد اسلم صاحبؒ کی نگاہ میں

متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ کی نظر میں، سیرت النبی ﷺ کا موضوع، امت مسلمہ کے تمام مسائل کی دوائے شافی، اور ذلت ونکبت، پستی اور پست ہمتی کے زہر کا تریاق ہے، سیرت النبی ﷺ امت مسلمہ کی شہ رگ ہے، سیرت سے امت کے رشتہ کی کمزوری، خودکشی کے مترادف ہے، مولانا رقم طراز ہیں: ''سیرت پیغمبر ﷺ کا موضوع، دراصل دینی اور اعتقادی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کے لیے بنیادی اہمیت کا حامل ہے، کیوں کہ یہ اسلام کے دور اول کی صرف تاریخ، واقعات پارینہ کی حکایت اور

(۱) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، مقدمہ سیرت حلبیہ، ص ۴۰

ایک عظیم الشان کی سوانح عمری ہی نہیں؛ بلکہ یہ ایک عام مسلمان کے لیے ایک مکمل ترین اور آخری نمونہ ہے، یہ ہمارے لیے ایک ایسا خوب صورت گلدستۂ حیات ہے، جس کی نقل اور پیروی کر کے ہم اسلام کی صحیح معنی میں، پیروی کر سکتے ہیں۔''(۱)

مزید لکھتے ہیں: ''آج رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہماری نظروں کے سامنے نہیں؛ لیکن آپ ﷺ کا چھوڑا ہوا اسوہ ونمونہ اور آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے وہ تمام نقوش، جو ہماری ہدایت کا سرچشمہ ہیں، سیرت کی کتابوں میں ثبت ہیں، یہ ہمارے لیے سب سے عظیم تہذیبی خزانہ، سب سے مکمل ثقافتی ورثہ، اور سب سے قیمتی تاریخی سرمایہ ہے، ایک بھٹکے ہوئے مسافر کو اس مشعل سے زندگی کے ہر موڑ پر، ہر شعبے میں، اور ہر مرحلے میں روشنی اور رہنمائی حاصل ہوتی ہے، اور ہر تشنہ کام اس سرچشمہ فیض سے اپنی روح کی پیاس بجھا سکتا ہے، اس رسول برحق اور انسان کامل کی کتاب زندگی کے یہ اوراق ایک ایسی امانت ہیں، جس کو ہر دور میں زبان وقلم کے ذریعہ اس تسلسل کے ساتھ، آپ کی امت تک پہنچایا جاتا رہا ہے، کہ آج تک اس چشمۂ فیض کی روانی میں فرق نہ آیا''(۲)

مولانا کی زندگی اور تحریروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی طرح امت میں سیرت کے پیغام کو پھیلانے کے لیے کوشاں تھے، وہ آج کے دور میں سیرت کی ضرورت کو پہلے سے کہیں زیادہ محسوس کرتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ آج کا انسان اپنے نصب العین سے سب سے زیادہ دور ہے، اور روح انسانی آج سب سے زیادہ پیاسی ہے، اور اس کی تشنگی کا علاج صرف سیرت کا چشمۂ صافی ہے، ایک جگہ مولانا لکھتے ہیں: ''عام طور پر تمام انسان اور خاص طور پر ہر مسلمان اس اسوہ اور نمونے کا ہر دور میں محتاج رہا ہے، اور اس سے ہدایت پاتا رہا ہے؛ مگر شاید آج کا انسان اور آج کا مسلمان ہمیشہ سے زیادہ اس دستور حیات کا ضرورت مند ہے؛ کیوں کہ اس دور نے انسان کی زندگی کا آرام اور عیش بہم پہونچانے کے ساتھ، اس کی روح کو ہمیشہ سے زیادہ تشنگی دی ہے، اور اسے زندگی کے اس نصب العین سے بہت دور پہونچا دیا ہے، جو ہر زمانے میں اس کا سب سے بڑا ہمدم اور رفیق رہا ہے۔ اس وقت زندگی کا وہ نمونہ ہی اس کو روحانی سکون اور آسودگی فراہم کر سکتا ہے، جو ہر لغزش سے پاک ہو، ایک ایسی ذات کا اسوہ اور طریقہ ہی اس کو اطمینان بہم پہونچا سکتا ہے، جس کا ہر قدم شاہراہ حیات میں ایک مکمل مقصد کا عنوان اور ساری دنیا کے لیے ایک آخری درس کی حیثیت رکھتا ہے''(۳)

ایک جگہ لکھتے ہیں: آں حضرت ﷺ کی زندگی، ایک ایسا خوب صورت باغ ہے، جس کے

(۱) مقدمہ سیرت حلبیہ، ص۳۰ (۲) حوالۂ بالا (۳) حوالۂ بالا

پھولوں کی مہک، فضاؤوں کی نکہت اور ہواؤوں کی تازگی سے آج تک دنیا مسحور ہے، یہ چمن ہر ایک کو دعوتِ دید دے رہا ہے، اب یہ نظارہ کرنے والے کی صلاحیت اور دامن وسعت وظرف پر موقوف ہے کہ وہ اس باغ سے کتنے پھول چنتا ہے''(۱)

ترجمۂ سیرت حلبیہ: ایک عظیم علمی کارنامہ

سیرت نگاری کے باب میں مولانا کے دو عظیم کام سامنے آئے ہیں، ایک سیرت حلبیہ کا ترجمہ اور دوسری کتاب ''سیرت پاک''، جو بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے، یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کتابوں پر مختصر تبصرہ کردیا جائے۔

سیرت حلبیہ علامہ نورالدین ابن برہان الدین حلبیؒ شافعی (م ۱۰۴۱ھ) کی مشہور زمانہ تصنیف ہے، اس کا اصل نام ''إنسان العیون فی سیرۃ الأمین المامون'' ہے، سیرت کی کتابوں میں اس کا پایہ بہت بلند ہے، بعض علمانے اسے ''ام السیر'' کا لقب دیا ہے، یہ کتاب عربی میں تین جلدوں میں ہے، اور علامہ شیخ محمد شامیؒ کی ''سیرت شامی'' اور حافظ ابوالفتح ابن سید الناس کی کتاب ''عیون الاثر'' کا خلاصہ ہے، لیکن علامہ حلبیؒ نے اس پر مفید اور اہم اضافے فرمائے ہیں۔

مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ کو اس کتاب کے ترجمہ کا خیال مشہور مصری عالم شیخ عبدالتواب مصریؒ کے توجہ دلانے سے پیدا ہوا، اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مولانا کو کتاب کی اہمیت کے ساتھ، اس بات کا شدید احساس ہوا کہ اردو کا دامن اب تک اس جیسی اہم اور معیاری کتابوں سے خالی ہے، پھر مولانا نے اس کتاب کے ترجمہ کا کام مکمل کیا، یہ ترجمہ چھ جلدوں میں طبع ہو کر مقبول خاص وعام ہوا۔

ترجمہ کی خصوصیات

مولانا کا یہ ترجمہ، ترجمہ پن کے نقائص سے پاک ہے؛ بلکہ اسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ از سر نو یہ کتاب اردو میں لکھی گئی ہے، کتاب کے ترجمہ کے بارے حضرت حکیم الاسلامؒ کے وقیع الفاظ کے بعد مزید کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں رہتی، حضرت حکیم الاسلامؒ لکھتے ہیں: ''انہوں (مولانا محمد اسلم قاسمیؒ) نے اپنے خداداد ملکۂ سیرت نگاری سے اس اہم سیرت کو اس خوبی سے اردو کا جامہ پہنانا شروع کیا ہے کہ وہ اس کے بدن پر چست اور فٹ نظر آرہا ہے، جس میں کہیں جھول نظر نہیں آتا، لفظی ترجمہ یا ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا نہ صرف دشوار؛ بلکہ بعض مرحلوں میں ناممکن ہوجاتا ہے، جب کہ ہر زبان کے محاورات الگ

(۱) حوالہ بالا

ہیں، طرز بیان جدا ہے، اور زبانوں کے پس پشت ان کا قومی اور اجتماعی ذوق جداگانہ ہے، جس سے محاورے اور ضرب الامثال بنتے ہیں، اس لیے کسی ایک زبان کو دوسری زبان میں من وعن منتقل کردینا کٹھن اور بہت ہی صبر آزما ہے، اس لیے عزیز موصوف نے اس پرخار وادی کو ترک کرتے ہوئے بجائے لفظ سے لفظ کا ترجمہ کرنے کے، مفہوم کا مفہوم سے تبادلہ کیا ہے؛ مگر تقریباً الفاظ کی قید میں رہ کر یعنی سیرت حلبیہ کے لفظوں کو اردو کا جامہ نہیں پہنایا؛ بلکہ الفاظ کی روشنی میں مضامین کو عربیت سے اردو میں منتقل کردینے کی کامیاب سعی کی ہے، تاکہ اصل مضمون کا زور بھی باقی رہے اور محاورات کے فرق سے کسی مضمون کی روح بھی تحلیل نہ ہو، ترجمہ کی بڑی خوبی یہ محسوس ہوئی کہ وہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا، اردو زبان کی ایک مستقل تصنیف معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ جابجا ترجمہ کے ساتھ مفید تشریحات بھی قوسین میں دی گئی ہیں؛ اس لیے اسے ترجمہ سیرت حلبیہ کہنے کے بجائے اگر اردو سیرت حلبیہ کہا جائے تو بے محل نہ ہوگا؛ بلکہ یہ کہنا بھی شاید مبالغہ سے خالی ہوگا کہ اگر خود مصنف سیرت حلبیہ بھی اسے عربی میں لکھنے کے بعد اسی کے مضامین کو اردو میں لکھتے تو اس کی تعبیرات شاید وہی یا اس کے لگ بھگ ہی ہوتیں، جو عزیز موصوف نے تعبیری طور پر اختیار کی ہیں''۔(۱)

جن لوگوں کو سیرت حلبیہ اردو پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ حکیم الاسلام کے تبصرے کے ایک ایک حرف سے اتفاق کریں گے، مثال کے طور ایک اقتباس نقل کرتا ہوں:

''(بیان اس کا چل رہا ہے کہ حضرت آمنہ کے انتقال کے بعد، آں حضرت ﷺ اپنے دادا عبد المطلب کی نگرانی اور پرورش میں آ گئے تھے، عبد المطلب کو آپ سے جو بے انتہا محبت تھی، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ) کعبہ کے سائے میں، عبد المطلب کے لیے ایک فرش بچھایا جاتا تھا، جس پر وہ بیٹھا کرتے تھے اور ان کے احترام میں ان کے گھر والوں یا قریش میں سے کوئی شخص اس پر نہیں بیٹھا کرتا تھا، چنانچہ ان کے بیٹے اور سرداران قریش اس فرش کے چاروں طرف بیٹھا کرتے تھے؛ مگر رسول اللہ ﷺ جو اس وقت ایک نوعمر مگر تندرست لڑکے تھے، وہاں تشریف لاتے تو سیدھے اس فرش پر جا کر بیٹھ جاتے (آپ کے چچا یہ دیکھتے تو عبد المطلب کے ادب کی وجہ سے) آپ کو پکڑ کر وہاں سے ہٹانا چاہتے، تاکہ اس فرش سے علیحدہ آپ کو بٹھائیں؛ مگر عبد المطلب جب یہ دیکھتے تو فوراً کہتے''(۲)

اس اقتباس میں بین السطور کی وضاحت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی طرف سے ہے، جس سے مفہوم مرتب اور مربوط ہو گیا ہے، اسلوب بیان انتہائی دلکش اور آسان ہے، جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ الفاظ کے انتخاب، اور تعبیرات کی برجستگی میں مولانا نے کتاب میں عام اردو خواں طبقے کو پیش نظر رکھا ہے۔

(۱) مقدمہ سیرت حلبیہ، ص۴۰ (۲) سیرت حلبیہ، ج۱، ص۳۴۲

ان کی دوسری کتاب ''سیرت پاک'' ہے، یہ کتاب انہوں نے بچوں کے لیے لکھی، یہ کتاب سیریز کی شکل میں لکھی گئی تھی، اب مجموعہ کی شکل میں دستیاب ہے، یہ کتاب بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں میں انتہائی اہم اور معیاری کتاب ہے، جس میں بچوں کی نفسیات اور فکری معیار کو سامنے رکھا گیا ہے، میری نظر میں اردو میں بچوں کے لیے اس جیسی کتابیں نایاب ہیں، اسلوب انتہائی سادہ مگر پرکشش، معلومات انتہائی مستند، مگر قصوں کا انداز، باتیں گہری؛ مگر آئینہ کی طرح صاف اور چمک دار ہیں۔

مولانا سیرت نگاری میں انتہائی امتیازی شان رکھتے تھے، وہ اپنی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں: ''سیرت کے موضوع پر اردو میں بہت سی ایسی کتابیں موجود ہیں جو بچوں کے لیے ترتیب دی گئی ہیں، اور وہ اپنی اپنی جگہ نہایت پر افادہ ہیں؛ مگر ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اردو لٹریچر میں مستقبل کے ان مسلم مفکروں اور عالموں، سیاستدانوں اور سائنس دانوں کے لیے سرور عالم ﷺ کی مبارک ومقدس حیات پر کوئی ایسی تالیف نہیں ہے، جس سے وہ آپ ﷺ کی حیات پاک کے دینی وتبلیغی، عباداتی و اخلاقی، سیاسی وسماجی، خانگی اور بیرونی گوشوں سے تفصیل کے ساتھ متعارف ہوسکیں، اور اس کا مطالعہ نفسیاتی پہلوؤں سے ان کے ذہن وقلب کو اتنا متاثر کردے کہ آئندہ ان کی ذمہ دارانہ زندگیوں میں وہ تفصیلی نقش، ان کے اخلاق وکردار اور رفتار وگفتار کے لیے ایک بہترین معلم اور رہنما ثابت ہوسکے''۔(۱)

بالیقین سیرت پاک اس درجے کی کتاب ہے کہ اسے داخل نصاب کیا جائے اور مسلم بچوں کو اس کی روشنی میں سیرت النبی ﷺ کی عظمت سے باخبر کیا جائے۔

حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ کے سانحۂ ارتحال پر لوگوں نے بہت کچھ لکھا اور ابھی لکھنا باقی ہے، لیکن مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ کی رحلت، بالخصوص علم سیرت النبی ﷺ کے باکمال انسان اور ایک عظیم سیرت نگار کی رحلت ہے۔ ایسا سیرت نگار جو اس وادی کے پیچ وخم سے واقف اور اس کی نزاکتوں کو خوب صورتی سے نبھانے کا سلیقہ رکھتا تھا، اس وفات سے دنیائے علم وعرفان میں ایک زبردست خلا پیدا ہوگیا ہے، جس کا آسانی پر ہونا ممکن نہیں۔

اے چارہ گرو! ہے کوئی پیوند کی صورت ☆ ٹوٹا ہے وہ آئینہ کہ جو قبلہ نما تھا

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

۞......۞......۞

(۱) سیرت پاک، ص ۷

غروب مہر تاباں

ڈاکٹر کمال اشرف قاسمی ❖

راہنمائے منزل حضرت الاستاذ مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کی اندوہ ناک رحلت کی خبر سے ملک و بیرون ملک میں صف ماتم بچھ گئی اور رنج والم کی لہر دوڑ گئی، حضرت الاستاذؒ کی وفات حسرت آیات اور دوسرے متعلقین کے لئے تو رنج والم کا باعث ہے ہی، لیکن حضرت والا کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کے پر ہونے کی امید نہیں، یہ بڑا قومی سانحہ ہے۔ آج تو جو مہر تاباں غروب ہوتا ہے، اس کی جگہ معمولی چراغ بھی جلتا ہوا نظر نہیں آتا۔

حضرت والا دارالعلوم وقف دیوبند کے استاذ حدیث، ناظم تعلیمات وصدر المدرسین تھے۔ حضرت والا خانوادۂ قاسمی کی علمی وفکری اور اخلاقی صلاحیتوں کے امانت دار تھے، حضرت والا نے تقریبا پچاس سال تک دارالعلوم اور دارالعلوم وقف میں جو بے لوث علمی، ادبی اور اخلاقی خدمات انجام دی ہیں وہ سنہرے لفظوں میں لکھنے کے قابل ہیں، ان خدمات جلیلہ کو فراموش کر دینا اخلاقی جرم ہوگا۔ حضرت الاستاذ مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی شخصیت ایک روشن فکر کے حامل، مدبر دین اور حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھنے والی تھی۔ آپ نے نہ صرف علم حدیث وتفسیر اور علوم نبوت کے چاہنے والوں کی خدمت کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کا تصنیفی وتالیفی ذوق مسلسل چلتا رہا، آپ نے ان گوں نا گوں صلاحیتوں کے اظہار کے لئے سیرت طیبہ ﷺ جیسے پاک اور مقدس عنوان کا انتخاب کیا۔

۱۹۶۰ عیسوی میں دارالعلوم دیوبند میں آپ کا تقرر ہوا، اس وقت سے رحلت تک گراں قدر علمی و ملی خدمات سرانجام دیتے رہے، آپ کے قلم سے خصوصی طور پر بچوں کے لئے مرتب کی گئی ''سیرت پاک'' خاصی اہم کتاب شمار کی جاتی ہے۔

حضرت الاستاذ علم وعمل اور صلاحیتوں کے پہاڑ تھے، آپ نے سیرت کی مشہور کتاب ''سیرت حلبیہ'' کا اردو ترجمہ بھی کیا جو چھ جلدوں میں شائع ہو کر قبول عام ہوئی۔

❖ اسسٹنٹ پروفیسر وسابق صدر شعبہ دینیات، عالیہ یونیورسٹی، کولکاتا

حضرت الاستاذ مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ سے میرے خصوصی مراسم رہے ہیں، جب کبھی دور طالب علمی میں کوئی مسئلہ آن پڑتا حضرت والا سے پدرانہ انداز میں مسئلے کا حل پاتا، جب دارالعلوم میں میرا آخری سال (تکمیل ادب عربی) تھا میں نے بوقت قیلولہ حضرت والا کی رہائش گاہ میں حاضری دی، دروازہ کھٹکھٹایا تھوڑی دیر میں ایک مانوس آواز سنائی دی 'کون ہے؟' اچھا آپ ہیں! فورا کرسی کی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا اور مشفقانہ انداز میں دریافت کیا کہ کیا مسئلہ ہے؟ بلاتمہید میں نے عرض کیا کہ یہاں میرا یہ آخری سال ہے اور میری خواہش ہے کہ میں آگے تعلیم جاری رکھوں اور میں چاہتا ہوں کہ عصری علوم حاصل کروں، حضرت الاستاذ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ شاباش! تم آگے عصری علوم ہی پڑھو، مگر ایک مشورہ ضرور دوں گا کہ ایک یونیورسٹی جو دہلی میں واقع ہے کا نام لیا اور فرمایا کہ وہاں کا ارادہ مت کرنا کیوں کہ وہاں عریانیت اور بددینی ہر چہار جانب ہے، ایسا کرو کہ تم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی چلے جاؤ۔

میں نے رخت سفر باندھا علی گڑھ پہنچا اور منزل مقصود کو پالیا ۲۰۰۹ عیسوی میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ (Doctorate) کی ڈگری سے فیض یاب ہوا اور بحمد اللہ حضرت الاستاذ کی رہنمائی اور دعاؤں کی بدولت آج میں کولکاتہ میں عالیہ یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذؒ کو اعلی علیین میں جگہ عنایت فرمائے اور متعلقین وپسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

۞......۞......۞

دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

مولانا محمد اظہار الحق قاسمی ❖

گردش لیل ونہار کا مستحکم عمل تازیانۂ عبرت، تغیرات وتلوّنات عالم کا یہ نظام فنائیت کی واضح دلیل، یعنی ہر شئے زوال پذیر اور ہر شخص راہِ فنا پر گامزن ہے۔ وجود وفناء کے اس خدائی دستور پر اگر نگاہ ڈالیں تو احکم الحاکمین کے لازوال قبضہ وقدرت کا استحضار دوچند ہوجاتا ہے، کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان ایک خدائی قانون وضابطہ بھی اور عمومی سطح کا خدائی اعلان بھی، بقاء، دوام اور استمرار صرف ذاتِ حق جل مجدہٗ کو حاصل ہے اور اسی کو زیبا بھی۔

اس فنا پذیر دنیا میں حیات ابدی اور خلعت دوام ان ہی کو حاصل ہوتی ہے جو اپنی انفرادیت کے دیئے جلائے جاتے ہیں، جو اقلیم سخن کے تاجدار اور میدانِ علم کے شہسوار ہوتے ہیں، جو انسانوں کے لئے کسی حیثیت سے باعث رحمت ورأفت ہوتے ہیں، جن کے فضل وکمال کے فیض سے سیرتیں بنتی اور ڈھلتی ہیں، وہ عز وافتخار کی پیشانی پر طرۂ امتیاز بن کر ہمیشہ زندہ وجاوید رہتے ہیں۔ ایسی ہی دوائر علمیہ کی ایک جامع شخصیت، علوم وافکار کا تبحر، حلم ورفق سے معمور، علوم نانوتویؒ کے محافظ ونگہبان، جگر گوشۂ حکیم الاسلام متکلم اسلام استاذ محترم حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہے، جو اب ہمیں داغ مفارقت دے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ تقریباً تین چار ماہ سے مسلسل بستر مرض پر رہنے کے بعد بالآخر ۱۳/نومبر ۲۰۱۷ء کو راہیٔ ملک بقاء ہوئے، آپ کی رحلت کے ساتھ ایک طویل تاریخ سمٹ گئی، ایک روایت ختم ہوئی اور ساتھ ہی دنیا ایک عظیم محدث، بے مثال وبے بدل مدرس اور صاحبِ طرز اداء خطیب سے بھی محروم ہوگئی۔ شاید ایسے ہی دور کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

یذھب الصالحون الاول فالاول و یبقی حفالة کحفالة الشعیر والتمر لا یبالیھم اللہ بالة. (۱)

❖ استاذ دار العلوم وقف دیوبند

(۱) بخاری شریف، حدیث ۶۰۷۰

(نیک لوگ اٹھتے چلے جائیں گے اور بے کار لوگ کباڑ کی طرح باقی رہ جائیں گے جن کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں)

یقیناً صلحاء کی جدائی کا یہ تسلسل حدیث میں مذکور دور کی آمد کا غماز ہے۔

کرن سے آفتاب تک

حضرت الاستاذ مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کا تعلق اس عظیم تاریخی و علمی خانوادے سے تھا جس کا چراغ گذشتہ ڈیڑھ صدی سے مسلسل اس عالم کو منور کئے ہوئے ہے، جب کبھی آندھیوں کی یورش اور ہواؤں کی شدت نے اس کی لو کو مدھم کرنے کی کوشش کی تو اس کے محافظین و نگہبان اس قدیم چراغ کی حفاظت میں سینہ سپر ہوئے، ایک طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود آج بھی اس کی رفعت، عظمت، تقدس، شہرت اور وقار بدستور قائم ہے۔ ۳۱؍جون ۱۹۳۸ء کو یہ علمی آفتاب حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ابن فخر الاسلام حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ ابن حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے گھر طلوع ہوا، اسلاف کی موجودگی میں شباب کی دہلیز پر قدم رکھا اور اپنے وقت کے جبالِ علم سے استفادہ کرکے ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم دیوبند کے درجات عربیہ سے فراغت حاصل کی۔ ۱۹۶۹ء میں آپ کا دارالعلوم دیوبند میں باضابطہ تقرر ہوا، وہاں کے مختلف انتظامی شعبہ جات کی خدمت کے ساتھ ان ہی دنوں ''سیرت حلبیہ'' کی ترجمانی کا کام بھی شروع کیا۔ سیرت حلبیہ جو کہ تین جلدوں پر مشتمل تھی، آپ کی تحقیقات و نگارشات نے اسے چھ جلدوں کی عظیم شاہکار بنادیا، علاوہ ازیں مزید چند مطبوعات آپ کے گہر بار قلم سے مقبول عام ہوئیں۔

دارالعلوم کی نشأۃِ ثانیہ کے بعد آپ نے باضابطہ درس و تدریس کا آغاز کیا اور پھر آپ کے علمی جوہر کھلتے چلے گئے اور اس کے ساتھ ہی دنیا ایک عظیم و بے مثال مدرس، بے مثال مصنف، بے بدل مفسر اور ایک جلیل القدر محدث سے آشنا ہوئی جن کے علمی جواہر پاروں سے ایک عالم فیضیاب ہوا، وہ علمی دنیا کی ایک ایسی قدآور شخصیت بن کر رونما ہوئے جن کے سایہ میں سینکڑوں نہیں ہزاروں شخصیتیں دینی و علمی مطلع پر ابھریں۔ گویا وہ علم کا ایک ایسا چراغ تھے جس سے ہزاروں قندیلیں روشن ہوئیں، وہ علم کا ایک بحر ذخار تھے جس کے سینے پر سے ہزاروں علمی قافلے گذرے اور انہوں نے جابجا علم کے سنگ میل قائم کئے۔ اس عظیم علمی وجاہت و جلالت، تنوع، تعمق اور تبحر کے باوجود آپ کی شخصیت خندہ و شگفتہ جبیں، نرم دم و نرم خو گفتگو، حلیم و بردبار، متواضع و منکسر المزاج گویا زبان میں حلاوت، گفتار میں شیرینی، رفتار میں عظمت و جلال جیسے اعلیٰ اوصاف سے متصف تھی۔

جس ماحول میں میرا بچپن گذرا وہاں بار ہا ان نورانی چہروں کا دیدار ہوا، میرے ذہن و دماغ میں یہ دونوں نورانی چہرے ہمیشہ ایسے منقش رہے کہ گویا دونوں چہرے عظمت و رفعت اور بزرگیت وللّٰہیت کا جلی عنوان اور وجاہت کی تصویر ہوں لیکن اس وقت ناشعوری ان حضرات کی علمی عظمت و رفعت کے ادراک سے مانع تھی۔ ۲۰۱۱ء-۲۰۱۲ء میں جب میں دورۂ حدیث میں پہنچا تو حقیقی معنوں میں ان حضرات کی علمی پرواز کا ادراک ہوا۔ حتی الامکان ان علمی آبشاروں سے مکمل استفادے کی کوشش رہی، لیکن یہ کوئی تالاب یا جھیل نہ تھا کہ جن کے دائرے محدود ہوں بلکہ یہ علمی سمندر اور چشمہ صافی تھے کہ جہاں آکر سیرابی کی جتنی کوشش کی جائے اتنی ہی تشنگی محسوس ہو، جہاں ہر روز جدت تھی، ندرت تھی، ابال تھا۔ دراصل حضرت الاستاذؒ کی شخصیت کی اٹھان ان کے مزاج ومنہاج کی تشکیل اور ان کے جامع دینی تخیل کی پرواز میں ان کے دینی گھرانے کا توحید خالص کا ماحول اور مزاج بھی ہے اور بڑے بزرگوں اور مربیوں کی مؤمنانہ تربیت اور پدرانہ شفقت کی تاثیر بھی، سوز ولی اللّٰہی کی سرچشمۂ انوار کا فیض بھی ہے اور بزرگوں کی نوائے سحر گاہی کا اثر بھی۔

علم حدیث سرزمین دیوبند میں

علم حدیث کی ترویج واشاعت، تدریس وتصنیف کا جو تاریخ ساز کارنامہ سرزمین ہند سے انجام دیا گیا ہے اس کی مثال دیگر ممالک اسلامیہ میں نہیں ملتی۔ خاص طور پر خانوادۂ ولی اللّٰہی نے علم حدیث کے فروغ وشیوع اور اس کے رواج میں جو بے نظیر خدمات انجام دی ہیں تاریخ اسے کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ تفقہ فی الحدیث اور شرعی اسرار وحکم کو وا کرنے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عظیم قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے اجل تلامذہ میں آپ کے فرزند اکبر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے علمی فیضان وعرفان سے ایک بڑی جماعت مستفید ہوئی۔ ان مستفیدین میں آپ کے نواسے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کو قدرت نے امتیاز واختصاص عطا فرمایا۔ آپ اپنے عہد میں علم حدیث کا مرکز ومرجع تھے۔ آپ کے اجل تلامذہ میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سرفہرست ہیں جن کے علمی فیضان سے ہندوستان کی علمی فضا علم حدیث کے درس وتدریس سے معمور ہوئی، آپ کے سرآمد روزگار تلامذہ میں نمایاں نام حجۃ الاسلام حضرت الامام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ وقطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا آتا ہے۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اپنے وطن کو تربیت واصلاح اور درس وتدریس کا مرکز بنایا تو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے علوم ولی اللّٰہی کی اشاعت وفروغ میں اپنے آپ کو

مختلف جہات سے وقف کیا اور ولی اللّٰہی مسلک کی وضاحت اور اشاعت کے لئے متکلمانہ و عارفانہ انداز میں اصول اسلامیہ اور اساسی عقائد دین کو عقلی دلائل سے مستحکم اور مضبوط کر کے دین اسلام کی سرحدوں کو ایسا مضبوط کیا کہ اغیار کے حملے اثر انداز نہ ہو سکے، پھر اسلامیان ہند کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے اور ان کے ایمان وعقائد پر ہو رہے حملوں سے حفاظت کے لئے بظاہر ایک چھوٹا اسلامی مدرسہ (جو کہ مستقبل کا ایک اسلامی مرکز اور قلعہ تھا) کی بنیاد ڈالی، جہاں اسلامی علوم و معارف یکجا ہوئے اور قال اللہ وقال الرسول کی صدائے بازگشت نے اسے روحانی وعرفانی سرور عطا کیا۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے عہد میں اس ادارے کا آوازہ برصغیر کی حدود سے نکل کر اقصائے عالم تک جا پہنچا۔ اس کی شہرت نے زمین وآسمان کی پنہائیوں کو چھوا۔ اس کی وسعت وعظمت نے دنیا کو متاثر کر کے اس ادارے کو اعتماد واستناد عطاء کیا۔ یہاں کی خدمات کا اعتراف علماء عرب نے بھی کیا۔ گویا برصغیر میں علم حدیث کو تدبر وتفکر سے پڑھنے کا جو پودا خانوادۂ ولی اللّٰہی نے لگایا تھا علماء دیوبند نے اس کی بھرپور آبیاری کر کے اسے تناور درخت بنایا۔ قیام دارالعلوم کے بعد برصغیر میں مدارس اسلامیہ کا ایک جال بچھ گیا۔ ان مدارس نے جہاں ایک طرف ملت اسلامیہ کو علوم اسلامیہ کے ماہر ومتخصصین دیئے، وہیں عظیم محدثین بھی پیدا کئے۔ ان محدثین کی طویل فہرست میں ایک نمایاں نام استاذ محترم حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کا بھی ہے جو تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ کے لئے جلی حروف سے درج ہو گیا ہے۔ قیام دارالعلوم وقف دیوبند کے بعد آپ ایک باکمال مدرس کی حیثیت سے جانے گئے، وہیں ایک نامور خطیب کی حیثیت سے بھی آپ نے شہرت پائی۔ آپ کا درس حدیث گزشتہ تقریباً ڈیڑھ دہائی کے عرصے کو محیط ہے جس میں چندسال ترمذی شریف آپ سے متعلق رہی اور تقریباً ۲۰۰۶ء سے آپ نے بخاری شریف جلد اوّل کا درس دیا۔ ۲۰۱۲ء میں مجھے حضرت کے درس بخاری سے استفادہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

درس بخاری، تخصصات، ممیّزات اور افادات

اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ اگر کسی کتاب کو حاصل ہے تو وہ بخاری شریف ہے، اس کی عظمت ورفعت پر کلام کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ برصغیر میں درس بخاری شریف معیار فضل وکمال ہی نہیں بلکہ علم وفضل اور تقدس و پاکیزگی کا بھی امین سمجھا جاتا ہے۔

درس حدیث خصوصاً درسِ بخاری میں استاذ محترم حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی گفتگو انتہائی صاف شگفتہ، ستھری، واضح اور نکھری ہوئی فصاحت و بلاغت سے بھرپور ہوتی تھی، انتہائی جچے تلے الفاظ کا استعمال

فرماتے، انداز نہایت شیریں، مثبت، متین اور سنجیدہ ہوتا، لہجہ عالمانہ اور رفتارِ گفتگو معتدل کہ نہ تو کسی پر بار گذرے اور نہ الجھن محسوس ہو بلکہ درس کی ابتداء میں آواز قدرے پست ہوتی، لیکن جوں جوں درس شباب پر آتا تو آواز مزید بلند ہوجاتی اور پھر ساتھ ہی طالبانِ علوم کی اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہوتا اور تشنگی مزید بڑھ جاتی۔ توازن اور اعتدال آپ کا خاص وصف تھا، موضوع اور ہیئت کی بنیادی جہتیں ہوں یا جذبات و احساسات کی خوش مزاجی، لب ولہجہ کی متانت ہمیشہ قائم رہتی۔ اسلوب بیان، خوش اسلوبی کے ساتھ اپنا دیرپا اور گہرا اثر چھوڑتا۔

احادیث کا ایک وسیع ذخیرہ آپ کے نہاں خانۂ ذہن میں محفوظ رہتا تھا، بے شمار متون حدیث آپ کو ہر وقت مستحضر تھیں، اپنے کلام اور درس میں اس کا خوب استعمال فرماتے۔ اسلوب بیان بہت واضح اور استدلال دوٹوک ہوتا، جس میں اکثر صریح نصوص پر استدلال کی عمارت کھڑی ہوتی، دوراندیشی اور عمیق نظری آپ کا امتیازی وصف تھا، نصوص پر اس قدر اعتماد واعتبار کے باوجود کلام میں پنہاں حکمتیں آپ کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہتیں، عبارت خوانی کے بعد حضرت الاستاذؒ سلیس واضح معنی خیز ترجمہ فرماتے، جس میں معیاری تعبیرات کا استعمال ہوتا ایسا معنی خیز ترجمہ کہ جس کے بعد مزید کسی تشریح کی ضرورت نہ ہو، لیکن پھر حدیث کی تشریح وتوضیح کا سلسلہ شروع ہوتا تو موسلا دھار بارش کی مانند علوم کی برسات ہوتی اور طلبہ پر سکینت طاری ہوجاتی، مشکل سے مشکل مسائل کو آسان انداز میں پیش فرماتے۔ دورانِ درس کبھی دائیں کبھی بائیں جانب متوجہ ہونا ان کا خاص انداز تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ آپ کی یہ کوشش ہو کہ طلبہ کے سینوں میں علوم اتار دیں۔ تشریح میں اگر انہیں محسوس ہوتا کہ کوئی مشکل لفظ استعمال ہوا ہے تو مزید آسان انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتے۔ گویا اُلجھی عبارتوں کو خوبصورتی سے سلجھانے کا ملکہ قدرت نے انہیں ودیعت فرمایا تھا، بخاری میں جب طہارت کے مسائل کا بیان آتا تو فرماتے کہ ”آپ میری اولاد کی مانند ہیں، ان مسائل کے بیان میں عار محسوس ہوتی ہے لیکن چوں کہ توضیح مسائل ضروری ہے، اس لئے بتانا پڑ رہا ہے۔“ مذاہب ائمہ کی تحقیق اور ان کے دلائل خاص طور پر ذکر فرماتے، خصوصاً مسلک احناف مع اختصاص دلائل تفصیل سے بیان فرماتے۔ چنانچہ چند امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔

ابواب طہارت میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی مشہور روایت **اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یولها ظهرهٗ شرقوا او غربوا** .(۱)

---

(۱) باب لا تستقبل القبلة بغائط او بول الا عند البناء جدار او نحوهٗ، بخاری شریف، جلد۱ص۲۶، یاسر ندیم اینڈ کمپنی، دیوبند

کی توضیح میں آپ نے جہاں رواۃ حدیث کا مجملاً تعارف کرایا وہیں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مختصر احوال مع فضائل بھی ذکر فرمائے، حدیث میں مذکور مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے اس طرح کی دیگر روایات منتشرہ ذکر فرماتے ہوئے مذاہب ائمہ مع دلائل تفصیل سے بیان کئے۔ احناف مذکورالذکر اور اس جیسی دیگر روایات کی بناء پر استقبال اور استدبار علی الاطلاق کی کراہت تحریمی کے قائل ہیں۔ احناف کے مذہب کی وجوہ ترجیح کی تقریباً ۱۰ر بنیادیں یہاں آپ نے ذکر فرمائیں جب کہ امام بخاری کا رجحان ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ امام بخاریؒ نے اگر چہ ترجمۃ الباب میں صحراء اور بنیان کی کوئی تفریق ذکر نہیں کی لیکن الا عند البناء جدارا و نحوہ کی قید لگا کر اس جانب اشارہ کردیا کہ امام صاحب صحراء میں تو استقبال و استدبار کے عدم جواز کے قائل ہیں لیکن بنیان میں جواز کے قائل ہیں۔ بعد ازاں آپ نے احترام قبلہ پر گفتگو فرماتے ہوئے معاشرتی نقطہ نظر سے کراہت کی وجوہ بھی ذکر فرمائیں۔ بـــــاب لا یستنجی بروث (۱) کے تحت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی پہلی حدیث کی سند میں آپ نے امام بخاریؒ و امام ترمذیؒ کا اختلاف ذکر فرمایا، استنجاء، مابہ الاستنجاء اور تثلیث احجار کے احکام مع اختلاف و دلائل ائمہ فقہ ذکر کرنے کے بعد ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ عینی کا اختلاف بھی بیان فرمایا۔ ساتھ ہی امام نسائی، امام طحاوی اور امام ترمذی رحمہم اللہ کی زیر بحث مسئلہ کے سلسلے میں نقل کردہ احادیث ذکر فرماتے ہوئے ان کے نقاط نظر بھی بیان فرمائے۔ درس حدیث میں آپ کا ایک خصوصی وصف یہ تھا کہ شروح حدیث اور کلام محدثین کو واضح انداز میں بطور خلاصہ آپ س طرح پیش فرماتے کہ گویا ایک صفحہ کی بحث کو ایک سطر میں پیش کردی ہو۔ اکثر و بیشتر تفصیلی بحث سے اجتناب فرماتے بظاہر ایسا محسوس ہوتا کہ ان کا ارتکاز صرف حل عبارت پر ہے، لیکن کبھی اسی اختصار میں علوم کے سمندر سمو دیتے جس کی اگر کوئی تفصیل دیکھنا چاہے تو سینکڑوں صفحات کی ورق دانی پر مجبور ہوجائے۔ آپ کا یہ وصف خاص طور پر اختلافی مسائل ور تاریخی واقعات میں نظر آتا، بلکہ تاریخی واقعات میں اختلاف اور اضطراب کی بہت آسان انداز میں تشفی بخش تطبیق فرماتے اور کبھی تاریخی واقعات اور آپ علیہ السلام کے احوال کی اس انداز میں منظر کشی فرماتے گویا یوں محسوس ہوتا کہ ہم اپنی آنکھوں ان کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔ علاوہ ازیں طہارت کے وہ مسائل جن کا تعلق خصوصاً باب الغسل، کتاب الحیض وغیرہ سے ہے، ان کے مسائل انتہائی واضح، منقح لیکن جچے تلے الفاظ میں احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیان فرماتے۔ مسائل مختلفہ اوقاتِ صلوٰۃ خمسہ، مسائل تیمّم، قراءت خلف الامام وغیرہ کی ایسی جامع تشریح فرماتے کہ تمام اعتراضات رفع ہوجائیں۔ گویا آپ کا درس حشو و زائد اور لایعنی گفتگو سے دور ہوتا تھا۔ احادیث

(۱) بخاری جلد اول، ص: ۲۷، یاسر ندیم اینڈ کمپنی

مکررہ کے سلسلے میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''امام بخاری نے اس خوبی سے استنباط فقہ کیا ہے کہ بسا اوقات ایک ہی حدیث سے مختلف مسائل کا استخراج کرتے چلے گئے اور اس طرح بعض احادیث متعدد ابواب کے تحت مکرر ہوگئیں۔

تراجم وابواب

صحت وقوت کے التزام کے ساتھ امام بخاری نے ابواب وتراجم میں جن فوائد فقہیہ، نوادر حکمیہ اور دقائق استدلال واستنباط کا اظہار کیا ہے یہ ان ہی کا حصہ اور خاصہ ہے۔ ان تراجم کی حیثیت مستقل علم کی ہے اور یہ امام بخاری کی دقت نظر اور ان کے تفقہ کے ترجمان ہیں۔ مشہور مقولہ ہے ''**فقہ البخاری فی تراجمہ**'' علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے سلسلے میں منقول ہے ان کی تمنا تھی کہ ''شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اگر تراجم بخاری پر قلم اٹھاتے تو امت کو نایاب چیز ہاتھ لگتی۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا اختصاص اور ان کے تفردات اپنی جگہ مسلم لیکن علامہ کشمیریؒ کے اس جملہ کی وقعت واہمیت کو صحیح معنی میں وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو علامہ کشمیریؒ کی علمی فخامت سے واقفیت رکھتا ہو۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان ابواب وتراجم میں کس قدر علوم ومعارف، اسرار ورموز، حقائق ودقائق پنہاں ہوں گے۔

امام بخاری نے بعض مواقع پر حدیث کی تاویل کے پہلو کو واضح کیا ہے اور تراجم وابواب کے ساتھ حدیث کی مناسبت یا مطابقت بیان کردی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری کے حل تراجم پر علماء نے مستقل تصانیف لکھیں لیکن آج تک کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے تراجم کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کرکے تمام علوم دریافت کرلئے اور امام بخاری کے مدارک کو پالیا۔ استاذ محترمؒ جب حل تراجم پر آتے تو ایک ماہر غواص کی طرح امام بخاریؒ کے علوم میں غوطہ زنی کرکے طلبہ کے سامنے اس انداز میں دُرِ نایاب پیش فرماتے کہ طلبہ کو غوطہ زنی کا احساس بھی نہ ہوپاتا۔ حل تراجم وابواب میں اگر امام بخاریؒ نے کسی امام کی منفرد رائے پیش کی تو حضرت الاستاذ اسے امام بخاری کے دلائل کے ساتھ بیان فرماتے اور ساتھ ہی اعتراض کا جواب بھی دیتے۔

بخاری میں **باب حك البزاق باليد من المسجد** (۱) کے تحت امام بخاریؒ نے تین روایات ذکر کی ہیں: پہلی روایت حضرت انس بن مالکؓ سے، دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب کہ

(۱) بخاری شریف، جلد اول، ص: ۵۸، یاسر ندیم اینڈ کمپنی

تیسری روایت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ان تینوں روایتوں میں سے صرف پہلی روایت یعنی حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں لفظ ''ید'' کا ذکر ہے، دیگر روایتوں میں نہیں ہے۔صرف اس معمولی اعتراض کا دفعیہ حضرت نے بوضاحت فرماتے ہوئے جہاں اہل لغت کی تصریحات ذکر کیں وہیں علامہ عینیؒ کی توضیح بھی نقل فرمائی۔معتزلہ کا ضعیف قول اوراس کے ضعف کی وجہ بھی ذکر فرمائی۔ساتھ ہی اس میں پوشیدہ اسرار وحکم بھی بیان فرمائے۔دورانِ درس ذہن میں کبھی کوئی خلجان رہ جاتا تو بعد عصر اس خلجان کے دفعیہ کے لئے طیب منزل میں حضرت کی مجلس میں حاضری کی سعادت حاصل کرتا۔اس خلجان کے دفعیہ کے لئے جب اسرار ورموز اور قدیم وجدید تحقیقات پر مبنی حضرت الاستاذ کا بیان شروع ہوتا تو مجلس وقتِ مغرب تک ممتد ہوجاتی لیکن حضرت کا کلام پورا نہیں ہو پاتا تھا، ان کا ایک خاص وصف یہ بھی تھا کہ جب تک طالب علم کو تسلی نہ ہوتی اس وقت تک مختلف طرق سے گفتگو فرماتے، اس سے کبھی آپ کے چہرے پر ناگواری یا ناراضگی کے شکن نمایاں نہیں ہوئے۔

بہت سی یادیں ہیں، بہت سی باتیں ہیں اوران کے علوم وافادات کا ایک خزانہ ہے جنہیں بھلانا شاید ناممکن ہے، یہ تو چند مثالیں تھیں جن کا ذکر ماقبل میں کیا گیا، ورنہ تو حضرت کے افادات کو اس مختصر مضمون میں سمونا سہل نہیں ہے، حضرت کے درسی افادات مفصلاً مرتب کرنے کی انشاءاللہ کوشش رہے گی۔ ان سے استفادہ کا سلسلہ بظاہر منقطع ہوگیا ،لیکن ان کے علوم ومعارف، تصنیفات وتالیفات اور درسی افادات بعد والوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔

افسوس:

در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے دل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

صاحبِ علم وقلم اور بلند پایہ خطیب

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی کا سانحۂ ارتحال

مفتی محمد ساجد کھجناوری ❖

۱۳؍نومبر ۲۰۱۷ء کی دوپہر میں قافلۂ علم وکمال کی ایک ایسی با فیض اور دلنواز شخصیت نے آخرت کی راہ لے لی جن کی کتابِ زندگی کا ہر ورق درخشاں اور فکر آگہی کا عنوان بتانے والا تھا۔ علم، ادب، دانش، کمال، ذہانت، ذکاوت اور شرافت وآدمیت جیسے عناصر کی ترکیب سے جنم لینے والی یہ عظیم ہستی حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی ذات والا صفات تھی، افسوس کہ اخلاق ومروت کی یہ مجسم تصویر بھی اب سدا کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہوگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ع

وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی
اسی پہ ضرب پڑی جو شجر پرانا تھا

اس تیرہ خاک دان میں کتنے ہیں جو نام ور ہوکر بے نام ونشان ہوگئے اور کتنے ہیں جن کے نخلستانِ حیات میں بہاریں رقص کناں ہیں، لیکن خلقِ خدا کی نفع رسانی نہ ان کے لئے مقدر اور نہ وہ اس خیر خواہانہ جذبہ کے روادار نتیجتاً وہ اپنی من چاہی زندگی گزار کر اس طرح لقمۂ اجل بن جاتے ہیں کہ کانوں کان خبر نہیں ہوتی، قرآن مقدس کا یہ حقیقت افروز بیان ذیل کی آیت میں نفع رسانی کے اسی خوبصورت جذبہ کا اظہار واعتراف ہے جو ہر مؤمن کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

’’فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَایَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ بہر حال جھاگ تو وہ یونہی اڑ جایا کرتا ہے، اور جو چیز لوگوں کے لئے نفع بخش ہوتی ہے وہی دیر پا ہوتی ہے‘‘۔

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ نے بھی امت کی اصلاح وتربیت اور اس کے نوجوانوں کو قال اللہ وقال الرسول کے زمزمے سنا کر ان نصیبہ وروں میں اپنا نام درج کرالیا جنہیں سعادتِ دارین کا مژدہ

❖ استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

سنایا گیا ہے۔ حضرت مولانا نے جن علمی راہوں کا انتخاب کیا وہ ان کا خاندانی اختصاص بھی تھا، آخر کون نہیں جانتا کہ برصغیر میں جب اسلام کو پسپا کرنے اور حرف غلط کی طرح مٹانے کی سازشیں بر و بحر میں شباب پر تھیں تو اسی صدیقی النسل اور یارِ غار سے نسبت پانے والے حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے تحفظِ شریعت اور بقائے دین کی خاطر قیامِ مدارس کا صور پھونک دیا تھا، انہوں نے اپنی مؤمنانہ فراست سے فرنگیوں کے مذموم مقاصد کو نہ صرف ناکام بنایا بلکہ مدتِ مدید تک اسلام کے قلعوں کو استحکام و دوام بخشنے کے اصول بھی بتا گئے، مولانا محمد اسلم کے شہرت پذیر والد گرامی اور دارالعلوم دیوبند کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کرانے والے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ جن کے علم و کمال کی عظمتوں سے ہر کوئی آشنا ہے ایک خدا رسیدہ عالم دین اور طبقۂ علماء کی مظلوم شخصیت تھے، مولانا محمد اسلم صاحبؒ نے اسی عالمِ ربانی کے یہاں ۳ رجون ۱۹۳۷ء میں آنکھیں کھولیں، آپ کی تعلیم و تربیت تا انتہا دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، جبکہ عصری تعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پائی، آل انڈیا ملی کونسل کے صدر نشین حضرت مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی نے ابھی تین روز پیشتر ہی کاتب الحروف کو بتایا کہ مولانا محمد اسلم قاسمیؒ اور میرا سن پیدائش ایک ہی ہے اور ہم دونوں نے کنز الدقائق حضرت مولانا سید اختر حسین میاں دیوبندیؒ سے پڑھی تھی، پھر دورۂ حدیث میں بھی درسی رفاقت رہی، یہ ۱۹۵۷ء کا سال تھا، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے صرف تین ماہ بخاری شریف پڑھنے کا موقع ملا تھا کہ آپ نے دارِ فانی سے منھ موڑ لیا آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا فخر الدین مرادآبادیؒ کو شاہی سے بحیثیت شیخ الحدیث لایا گیا اور پھر آپ نے ہی بخاری شریف پڑھائی۔

۱۹۶۰ء کے آس پاس آپ عملاً دارالعلوم دیوبند سے وابستہ ہوگئے، مگر اس قت ایک ملازم کی حیثیت ہی سے آپ متعارف تھے درس و تدریس اور صحافت و خطابت کے میدان میں شناخت کا کوئی عنصر نہیں تھا، لیکن ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم کی انتظامیہ نے جب اجلاس صد سالہ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تو مولانا حامد الانصاری غازی کے بعد اس کے لئے بنائے گئے عارضی دفتر کے قائم مقام نگراں مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ ہی تھے، وہاں آپ کی انتظامی صلاحیتوں کا راز کھلا، پھر جب دارالعلوم میں نئی انتظامیہ تشکیل پائی اور وقف دارالعلوم کے نام سے ایک دوسرے دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا تو مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کی خوابیدہ صلاحیتوں نے بھی انگڑائیاں لینی شروع کردیں۔

چنانچہ درس و تدریس اور تقریر و تحریر کے میدان میں ان کی شناخت اس قدر تیزی سے ابھری کہ وہ اپنے اقران پر بھی بھاری سے دکھائی دینے لگے، حتیٰ کہ قومی سطح پر ان کی پہچان تسلیم کی جانے لگی، اللہ جل وعلا نے واقعی ان کے اندر بے شمار خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں، وہ نہایت ذہین اور زودفہم انسان تھے، ان کا

مطالعہ بہت زیادہ وسعت پذیر تھا، قدیم وجدید مراجع علم ان کی نگاہوں کے سامنے تھے، حدیث، فقہ، تفسیر، ادب، بلاغت اور تاریخ اسلامی پر ان کی گہری نظر تھی، جبکہ سیرت النبیؐ تو آپ کا خاص موضوع تھا، اس موضوع سے آپ کی دلچسپی عشق کی حد تک واقع ہوئی تھی، جو آپ کے عاشقِ رسول ہونے کی بدیہی دلیل ہے، اسی لئے آپ نے ''سیرت حلبیہ'' جیسی شاہ کار عربی تصنیف کو اردو کے قالب میں ڈھالا اور ایک مقبول سیرت نگار کے طور پر علمی برادری نے آپ کے اس کام کو بنظر استحسان دیکھا، جبکہ دیگر موضوعات پر بھی آپ کے قلمی معرکے دیکھنے اور پڑھنے کے لائق ہیں کہ قاسمی خانوادہ کے اس گل سرسبد نے مولانا نانوتویؒ کے علمی نسب نامہ کی کس طرح حفاظت فرمائی اور علم وقلم کا ایسا سرمایہ چھوڑ گئے ہیں کہ مستقبل کا مؤرخ ان کی شخصیت اور خدمات سے صرف نظر کرنے کی ہمت نہ جٹا سکے گا، دارالعلوم وقف دیوبند کی تعمیر وترقی اور اس کے استحکام میں مولانا کی قربانیاں نقش دوام کی حیثیت رکھتی ہیں جو ان شاء اللہ ان کے حسنات میں اضافہ کا سبب ہوں گی۔

وہ اپنے بزرگوں اور پیش رو اکابر کے طریق پر چلتے ہوئے نہایت یکسوئی کے ساتھ دینی وعلمی کاموں کو آگے بڑھا گئے، انکے حینِ حیات تو شاید لوگوں کو ان کی مقبولیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکا تھا مگر آپ کے جنازہ میں اہل علم کی امڈی بھیڑ اور سوشل میڈیا پر ہو رہے ماتم سے یہ حقیقت تو بہرحال منکشف ہوگئی کہ لوگوں کے جگر ان کے حادثۂ رحلت سے چھلنی اور آنکھیں اشک بار ہیں، وہ زبان حال سے یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ حادثہ محض قاسمی خانوادہ کا ذاتی صدمہ نہیں ہے بلکہ ہر اس شخص کا قیامت سے گذرنا ہے جنہیں فی الحقیقت ان کے وجود کی قدر ومنزلت کا کسی بھی درجہ میں ادراک تھا　ع

وما كان قيس هلكه هلك واحد ❖ ولكنه بنيان قوم تهدما

اسی لئے یہاں گنگوہ میں جیسے ہی آپ کے وصال کی اطلاع ملی تو جامعہ کی علمی فضا سوگوار ہوگئی، یہاں اس صدمہ کی شدت بایں معنی بھی تھی کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی جامعہ اور اس کے بانی حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہیؒ پر خاص توجہ تھی اور وہ بارہا یہاں تشریف لاکر خطاب اور دعاء فرمایا کرتے تھے، اسی نسبت سے حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ بھی یہاں تشریف لاتے رہے اور کبھی امتحان لیکر اپنے تأثرات سے بھی آگاہ فرماتے، اب آپ رخصت ہوئے تو اپنی یادوں کے اجالے بھی چھوڑ گئے ہیں، اللہ آپ کو کروٹ کروٹ وہاں کی راحتیں نصیب فرمائے اور اپنا قرب عطا کرے، آمین۔

آسماں لحد پہ ان کی شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ وہ اس گھر کی نگہبانی کرے

خانوادۂ قاسمی کی روایتوں کا امین: حضرت مولانا اسلم قاسمی

مولانا راحت علی صدیقی قاسمی ❖

خانوادہ قاسمی مختلف حیثیتوں سے عظمت کا حامل ہے، مدارس کا قیام، دین کا تحفظ، تصوف وسلوک میں بلند پایہ خدمات، تصنیف وتالیف کی دنیا میں لازوال کارنامے، صفحات پر علوم ومعارف کے چراغ روشن کرنا، تدریس میں ادق ترین مسائل کو سہل تر بنا کر پیش کرنا، طلبہ کی سہولتوں پر حددرجہ توجہ دینا، وقت کی پکار پر لبیک کہنا، علوم ومعارف کے میٹھے چشمے جاری کرنا، سادہ مزاجی، سنجیدگی اور متانت اس خانوادہ سے وابستہ ہر شخص کی سرشت میں داخل ہے اوراس خانوادہ کی نرالی شان ہے، یہ فیصلہ سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر نہیں بلکہ دس سال تک اس خانوادہ کی عظیم شخصیات کو دیکھ کران کے شب وروز سے متاثر ہوکر کیا جارہا ہے۔ دنیا میں کون ہے جوان معروضات کو غلط ثابت کرے؟ کون ہے جوحقائق کو جھٹلانے کی تاب لائے؟ تاریخ کا مجرم ٹھہرے اور کیوں کر ہوسکتا ہے حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے کمالات زندہ ہیں، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کے کارنامے دنیا سے داد وصول کر چکے ہیں، حضرت حکیم الاسلامؒ کی خدمات جلیلہ کا دنیا اعتراف کررہی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کی بیش بہا خدمات اس کے نظم وانتظام کی برتری حکیم الاسلامؒ سے عبارت ہے، خاص طور پر خداوند قدوس نے نسلاً بعد نسل اس خانوادہ کو عظیم شخصیات عطا کیں، ان سے علم وکمالات کی دنیا روشن رہی، خطابت اور تحقیق وتدریس کا شعبہ ان سے ہمیشہ فیضیاب ہوتا رہا، ان اکابر کو نظم وانتظام میں حددرجہ کمال حاصل رہا۔ حضرت حکیم الاسلامؒ کی وفات کا دردناک مرحلہ اور نازک حالات اس وقت کے اکابر کے ذہنوں میں کتنے سوالات ابھرے ہوں گے، قلب کے سمندر میں کیسا جوار بھاٹا ہوا ہوگا، دل دہل گئے ہوں گے، آنکھیں نم ہوگئی ہوں گی اور یہ خیال ضرور دل پر گذرا ہوگا، بھلے ہی اس کی حیثیت سایہ بے ثبات کی رہی ہو کہ خانوادۂ قاسمی کے علم وکمالات مولانا قاری محمد طیب کے ساتھ زمین دوز ہوجائیں گے، یہ روایت مستقبل کی دہلیز پر قدم نہیں رکھ سکے گی اور حکیم الاسلامؒ کے ساتھ خانوادۂ قاسمی دفن ہوگیا، یہ قرین قیاس بھی تھا، حالات کی سختیوں سے نکل پانا آسان نہیں تھا، حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب تنہا محسوس ہوتے تھے، مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب کو اب تک لوگوں نے ناظم برقیات کی حیثیت ہی

❖ استاذ جامعۃ الامام ولی اللہ الاسلامیہ، پھلت، مظفرنگر

سے جانا تھا، ان کے علم وکمالات مخفی تھے، ان کی خدمات جلیلہ کا باب ابھی تک نہیں کھلا تھا، عمر کے اس مرحلہ میں تصورات ومشاہدات یہی کہتے تھے کہ اب تنہا حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کے کندھوں بار گراں ہے، انہیں ہی مستقبل میں خاندانی روایتوں کو زندہ رکھنا ہے، لیکن کون خیال کرسکتا تھا، جس طرح سمندر کی طغیانی موتیوں کو باہر لے آتی ہے، اسی طرح حالات کی گردش اور وقت کی ستم ظریفی مولانا اسلم قاسمی کی ذات میں پوشیدہ خزانوں سے دنیا کو متعارف کرائے گی، ایک جہاں ان سے فیضیاب ہوگا، ان کے علم وکمال کا شہرہ ہوگا، دارالعلوم وقف دیوبند کے قیام نے ان کی شخصیت کو الگ ہی رنگ میں پیش کیا، وہ خانوادۂ قاسمی کے سچے فرد اور حضرت حکیم الاسلامؒ کے سچے جانشین ثابت ہوئے، حقائق ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں، وقت اور حالات کی بھٹی میں تپ کر یہ شخصیت کندن بنی، ان کی خدمات کا آج ایک جہاں آباد ہے اور وہی منصب جلیلہ اور عزت وجاہ انہیں میسر ہوا جوان کا نصیبہ تھا، جوان کے لئے موزوں تھا، ان کے جنازہ میں شریک ہر شخص ان کا آخری دیدار کرنے کے لئے بے تاب تھا، ٹوپیاں ہی ٹوپیاں نظر آتی تھیں، عقیدت ومحبت میں ڈوبے ہوئے لوگ ہر شرط پر ان کی آخری رسومات میں حصہ لینا چاہتے تھے، خوف ہوتا تھا لوگ خود شدت اشتیاق میں حادثہ کا شکار نہ ہوجائیں، ملک کے گوشے گوشے سے ان کی محبت وعقیدت میں لوگ سرزمین دیوبند پر دوڑے چلے آئے، جو نہ آسکے ان کے دلوں میں کرب اور بے چینی ضرور تھی، اس صورت حال سے ثابت ہوگیا، یہ ناظم برقیات نہیں بلکہ ایک کامیاب محدث کا جنازہ تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے فضا میں یہ شعر گونج رہا ہو:

شب کو مرا جنازہ جائے گا یوں نکل کر ❖ رہ جائیں گے سحر کو دشمن بھی ہاتھ مل کر

اپنا، پرایا، عزیز، قرابت دار، غیر ہر شخص نے آپ کی وفات کا غم محسوس کیا، آپ کی شخصیت بہت سی خوبیوں کی مالک تھی، گفتگو نقوش کی بناء پر نہیں مشاہدہ کی بناء پر کرنا چاہتا ہوں، تکلفات کو بالائے طاق رکھ کر ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب خوبصورت وجاذب نظر چہرہ، ناک لمبی، سرخ درازی مائل، ڈاڑھی سفید، میانہ قد، بڑھاپے کے بوجھ نے جھکا ضرور دیا تھا، جسم ہلکا پھلکا، آپ کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جوانی میں بھی لحیم شحیم نہیں رہے ہوں گے، شیروانی پہن کر نکلتے تو علم کے شہنشاہ معلوم ہوتے تھے، آپ کا وقار اور اثر ہر شخص نمایاں طور پر محسوس کرتا تھا، وہ نگاہیں جنہوں نے حضرت حکیم الاسلامؒ کو دیکھا آپ کو دیکھ کر قرار پاتی تھیں، آپ کی شخصیت حکیم الاسلامؒ کا عکس محسوس ہوتی تھی، لب ولہجہ سنجیدہ اور لفظ انتہائی جماؤ کے ساتھ وجود میں آتے تھے، مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوتے تو علم کے خزینے لٹاتے، گفتگو سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ علم کا بادشاہ خطاب کررہا ہے، بخاری کا درس دیتے تھے تو نازک ترین مسائل کو بھی منقح کردیتے اور ہر ہر لفظ دل پر نقش ہوتا چلا جاتا، مشفقانہ انداز، شگفتہ لہجہ، شائستہ زبان۔ فرماتے تھے کہ آپ میری اولاد کے مانند ہیں، یہ مسائل کس

طرح آپ کو سمجھاؤں، حیاء محسوس ہوتی ہے، شرم دامن گیر ہے، اس کے بعد جب گفتگو کرتے تھے تو مسئلے کے ایک ایک جزء کو واضح کردیتے تھے، طلبہ ان کی تقریر میں گم ہوجاتے تھے، لفظوں کا حسین انتخاب کرتے تھے، ان کی درسی تقریر الفاظ کا حسین مرقع ہوتی تھی، شرم وحیاء کا دائرہ نہیں ٹوٹتا تھا اور زندگی کے نازک ترین مسائل کو حل کردیتے تھے، عرصۂ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا، طلبہ آپ کے درس سے مانوس رہے، آپ کی شخصیت کے دلدادہ رہے، آپ کی اداؤں اور سادگی کے دیوانے رہے، سادگی کا عالم یہ تھا کہ طلبہ کی بھی مہمانوں کی طرح ضیافت کرتے تھے، ایک مرتبہ میں اپنے عزیز رشتہ دار کے ساتھ ''طیب منزل'' پر حاضر ہوا، حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب تشریف لائے، دیر تک گفتگو فرماتے رہے، ہر جملہ ان کی بصیرت کا غماز اور علمی وجاہت کا عکاس تھا، ملکی ودینی مسائل پر عصر تا مغرب انہوں نے گفتگو کی، خندہ پیشانی کے ساتھ لبوں پر مسکراہٹ کا گماں ہورہا تھا، طبیعت مچل گئی، قلب ان کی علمی شان پر فریفتہ ہوگیا، یہی نہیں جب انہیں کسی سے مخاطب دیکھا ہمیشہ چہرہ پر تازگی بشاشت اور خندگی کا اثر نمایاں ہوتا تھا، پژمردگی، بدخلقی نہ ان کی طبیعت میں تھی نہ کبھی ظاہر ہوئی۔

خطابت کے جوہر بارہا دیکھنے کا موقع ملا، بڑے سلیقے سے خطاب کرتے تھے، جو کہتے صاف ستھرے انداز سے، مخاطب کی پوری طرح رعایت کرتے، تقریر میں روایتوں کی کثرت ہوتی تھی، جس سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا یقین ہوتا تھا اور دلیل کی صورت میں رسول پاکؐ الفاظ ان کی زبان سے ادا ہوتے، خطاب کا لہجہ کیا کہنے، ایسا لگتا تھا، جیسے کسی نے کانوں میں شہد گھول دیا ہو، قلب قرار پاتا تھا، روح سکون حاصل کرتی تھی، طویل خطاب فرماتے لیکن مجمع پر ان کی پوری دسترس ہوتی تھی، لوگ ان کی تقریر میں پوری طرح گم ہوجایا کرتے تھے، تصنیف وتالیف میں انہوں نے واضح نقوش چھوڑے ہیں، یہ سلسلہ بھی ان کے عشق نبی کی تصویر دکھاتا ہے، ''سیرت حلبیہ'' کا اردو ترجمہ ان عظیم کارناموں میں سے ایک ہے، سیرت پاک کا سیٹ بچوں کے لئے ان کی عظیم خدمت ہے، عشق نبیؐ میں ڈوب کر لکھا، لب ولہجہ معیاری، اسلوب انتہائی دلکش، بڑے انشاء پرداز تھے، اشعار میں آپ نے طبع آزمائی کی، لیکن زینت محفل بننا گوارا نہیں کیا، آپ کی کتابوں کے اسلوب پر مستقل بحث وتحقیق کی ضرورت ہے، ان سطروں میں اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا، آپ باکمال شخصیت کے مالک تھے، آپ کی جدائی نے خانوادہ قاسمی ہی نہیں پورے ہندوستان کو سوگوار کیا ہے، کل جس کی تقریر سے سکون پاتے تھے، سالوں جن کی تقریریں سنیں، مسکراتے دیکھا، مجلسوں کی زینت دوبالا کرتے دیکھا، ان کے درس کے تذکروں سے زبان تھکتی نہیں تھی، آج ان پر اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالنا یقیناً باعث تکلیف ہے، ان کی جدائی عرصہ تک علمی دنیا میں محسوس کی جاتی رہے گی، مگر نظام خداوندی کا انسان پابند ہے اور خدا نے اعلان کردیا ہے، مدت متعینہ کے بعد تاخیر نہیں ہوتی، جذبات غم و اندوہ کے باوجود اس بات کا شکر ہے کہ مولانا نے عظیم خدمات انجام دیں اور مولانا محمد فاروق قاسمی کی شکل میں اپنا جانشین چھوڑا جو ان روایتوں کو آگے بڑھائے گا، خداوند قدوس ان کو جنت میں مقام کریم نصیب کرے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

یادِ رفتگاں

مولانا مقصود احمد ضیائی ❖

علم و ادب کی بزم ہے ویران و مضمحل
خاموش ہوگئی جو ایک شمع بے مثال

اس دار فانی کی ہر چیز فانی ہے اور ارشاد خداوندی کے مطابق ہر حیات کے بعد موت ہے جو آیا ہے وہ جانے ہی کے لئے آیا ہے نہ معلوم کب کس کے پاس موت کا پروانہ آجائے

اجل کے ہاتھ کوئی آرہا ہے...... پروانہ
نہ جانے آج کی فہرست میں رقم کیا ہے؟

خانوادۂ قاسمی کے چشم و چراغ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب علیہ الرحمہ کا دیوبند میں انتقال ہوگیا ذرائع کے مطابق آپؒ عرصہ سے بیمار چل رہے تھے، مورخہ ۱۳ نومبر ۲۰۱۷ء بروز پیر دن کے سوا بارہ بجے وہ اس دنیائے بے مایہ سے ۸۷ سال کی عمر میں خدائے پاک کی جنت بامایہ کو کوچ کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، خدائے قدوس مغفرت فرمائے۔

متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب علیہ الرحمہ کا علمی دنیا میں ایک بڑا اور تاریخی نام اور کام تھا آپ ام المدارس دارالعلوم دیوبند کے بانی قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی علیہ الرحمہ کے پڑپوتے اور دارالعلوم دیوبند کو عالمگیر شہرت دلانے والے سابق مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ کے دوسرے صاحبزادے تھے آپ دارالعلوم وقف دیوبند کے صدر مدرس ہونے کے ساتھ اپنی بلند قامت علمی نسبتوں اور خاندانی وجاہتوں تصنیف و تالیف تحریر و قلم اور تقریر و خطابت میں درک اور مہارت رکھنے کے ساتھ علمی حلقوں میں یکساں مقبول و متعارف تھے آپ دارالعلوم وقف دیوبند میں بخاری شریف کی تدریس کا بھی فریضہ انجام دے رہے تھے بایں وجہ بھی علمی دنیا میں آپ کی شخصیت بے حد مقبول رہی اس عاجز کے نزدیک آپ کی موت کے بعد علمی و ادبی دنیا میں جو خلا پیدا

❖ استاذ جامعہ ضیاء العلوم پونچھ، جموں و کشمیر

ہوا ہے اس کی تلافی اس دور انحطاط میں ناممکن ہے بقول شاعر!

عالم کی موت اصل میں عالم کی موت ہے
ایک فرد ہی کی موت تنہا نہیں سوال

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب علیہ الرحمہ کے ہزاروں شاگرد دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں آپ کی ذات گرامی خانوادۂ قاسمی کی ڈیڑھ سوسالہ علمی خدمات مجاہدانہ کارناموں طویل ترین جہد وسعی اور عزم مسلسل کا ایک تابندہ عنوان تھی۔

آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ اور امام المنطق والفلسفہ حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی علیہ الرحمہ جیسی نادرہ روزگار شخصیات کے حلقۂ تلمیذ تھے، آپؒ کا اس عالم آب وگل میں ۱۹۳۸ء میں ورود ہوا آپ میں تحریری صلاحیتیں روز اول سے ہی ہم عناں تھیں لاتعداد مضامین بے شمار مقالات سیرت حلبیہ کی ۶ ضخیم جلدوں کا کامیاب ترجمہ سیرت النبی ﷺ کے مختلف گوشوں پر تحریر کردہ مختلف مگر جامع کتابچوں کا مکمل سیٹ علمی اور تحقیقی کتابوں پر معرکۃ الآرا مقدمات مولانائے مرحوم کے تاریخ ساز علمی کارناموں کی ایک جھلک ہے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن کے لئے لکھی ہوئی آپ کی تقاریر کا مجموعہ ’’قاسمی تقریریں‘‘ ان کے سوا ہے، مصر سے مطبوعہ عربی کتاب بنام ’’اصحاب کہف‘‘ کی کامیاب اردو ترجمانی حلقہ تدریس میں مقبول بھی اور منفرد بھی۔

مولانا مرحوم کے جس قدر بھی مضامین ومقالات تصنیفات وتالیفات نظرنواز ہوئیں وہ سب کے سب آپؒ کے علم وتحقیق وسعت مطالعہ قوت استدلال زور بیان اور سلاست وروانی کا آئینہ دار علمیت اور ظاہری وباطنی حسن سے بھرپور ہیں مولانا مرحوم صرف قلم کے دھنی نہ تھے بلکہ آپ کے درس کے ساتھ ساتھ آپ کی تقریریں بھی ان خوبیوں سے آراستہ وپیراستہ ہوتی تھیں آپ میدان خطابت میں اپنی نسل کے لوگوں کے ترجمان، ہندوستان کے ہر گوشے میں آپ کی طلب اور سننے کی چاہ، قاسمیت کے جتنے خوبصورت اور دلفریب چہرے ہوسکتے ہیں ان میں سے آپ کا چہرہ بھی تقدس اور پاکیزگی کے رنگوں میں ڈوبا ہوا تھا آپ صرف عربی زبان وادب ہی کے ماہر نہ تھے بلکہ آپ عربی زبان وادب کے جہاں اداشناس مزاج داں نباض رمز آشنا اور اس کی باریکیوں لطافتوں نزاکتوں اور نوک وپلک کے رموز کے واقف کار تھے، مولانا مرحوم انگریزی زبان پر بھی مکمل قدرت اور عبور لکھنے پڑھنے اور بولنے میں کسی صاحب زبان کی طرح مہارت اور پختگی رکھتے تھے، آپ نے ملک اور بیرون ملک کے دینی اور تبلیغی اسفار بھی کثرت سے کئے اور تادم آخر دیوبند کی ترجمانی کا حق ادا کرتے رہے آپ کے مواعظ وخطبات سننے والے جانتے ہیں کہ آپ نے

اپنی خطابت کا مرکزی محور ہمیشہ توحید کی دعوت کو بنائے رکھا آج سے لگ بھگ ۲۴/سال قبل آپ خطہ کشمیر کی معروف دینی علمی وروحانی درسگاہ مادر علمی جامعہ ضیاء العلوم پونچھ جموں وکشمیر کے ۲۰ سالہ عظیم الشان اجلاس عام میں مندوب خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے تھے اس بندہ ہیچمدان کو اس موقع پر پہلی بار آپ کو دیکھنے اور سننے کا اتفاق ہوا تھا آپ کو بیان کے لئے اس موقع پر طویل نشست ملی تھی آپ نے جو بیان فرمایا تھا وہ حقیقتاً آپؒ کا کرشمہ ہی تھا کہ اس کی کیسٹیں مدت تک رونق بازار بنی رہیں انہیں اختصاصات وتشخصات کے باعث آپ دنیائے اسلام میں ہزاروں علماء طلبہ اور ذی علم انسانوں کے دلوں کی دھڑکن تھے، آپ کی نماز جنازہ احاطہ دارالعلوم دیوبند میں شب کے آٹھ بجے حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند نے پڑھائی اور مزار قاسمی میں تدفین عمل میں آئی "رحمتیں تربت پہ ہوں ہزاروں"۔

آخری بات!

آپ کی وفات ایک سانحہ ہے جس کو عالم اسلام نے غمزدہ دل سے محسوس کیا ہے جامعہ ضیاء العلوم میں بھی تمام اساتذہ وطلبہ اس سانحہ پر غمزدہ وملول ہوئے۔

مولانا سعید احمد صاحب نائب مہتمم جامعہ ہذا وصدر تنظیم علمائے اہل سنت والجماعت پونچھ نے بھی جامعہ میں اساتذہ وطلبہ کی درمیان تعزیتی مجلس منعقد فرمائی جس کا اختتام مولانا مرحوم کے لئے دعائے مغفرت پر ہوا۔

خداتعالیٰ آپ کے حسنات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے درجات کو بلند فرمائے اور وابستگان ومتسبین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ایک ممتاز سیرت نگار

اور خطابت کے شہسوار کی رحلت

مفتی محمد صادق حسین قاسمی ❖

اس اندوہ ناک خبر سے علمی دنیا بالخصوص سوگوار ہوگئی کہ متکلمِ اسلام، قادر الکلام خطیب، ممتاز سیرت نگار، ادیب وقلم کار، محدث ومفسر، مقبول مدرس صاحبزادہ حکیم الاسلامؒ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ ۱۳/نومبر ۲۰۱۷ء بروز پیر بوقت بارہ بجے دن کو داغِ مفارقت دے گئے اور اپنی جدائی کے غم سے دنیا کو مغموم کر گئے، آپ کی رحلت اور انتقال علمی دنیا کا ایک عظیم خسارہ اور ایک دور کا خاتمہ ہے۔ آپ خانوادۂ قاسمی کے گلِ سرسبد تھے، علومِ قاسمیہ کے امین تھے، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ کی خطابت وکمالات کے پیکر تھے، فہم وفراست، فکر وتدبر، علم وحلم، تقویٰ وطہارت، تصنیف وخطابت، بلند اخلاق وکردار، سادگی وتواضع، انتظام وانصرام اور روایاتِ اسلاف کے پاسداری میں اونچا مقام ومرتبہ رکھتے تھے۔ ظاہری شکل وصورت میں وجیہہ و پروقار، خوبصورت ونفاست پسند تھے، خاموش مزاج لیکن بولتے تو علوم کے دریا بہاتے، حکمت کے موتے لٹاتے، تحقیق وتدقیق کی باریکیاں پیش فرماتے اور عوام وخواص کو اپنے منفرد خطابت، بے مثال زورِ بیان اور دلنشین اسلوبِ کلام سے مستفید فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کی شخصیت میں گوناگوں خوبیوں اور کمالات کو جمع فرمادیا تھا، آپ کا تعلق اور رشتہ اس خاندان سے ہے جس نے سرزمینِ ہند میں علوم کی نشر واشاعت اور دین کی بقا وتحفظ میں نمایاں کردار ادا کیا، آپ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پرپوتے اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے دوسرے فرزند تھے۔

آپ نے پوری زندگی درس وتدریس، قرآن وسنت کی تعلیم وتشریح میں گزاری اور تقریر وخطابت کے ذریعہ دنیا بھر میں دین کی ترجمانی میں بسر کی، مختلف خوبیوں اور خصوصیتوں سے پروردگارِ عالم نے آپ کو نوازا تھا۔ اس موقع پر آپ کی بہت سی خوبیوں کا تذکرہ کئے بغیر صرف دو خوبیوں ''سیرت نگاری'' اور

❖ مدیر ماہنامہ ''الاصلاح'' کریم نگر

''خطابت''، پر مختصر روشنی ڈالتے ہیں۔اس سے قبل آپ کا مختصر تعارفی خاکہ ملاحظہ فرمائیں:

آپ کی ولادت ۳ جون ۱۹۳۸ء میں ہوئی۔ازاول تا آخر دارالعلوم دیوبند میں تعلیم وتربیت حاصل کی، ناظرہ قرآن مجید قاری محمد کامل صاحبؒ کے یہاں مکمل کیا، فارسی کا چار سالہ نصاب مولانا بشیر صاحب دیوبندیؒ، مولانا مشفع صاحب دیوبندیؒ، مولانا ظہیر صاحب دیوبندیؒ کے پاس۔عربی درجات کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ، حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب مرادآبادیؒ، حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مدظلہ، حضرت مولانا نعیم صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندیؒ قابلِ ذکر ہیں۔۱۹۵۷ء میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی اور ۱۹۶۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں تقرر ہوا اور مختلف انتظامی شعبوں سے وابستہ رہے۔

آپ بے مثال خطیب، انفرادی شان کے مدرس، بلند پایہ مصنف، سحر طراز صاحبِ قلم وادیب، بلند فکر شاعر، کثیر المطالعہ قدیم وجدید کے پختہ عالم، گوناگوں صلاحیتوں کے حامل، خاموش طبیعت، متین، پُر وقار اور بردبار، یورپی ممالک میں حکیم الاسلامؒ کے رفیق سفر اور حکیمانہ خطاب کے ترجمان، اجلاس صدسالہ کے ناظم وروحِ رواں، دارالعلوم وقف دیوبند کے محدث، صدر المدرسین اور ناظم مجلس تعلیمی۔(۱)

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کا شمار ممتاز سیرت نگاروں میں ہوتا تھا، سیرتِ رسول پاک ﷺ آپ کا خاص موضوع اور محبوب مشغلہ تھا، سیرتِ پاک ﷺ پر لکھنے اور بولنے میں بلاشبہ آپ یگانۂ روزگار تھے۔سیرت رسول ﷺ پر آپ کی گراں قدر خدمات اور زندہ وتابندہ محنتیں موجود ہیں۔آپ نے مجموعۂ سیرت پاک کے عنوان سے ضخیم کتاب تیار کی، اسی طرح ''سیرتِ پاک'' کے عنوان سے بھی ایک قیمتی کتاب تالیف فرمائی، اور سیرتِ رسول ﷺ پر نہایت مشہور کتاب ''سیرتِ حلبیہ'' کو آپ ہی نے شستہ اور سلیس اردو میں منتقل کیا۔آپ کے سیرت النبی ﷺ سے ذوق وشوق کو بیان کرتے ہوئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ''سیرت حلبیہ'' کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے عزیز برخوردار سعادت آثار مولوی محمد اسلم سلمہ قاسمی فاضل دیوبند وناظم شعبہ نشر واشاعت وامور عامہ دارالعلوم دیوبند کو جنہوں نے ''سیرتِ حلبیہ'' کے بامحاورہ اور سلیس ترجمہ کا بیڑا اٹھایا اور عملی طور پر شروع کر کے اس کی ایک قسط بھی تیار کر لی۔عزیز موصوف کو سیرتِ رسول ﷺ سے چوں کہ پہلے ہی سے خاص لگاؤ اور طبعی مناسبت ہے، چناں چہ وہ اس سے پہلے مجموعہ سیرتِ رسول ﷺ کے نام سے اپنی ایک بلیغ اور بلند پایہ تالیف شائع کر چکے ہیں جو مقبول عام ہوئی اور بعض تعلیم گاہوں کے نصاب میں بھی قبول

(۱) حیاتِ طیب: ۱/۲۷۷

کرلی گئی، اس لئے وہی احق تھے کہ سیرتِ حلبیہ جیسی مستند اور ماخذ کتب ذخیرۂ سیرت سے ہندوستان کو روشناس کرائیں، انہوں نے اپنے خداداد ملکہ سیرت نگاری سے اس اہم سیرت کو اس کو عربی سے اردو کا جامہ پہنانا شروع کیا ہے کہ وہ اس کے بدن پر چست اور فٹ نظر آتا ہے، جس میں کہیں جھول نظر نہیں آتا۔(۱) تقریباً چھ ضخیم جلدوں میں سیرتِ حلبیہ آپ کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی اور مقبول بھی ۔حضرت مولانا اسلم صاحبؒ خود اپنی ایک مقبولِ زمانہ کتاب ''سیرت پاک ﷺ'' کے ابتدائیہ میں تحریر فرماتے ہیں: یہ تصور ہی مجھ جیسے بے مایہ انسان کے لئے بڑا صبر آزما تھا کہ سرورِ عالم ﷺ کی حیاتِ مقدسہ پر کچھ لکھنے کا ارادہ کروں لیکن ایک تو اپنے بزرگوں کی حوصلہ افزا موجودگی کے بھروسہ پر اور دوسرے صرف اس آس پر کہ جس مقدس و معظم ذات ﷺ کی طرف میری یہ محنت منسوب ہے اسی ذاتِ اقدس کے طفیل شاید میرے گناہوں کا کفارہ ہوجائے، بنامِ خدا میں نے ایک نئے سلسلے کی ترتیب کا آغاز کردیا۔ آج میرے لئے زبردست مقامِ مسرت ہے کہ اپنی حسبِ استطاعت ایک طویل محنت وجانفشانی کے بعد یہ ''سلسلہ'' مکمل ہوکر کتابت وطباعت کے مراحل سے گزر رہا ہے جو بچوں کے علاوہ کم تعلیم والے لوگوں کے لئے بھی ان شاء اللہ اسی قدر مفید ثابت ہوگا۔''(۲) ان دو اقتباسات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں سیرتِ رسول ﷺ سے انہیں کس درجے شغف تھا اور وہ اس کو سہل اسلوب اور آسان انداز میں عام کرنے اور ہر طبقے کے مزاج ونفسیات کے لحاظ سے پیش کرنے کے لئے فکرمند وکوشاں رہیں۔ سیرتِ رسول ﷺ پر جہاں لکھنے میں انہیں غیر معمولی ملکہ حاصل تھا وہیں سیرتِ رسول ﷺ پر بولنے میں کمال درجہ قدرت اور خصوصی امتیاز حاصل تھا۔ راقم الحروف جس وقت دارالعلوم حیدرآباد میں ابتدائی درجات میں زیرِ تعلیم تھا، غالباً ۲۰۰۲ء دارالعلوم حیدرآباد ہی کی جانب سے شہر حیدرآباد کے مشہور اڈیٹوریم میں سیرت النبی ﷺ پر ''خطباتِ دکن'' کے عنوان سے سلسلہ وار خطابات کا اہتمام کیا گیا تھا، جس کے لئے دو شخصیتیں بطور مقرر مدعو تھیں، جن میں ایک حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب مدظلہ اور دوسری شخصیت حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کی تھی۔ وہیں سے آپ کی پروقار شخصیت سے پہلا تعارف ہوا تھا اور آپ کے اندازِ بیان نے حلقۂ ارادت مندوں میں شامل کیا۔

دوسری خوبی کا ذکر اگرچہ ضمن میں آ ہی گیا کہ خطابت اور تقریر میں بھی اللہ تعالی نے غیر معمولی کمال اور ملکہ عطا کیا تھا۔ آپ کے والد بزرگوار حکیم الاسلامؒ خطابت میں منفرد شان کے مالک تھے۔ اللہ تعالی نے خطابت کی وراثت آپ کے باکمال فرزندوں میں بھی منتقل فرمائی۔ جہاں خطیب الاسلام حضرت

(۱) سیرت حلبیہ: ۱/۴۰ (۲) سیرت پاک: ۸

مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مدظلہ نے امتیاز حاصل کیا وہیں متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب نے بھی اپنی انفرادیت اور عظمت کا لوہا منوایا۔ حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

''وہ اس وقت ہندوستان کے منتخب واعظین اور خطبا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اُنھیں عربی، فارسی اور اردو کے ساتھ انگریزی سے بھی واقفیت ہے۔(۱)

بارعب شخصیت کے ساتھ آواز میں دبدبہ اور کشش بھی تھی۔ سلاست اور روانی، تحقیق اور شگفتہ بیانی ہر کسی کو آپ کا گرویدہ بنادیتی تھی۔ قدیم علوم میں کامل مہارت کے ساتھ جدید فنون سے بھی آپ باخبر تھے، حالات اور تقاضوں کا ادراک کرنے اور بروقت مناسب ومفید اظہارِ خیال میں منفرد تھے۔ نئے دور کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے، اور رفتارِ زمانہ کے ساتھ دعوتِ دین کے مشن کو آگے بڑھانے کی ترغیب دینے اور طالبانِ علومِ نبوت کو اپنے بلند مقام ومنصب سے آگاہ کرنے میں آپ نے انوکھی شان تھی۔

حضرت مولاناؒ کی علالت اور بیماری کی خبریں وقتاً فوقتاً سننے اور پڑھنے کو ملتی تھی اور حسبِ توفیق دعائے صحت کا اہتمام بھی کیا جاتا رہا لیکن انتقال پُر ملال کی خبر صاعقہ اثر نے ایک عظیم شخصیت سے محرومی کے احساس سے مغموم کردیا ہے بلکہ علم سے رشتہ رکھنے والا ہر انسان اس عظیم المرتبت شخصیت کے سانحۂ ارتحال سے رنجیدہ ہے، مدتوں بعد ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں اور یادگار نقوش صفحۂ ہستی پر ثبت کر جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہر انسان حیاتِ مستعار کی مدت پوری کر کے ایک نہ ایک دن ضرور رختِ سفر باندھ کر حیاتِ جاوداں کی طرف کوچ کر جائے گا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا وجود بھی ہمت اور حوصلہ اور تقویت وبرکت کا باعث ہوتا ہے، چناں چہ حضرت مولانا محمد اسلم صاحبؒ بھی ان ہی چند شخصیات میں سے تھے، جن کی موجودگی کے احساس سے ہی دل وجان کو اطمینان نصیب ہوتا تھا۔ آج جب کہ حضرت مولاناؒ ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن آپ کی فکریں اور محنتوں کا پورا نقشہ موجود ہے، جس کو فراموش کیے بغیر کام کرتے رہنا ہی کامیابی کی کلید ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولاناؒ کو غریقِ رحمت فرمائے، آپ کی خدماتِ جلیلہ کو قبول فرمائے، اور آپ کے فیض کو جاری وساری رکھے۔ آمین

دریافت کی ہے میں نے وہ منزل کہ دوستو
ڈھونڈیں گے میرے بعد بہت کارواں مجھے

(۱) پسِ مرگِ زندہ: ۱۷۴، درتذکرہ حکیم الاسلامؒ

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی ❖

یقیناً موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے؛ جس سے کسی ذی نفس کو مفر نہیں، ہر انسان فناء کی منزل کا راہی ہے،لوگ وقت معین کیلئے عالم رنگ و بو میں آتے ہیں اور ان مستعار لمحوں کو گزار کر چلے جاتے ہیں،موت کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ کون کس سے جدا ہوا، کتنوں کا گھر تباہ ہوا، کون سایۂ عاطفت سے محروم ہوگیا، کس کا ہنستا بولتا گھر ماتم کدہ بن گیا؟ یتیموں کی آہ، بیواؤں کی پکار اور ماؤوں کی چیخ وہ سننے کو تیار نہیں، بس ہر جاندار کو موت کے دروازے سے ابدی زندگی میں داخل ہونا ہے باقی رہنے والا نام صرف اللہ کا ہے، یہی خالق کائنات ورب ذوالجلال کا تکوینی وحتمی فیصلہ ہے؛ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک مسلم حقیت ہے کہ اگر انسان کا دماغ روشن ہو، دل زندہ ہو، حوصلے بلند ہوں، تو ایسا انسان فناء کی منزل پر پہونچ کر بھی فناء نہیں ہوتا۔شہنشاہِ سخن، استاذِ زمن، تاجدارِ فکر وفن، خانوادۂ قاسمی کے چشم و چراغ، معروف ادیب وسیرت نگار، متکلم اسلام، محدث کبیر حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب ناظم تعلیمات وصدرالمدرسین دارالعلوم وقف دیوبند بھی انھیں میں سے ایک تھے، جو چند سالہ علالت کے بعد بہ تاریخ ۱۳رنومبر بہ روز پیر راہیٔ ملک بقاء ہوگئے۔آپ دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پڑپوتے اور دارالعلوم دیوبند کو عالمگیر شہرت دلانے والے سابق مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے، آپ کی رحلت سے علم وادب کا ایک درخشندہ ورق الٹ گیا، سیرت وتاریخ نگاری کا ایک عہد زریں ختم ہوگیا اور فضل وکمال کا ایک آفتاب جہاں تاب ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔

ایک روشن چراغ تھا نہ رہا
شہر میں ایک دماغ تھا نہ رہا

مختصر سوانحی خاکہ

آپ کا اسم گرامی: محمد اسلم، والد کا نام: محمد طیب، لقب: متکلم اسلام۔آپ کا نسب امیر المومنین،

❖ استاذ ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ خواجہ باغ، حیدرآباد

خلیفۂ اوّل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔مکمل سلسلۂ نسب کچھ اس طرح ہے:
محمد اسلم بن محمد طیب بن محمد احمد بن مولانا محمد قاسم نانوتوی بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن ابوالفتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی محمد ہاشم بن شاہ محمد بن قاضی طٰہ بن مفتی مبارک بن شیخ امان اللہ بن شیخ جمال الدین بن قاضی میراں بڑے، بن قاضی مظہر الدین بن نجم الدین ثانی بن نورالدین رابع بن قیام الدین بن ضیاء الدین بن نورالدین ثالث بن نجم الدین بن نورالدین ثانی بن رکن الدین بن رفیع الدین بن بہاء الدین بن شہاب الدین بن خواجہ یوسف بن خلیل بن صدر الدین بن رکن الدین السمر قندی بن صدر الدین الحاج بن اسمٰعیل شہید بن نورالدین القتال بن محمود بن بہاء الدین بن عبداللہ بن زکریا بن نورالدین سراج بن شادی الصدیقی بن وحید الدین بن مسعود بن عبدالرزاق بن قاسم بن محمد بن سیّدنا ابوبکر صدیقؓ۔

آپ کی ولادت جون ۱۹۳۸ء کو دیوبند میں ہوئی، ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے تکمیل فضیلت کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے میٹرک پاس کیا اور عصری علوم کی تحصیل کی، پھر خداداد علمی صلاحیتوں کی بناء پر ۱۹۶۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر کیے گئے اور تقسیم کے جان کاہ سانحے کے بعد ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم وقف دیوبند سے وابستہ ہوئے، اور مختلف اہم مناصب پر فائز رہ کر گراں قدر علمی دینی اور انتظامی خدمات انجام دیں، بالخصوص حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ کی وفات کے بعد ۲۰۰۸ء میں آپ کو صدر المدرسین اور ناظم مجلس تعلیمی کے منصب پر فائز کیا گیا، جس کو آپ تادم آخر بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔

آپ کا ظاہری سراپا والد گرامی حضرت حکیم الاسلامؒ کی طرح نہایت پرکشش اور وجیہ تھا، قاسمی خانوادے کی علمی وفکری وراثت کے امین ہونے کے ساتھ شرافت ونجابت، حسنِ ظاہر وباطن سے بھی معمور تھے، آپ کی تعمیر وترقی میں علمی گھرانے کی خورچی بسی تھی اور فکر ونظر میں دیوبندیت کی روح کارفرما تھی۔

اوصاف وشمائل

متکلم اسلام مولانا اسلم قاسمی نوراللہ مرقدہ اپنے اندر انسانیت کا درد، طالبان علوم نبویہ کی ترقی کا احساس، اور دینی واصلاحی کاموں میں حصہ لینے کا جذبہ رکھتے تھے، انکی بے نفسی، سادہ مزاجی، مقصد کی بلندی، اور انتہائی درجہ کی شفقت ومحبت نے ہر ایک کو بے حد متاثر کیا، حضرت والا اپنی منفرد خصوصیات کے ساتھ البیلی ذات اور علمی صلاحیت کے اعتبار سے ایک انجمن تھے، آپ میں ہمیشہ خاندانی وضع داری،

تہذیب واخلاق کی پاسداری، اور ایمان واخلاق کی بلندی کے آثار نمایاں تھے۔

آپ کو برصغیر میں ''متکلم اسلام'' کی حیثیت حاصل تھی، آپ ایک مایۂ ناز خطیب ہی نہیں، بلکہ ''خطیب گر'' تھے۔ آپ نے اپنے ساٹھ سالہ دورِ خطابت میں لاکھوں فرزندان اسلام کی رہنمائی کی، اپنے درس حدیث سے سیکڑوں تشنگان علوم کو سیراب کیا اور والد گرامی کی طرح مسلک دیوبند کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔

آپ بیک وقت صحافت اور خطابت دونوں کے شہسوار تھے عربی اور اردو دونوں ہی زبانوں میں یکساں مہارت حاصل تھی، علم حدیث اور سیر وتاریخ پر بڑی گہری نظر تھی، آپ نے علمی زندگی کا بیشتر حصہ درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور تحقیق وتدقیق میں گذارا فضل وتقویٰ، خاندانی وجاہت اور گوں نا گوں صلاحیتوں کے سبب آپ کا شمار چند چیدہ وچنندہ شخصیتوں میں ہوتا تھا۔

آپ کی زندگی کے اہم امتیازات کا تجزیہ کیا جائے تو برملا کہا جاسکتا ہے کہ آپ دوربین، دور اندیش، نکتہ داں، حق گو، حق شناس، حقیقت پسند، صداقت شعار، سراپا ایثار تھے جنہوں نے اپنی حق بیانی، شیریں مقالی اور دینی وعلمی خدمات کے ذریعہ تقریباً نصف صدی کو متاثر کیا اور آج بھی ایک عالم آپ کے شفاف کردار واطوار، شخصیت ووجاہت اور سیادت وقیادت کا معترف ہے۔

علمی سرمایہ

آپ متعدد کتابوں کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مقرر اور بلند پایہ شاعر تھے، سیکڑوں غزلیں اور نظمیں آپ نے تخلیق کی، آپ کی کئی نعتیں مقبول عام وخاص ہوئیں۔

آپ کی بلند پایہ تخلیقات میں ''اصحاب کہف'' (چھ جلدوں پر مشتمل) سیرت حلبیہ کا اردو ترجمہ اور سیرت پر عام فہم آسان ومستند کتاب ''سیرت پاک'' کے علاوہ ''قرآن اور سائنس'' کے حوالہ سے تحریر کردہ آپ کا وہ مضمون بھی شامل ہے جو پوری دنیا میں غیر معمولی طور پر مقبول ہوا۔ آپ کے علمی سرمایے میں ان اہم تصنیفات کے علاوہ مختلف مجلوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہونے والے علمی اور تحقیقی مقالات بھی ہیں؛ جو آپ کے علم وفضل کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔

تعزیتی مکتوبات

محترم المقام حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتکم واطال اللہ بقاءکم
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔

اچانک جناب مولانا محمد اسلم صاحب رحمہ اللہ کے سانحۂ وفات کی خبر سن کر بہت ہی رنج وافسوس ہوا، وہ جناب والا کے لئے دست راست کی حیثیت رکھتے تھے، انہوں نے آپ کے خاندان کے روشن روایات کو زندہ وتابندہ رکھا تھا، افسوس کہ وہ راہ ملک بقا ہوئے، اس حادثہ سے جناب والا کو جو رنج وغم ہوا ہوگا اور پورا خاندان جس الم وکرب میں مبتلا ہوگا اس کی خبر تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے، ہم لوگ جو آپ سے اور آپ کے گھرانے سے محبت رکھنے والے ہیں انہیں بھی اس حادثہ کو سن کر وہ بھی اچانک بہت ہی رنج وغم ہے۔

مولاناؒ کی ذات گرامی کے رخصت ہونے سے بڑا خلا پیدا ہوگیا، خاص طور سے دارالعلوم وقف دیوبند جہاں وہ عرصۂ دراز سے تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے، اور طلبہ میں بے حد مقبول تھے، اس کے لئے یہ بڑا حادثہ ہے۔

یہ ناچیز جناب والا اور پورے خاندان کی خدمت میں سلام ومسنون کے بعد تعزیت پیش کرتا ہے، ان کے لئے خود بھی دعا کررہا ہوں اور جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں بھی ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
کہ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مخلص وشریک غم
تقی الدین ندوی
مستشار دیوان سمو الشیخ سلطان بن زاید آل نہیان ابوظبی، دبئی

گرامی قدر ومحترم المقام مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خانوادۂ قاسمی کے درّ نایاب، صاحب زادۂ حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب (صدر مدرس وناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند) کی وفات حسرت آیات کی اطلاع پا کر دلی رنج ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا کی وفات علمی دنیا کا عظیم خسارہ ہے۔ درس وتدریس اور خطابت وتقریر کے علاوہ سیرت نگاری کی راہ سے آپ نے جو وقیع خدمات انجام دی ہیں وہ نا قابلِ فراموش ہیں۔ چھ جلدوں پر مشتمل ''سیرتِ حلبیہ'' کا ترجمہ اور خود آپ کی تصنیف لطیف ''مجموعۂ سیرت رسولؐ'' تشنگانِ علم کو مسلسل فیض پہنچاتی رہے گی۔

حضرت مولانا جامعہ دارالسلام کے قدر دانوں میں سے تھے۔ غیر مسلموں میں دعوت وتبلیغ کے لئے قائم جامعہ کے ادارۂ تقابلِ ادیان کے دُعاۃ جب بھی شمالی ہند کے دعوتی دورے پر جاتے تو دیوبند کی زیارت ضرور کرتے اور حضرت مولاناؒ کی خدمت میں پہنچ کر ان کی دعائیں لیتے۔ حضرت مولانا کے پند و نصائح سے ان کے دل آج بھی معمور ہیں۔ حضرت مولانا کی وفات سے خانوادۂ قاسمی اور جملہ متعلقین کو جو صدمہ پہنچا ہے اس کا ہم اندازہ کر سکتے ہیں۔ جامعہ کے ذمہ داران اور اساتذہ وطلبہ آپ حضرات کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے، کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، تمام پس ماندگان کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل سے نوازے، اور دارالعلوم کو نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم اور دیگر پس ماندگان کی خدمات میں ہدیۂ سلام کے ساتھ کلماتِ تعزیت پیش ہیں: عظم الله اجركم و غفر الله لميتكم. ان لله ما أخذ و له ما أعطى ولكل شىء عنده بأجل مسمى، فاصبروا واحتسبوا......

والسلام
کاکا سعید احمد عمری
جامعہ دارالسلام عمر آباد الہند

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی زید مجدہ السامی
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مؤرخہ ۲۳/صفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳/نومبر ۲۰۱۷ء بوقت صبح خانوادۂ قاسمی کے چشم و چراغ، دارالعلوم وقف دیوبند کے صدرالمدرسین حضرت مولانا محمد اسلم صاحب کے انتقال پر ملال کی اطلاع ملی۔
اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا اسلم صاحب کا سانحۂ وفات امت اسلامیہ کا ایک عظیم علمی خسارہ ہے جس کی تلافی اس دور قحط الرجال میں ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مولانا مرحوم کو تفسیر قرآن، علم حدیث اور سیرت نگاری میں ملکہ راسخہ اور ید طولیٰ حاصل تھا۔ موصوف مرحوم معارف قاسمیہ کے شارح وامین، اسلام کے عظیم ترجمان، انتہائی متواضع، متقی، خداترس، خلیق، ملنسار، حلیم الطبع اور معاصرین اصحاب علم واہل قلم میں منفرد شناخت کے حامل تھے۔

مولانا مرحوم کا سانحۂ ارتحال خانوادۂ قاسمیہ ہی نہیں، بلکہ تمام اہل علم اور آپ کے علوم ومعارف سے فیضیاب ہونے والے ہزاروں طالبین علم نبوت کے لئے حزن وملال اور صدمہ کا باعث ہے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، اپنے قرب خاص سے نوازے، تمام متعلقین وپسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے اور دارالعلوم وقف کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔

اللھم اکرم نزله و وسع مدخله و نور قبره و أبدله دارا خیراً من داره و أهلا خیرا من أهله و بلغه الدرجات العلی من الجنة. آمین

طالب دعا
(حضرت مولانا مفتی) سید عبدالجلیل غفرلہ
مہتمم مدرسہ فاطمۃ الزہراء ودارالعلوم طاہر
ڈربن، جنوبی افریقہ

برادرِ مکرم مولانا سفیان قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند وقف
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
عرضِ خدمت اینکہ خانوادۂ قاسمی کے ایک روشن چراغ، دارالعلوم وقف دیوبند کے صدرالمدرسین وناظم تعلیمات اور جلیل القدر محدث وجید عالم دین حضرت مولانا اسلم قاسمی نوراللہ مرقدہٗ کی رحلت کی خبر سے دلی صدمہ ہوا۔ اس غمناک گھڑی میں اللہ آپ حضرات کو صبر وہمت عطا کرے (آمین)۔ بلاشبہ آپ علوم قاسمیہ کے امین نیز اخلاق وکردار اور علم وعمل میں حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ کے وارث تھے۔ آپ کی ذاتِ عالیہ اہل علم اور خاص وعام کے لئے علمی تشنگی بجھانے کا ذریعہ تھی اس لئے حضرت کی رحلت سے امت ایک مستند اور باوقار علمی مرجع سے مرحوم ہوگئی۔ دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم وقف دیوبند دونوں کے لئے حضرت مولانا اسلم قاسمی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی خدمات جلیلہ سنہرے الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہیں جس کے لئے اللہ انہیں پوری امت کی جانب سے جزائے خیر دے اور آخرت میں بلندیوں سے نوازے۔ (آمین)

آسام کے دیہی علاقوں میں ہونے کی وجہ سے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنا ممکن نہ ہوسکا جس کا افسوس ہے۔ بارگاہِ ایزدی میں دست بدعاء ہوں کہ اللہ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔

دعاؤں کا طلبگار
(مولانا) بدرالدین اجمل قاسمی
رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند، ورکن پارلیمنٹ، انڈیا

مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ العالی

صدر دارالعلوم وقف دیوبند و نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ   امید مزاج سامی بخیر ہوگا۔

۲۳/صفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳/نومبر ۲۰۱۷ء بروز دوشنبہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین و ناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع موصول ہوئی، دل صدموں سے چور ہوگیا اور بے ساختہ کلمات مغفرت زبان سے جاری ہوگئے۔

بلاشبہ حضرت مولانا نہ صرف یہ کہ خانودۂ قاسمی کے درخشندہ روایات کے حامل تھے، بلکہ وہ اسلاف کی سچی یادگار تھے، علم وعمل کا حسین امتزاج تھے، عظیم محدث، مقبول خطیب اور بے مثال سیرت نگار اور معتمد متکلم دین واسلام تھے، ان کی وفات حسرت آیات عظیم ملی حادثہ ہے، جس کی تلافی مشکل نظر آتی ہے، وہ حضرت شیخ الاسلام کے تلمیذ اور حضرت حکیم الاسلام کے نور نظر تھے۔

موصوف گوناں گوں خصوصیات کے مالک تھے، اس دور قحط الرجال میں بڑوں کی سرپرستی اور دعاؤں سے ہم چھوٹوں کا یوں محروم ہوجانا ہمیں دیر تک بے چین رکھے گا۔

مدرسہ میں خصوصی تعزیتی و دعائیہ جلسہ ہوا، ادارہ ایسے مشفق اور مہربان کے یوں جانے پر شدید غم اور المناک کیفیات سے دوچار ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ سکون نصیب کرے اور بخشش فرمائے دارالعلوم وقف دیوبند کو ان کا سچا جانشین عطا کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ہم اپنی اور ادارہ کی طرف سے آپ کے حضور تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں۔

حبیب احمد

۱۴/نومبر ۲۰۱۷ء

خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

عزیز مکرم مولانا محمد فاروق قاسمی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　　　　خدا کرے مزاج بعافیت ہوں!

کل بعد نماز ظہر آپ کے والد بزرگوار اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب علیہ الرحمہ کے فرزند مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کے انتقال پر ملال کی خبر کلفت اثر معلوم ہو کر نہایت رنج وقلق ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رنج وغم زندگی کا حصہ ہے، حیات ممات کا پیش خیمہ ہے، رضا بالقضا ہی ایمان کا تقاضا ہے اور ایسے افسوس ناک حالات میں صبر جمیل موجب جزیل ہے: **عجباً لأمر المومن ان امره كله له خير وليس ذلك لاحد الا للمومن ان اصابته سوا شكر فكانت خيرا له وان اصابته ضراء صبر فكانت خير اله.**

مولانا مرحوم بے مثال خطیب، ادیب اریب، بلند فکر شاعر، خاموش طبع، پروقار وبردبار، بعض یورپی ممالک کے اسفار میں اپنے والد بزرگوار کے رفیق سفر، اجلاس صد سالہ کے ناظم وروح رواں اور اخیر عمر میں وقف دار العلوم دیوبند کے محدث، صدر مدرس اور ناظم تعلیمات رہے، سیرت کے موضوع پر آپ کی خطابت بے نظیر تھی۔

حدیث کی تدریس اور تفہیم کا ذوق بھی وہبی تھا، عربی، فارسی اور اردو وانگریزی پر انہیں دسترس حاصل تھی، کئی اہم کتابوں کے ترجمے ان کے نوک قلم سے نکلے اور علمی حلقوں میں مقبول ہوئے۔

انتقال کی خبر ملتے ہی مظاہر علوم سے ایک وفد دیوبند کے لئے فوری طور پر روانہ ہو گیا اور نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، نماز جنازہ میں عوام وخواص کا ہجوم مولانا کی محبوبیت ومقبولیت کی دلیل ہے۔ مرحوم کیلئے قرآن شریف پڑھوا کر دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کیا گیا، اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

العبد:

محمد سعیدی

ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور (یوپی)

حضرت المکرّم مولانا محمد سفیان قاسمی زید مجدہ وعزیز مکرم مولانا محمد شکیب قاسمی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب اور آپ حضرات بعافیت ہوں گے۔

سالہا سال کے معمول کے مطابق اس سال بھی ابتداء نومبر میں حضرت مولانا محمد ابراہیم، حضرت مولانا احمد لاٹ، محترم جناب فاروق احمد بنگلور، محترم پروفیسر ثناء اللہ اور محترم بھائی خالد صدیقی وغیرہ احباب علی گڑھ و گجرات و بمبئی کی رفاقت میں رائیونڈ اجتماع سالانہ میں شرکت کے لئے بندہ پاکستان گیا ہوا تھا، وہیں پر حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کے حادثہ انتقال کی خبر معلوم ہوگئی تھی، اور شوری کے اراکین نے اسی وقت طے کرلیا تھا کہ ہندوستان پہنچ کر سب سے پہلا کام تعزیت مسنونہ ہوگا۔ اللہ جل شانہ موصوف مرحوم کی بیش از بیش مغفرت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی دینی و علمی خدمات کو قبول فرما کر رفع درجات کا ذریعہ فرمائے۔ آمین

مولانا مرحوم کا شمار اگر ایک طرف ملک اور بیرون ملک کے باوقار اور مستند علماء میں ہوتا تھا تو دوسری جانب وہ علمی درسگاہ دارالعلوم وقف دیوبند کے بھی بلند مرتبہ اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے اور وہ وہاں صدرالمدرسین کے عہدہ پر فائز رہتے ہوئے ایک عرصہ دراز سے علمی، درسی اور فکری خدمات انجام دے رہے تھے، سیرت نبوی علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیہ پر بھی مولانا مرحوم کی گہری اور وسیع نگاہ تھی، چنانچہ وہ ان چند گنے چنے لوگوں میں تھے جو سیرت نبویؐ کے موضوع پر بہترین لکھتے اور عمدہ بولتے تھے، اور جس کا بہترین ثبوت ان کی تالیف ''سیرت پاک'' ہے۔

ہمیں اللہ کی ذات عالی سے امید ہے کہ ان کے دیگر اوصاف حسنہ کے ساتھ ساتھ سیرت نبوی پر لکھنے اور بولنے کا یہی وصف ان کی حسن مغفرت اور حسن درجات کا ذریعہ اور سبب بنے گا۔ اللہ جل شانہ آپ سب حضرات کو اس حادثہ فاجعہ پر طمانینت قلب عطا فرمائے اور دارالعلوم وقف دیوبند کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، حضرت مولانا محمد سالم زید مجدہ کی خدمت میں بھی سلام مسنون پہنچا کر ادعیہ صالحہ کی گذارش کردیں نیز حضرت موصوف ہم سب کی جانب سے کلمات تعزیت قبول فرمائیں۔ مولانا مرحوم کے صاحبزادگان کی خدمت میں بھی سلام مسنون کے بعد کلمات تعزیت پر مشتمل یہ عریضہ پیش کردیں۔

آخر میں صمیم قلب سے دعاء ہے کہ اللہ جل شانہ سرخیل علماء دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودہ اور آنے والی نسلوں کو اسی طرح دین، علم دین اور دعوت دین کے لئے قبول فرماتا رہے۔ جیسا کہ گذشتہ ایک صدی میں ان کو قبول اور مقبول فرما کر بارگاہ ایزدیہ سے نوازا جاتا رہا جو خاندان قاسمی کا طرہ امتیاز رہے۔

فقط والسلام

بندہ محمد زہیر الحسن غفرلہ کاندھلوی

۲۷/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۷/نومبر ۲۰۱۷ء

مخدوم گرامی قدر سلالۃ الصدیق الاکبر خلف الصدق حضرت قاسم العلوم والخیرات مقدام العلماء حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتکم العالیہ، وحضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مدظلہ العالی وحضرت مولانا محمد فاروق قاسمی صاحب وجناب مولانا ہشام صاحب حفظہما اللہ اور حضرت مولانا محمد شکیب صاحب زادہ اللہ تعالیٰ علماء نیز جملہ اساتذۂ دارالعلوم وقف دیوبند وتمام پسماندگان حضرت مرحوم مولانا محمد اسلم صاحب۔ اللّٰهم انزل علیه من شآبیب رحمتك.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حادثۂ جانکاہ کا علم ہوا " فانا للّٰه وانا الیه راجعون" الهمنا اللّٰه وایاکم الصبر والسلوان" کسی عالم ربانی کا دنیا سے اٹھ جانا فی الحقیقت ایسا فراغ ہے، جسے علی العموم پر نہیں کیا جاسکتا الا ماشاءاللہ۔ حضرت مرحوم اللہ رب العزت کے ودائع میں سے ایک عظیم الشان ودیعت اور بڑی جلیل القدر نعمت تھے، دنیائے علم وایمان کے شہسواروں میں انکا شمار پہلی صف کے لوگوں میں تھا، حضرت قاسم العلوم والخیرات رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو نسبت انہیں حاصل تھی یقیناً وہ اس کے امین اور علم بردار تھے، جہاں تک بندہ کو معلوم ہے خلافیات اور ازمنۂ فتن میں انکا اعتدال قابل تقلید نمونہ رہا ہے، اللہ جل شانہ بال بال مغفرت فرمائے۔ آمین

اللّٰهم اعف عنه وعافيه ووسع مدخله ونقه من الذنوب والخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وباعدبينه وبين خطاياه كما باعدت بين المشرق والمغرب وغسله بالماء والثلج والبرد. آمين يا رب العالمين.

مزید ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن پاک کا اہتمام کرایا گیا ہے یہ چند سطور بطور تعزیت مسنونہ پیش کر دی ہیں کہ شاید اس سے بندہ کا اپنا غم بھی کچھ غلط ہو جائے، سطور بالا سے پسماندگان حضرت مرحوم میں سے کسی کے دل کو اگر تسلی ہوتی ہے تو یقیناً یہ بات مجھ ناچیز کیلئے باعث عز وشرف ہے، یہاں نظام الدین میں سب خیریت ہے، معمولات بفضلہٖ تعالیٰ جاری وساری ہیں، اپنی اور جماعت کی طرف سے مکرر تعزیت پیش ہے۔ اور ہدیہ سلام عرض ہے۔

والسلام مع الاحترام

توجہات اور توجیہات کا محتاج

بندہ محمد سعد غفرلہ

بنگلہ والی مسجد بستی حضرت نظام الدین

۲۴/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ

ذوالمجد والکرم حضرت مولانا محمد سفیان صاحب　الہمکم اللہ والعائلۃ القاسمیۃ الصبر والسلوان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بڑے ہی دکھ اور تکلیف کے ساتھ یہ خبر سنی اور پڑھی گئی کہ ہمارے درمیان سراپا کرامت، دارالعلوم وقف دیوبند کے صدرالمدرسین و ناظم تعلیمات حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب نوراللہ مرقدہ نہیں رہے، اناللہ وانا الیہ راجعون، یہ ناکارہ بوجہ سفر جنازہ میں شریک نہ ہوسکا جس کا شدید قلق ہے، حضرت مرحوم سراپا کرامت تھے، میں نے ان کو اپنے تعلیمی دور میں دیکھا ہے، جس وقت وہ ناظم برقیات تھے، پھر جشن صد سالہ میں ان کی انتھک جد وجہد دیکھی ہے، حضرت اس وقت تدریس سے وابستہ نہیں تھے۔

پھر مسند تدریس کو رونق بخشی، تفسیر، حدیث، فقہ، کلام سبھی کو پڑھایا، علم وحکمت کے شہ پارے بکھیرتے ہوئے، اور سیرت نبوی کو اپنے خاص لب ولہجہ میں بیان کرتے ہوئے ایسے لگتے تھے گویا کہ حضرت حکیم الاسلام نوراللہ مرقدہ کی روح ان میں سرایت کرگئی ہو، اور بالکل وہی بول رہے ہوں، حضرت مرحوم بڑی خصوصیات اور خوبیوں کے حامل تھے، انتظامی، تقریری، تحریری، تدریسی ان سبھی میدانوں میں ان کا خاص مقام تھا، اسی کے ساتھ ساتھ تواضع، حلم، مروت، خوردنوازی میں بھی بہت آگے تھے، ان کا اٹھ جانا صرف خاندان قاسمی اور اہل دیوبند کا خسارہ نہیں، بلکہ پورے عالم میں پھیلے ہوئے قاسمی فضلاء کا بھی بہت بڑا خسارہ ہے، جس نے جہاں سنا ششدر رہ گیا، ریاض (سعودی عرب) میں بھی اس حقیر کی رہائش گاہ پر فضلاء نے اکٹھا ہو کر ایصال ثواب کیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین

میری جانب سے اور مرکزی جمعیۃ علماء ہند کے ہر فرد کی جانب سے خاندان کے تمام افراد کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، اور پسماندگان، محبین، مخلصین، تلامذہ، معتقدین سبھی کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین

والسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا شریک غم

(ڈاکٹر) عزیر احمد قاسمی

ناظم عمومی مرکزی جمعیۃ علماء ہند

محترم ومکرم جناب مولانا محمد فاروق قاسمی صاحب حفظکم اللہ ورعاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاجی گرامی!

والد محترم حضرت مولانا اسلم قاسمی صاحب کے حادثۂ وفات کی اندوہناک خبر ملی "**انا للہ وانا الیہ راجعون فصبر جمیل واللّٰہ ھو المستعان**" خانوادۂ قاسمی، حلقہ علم وادب اور ہم سب کے لئے ایک عظیم حادثہ ہے اور بڑا ناقابل تلافی نقصان ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور آپ کو آپ کے تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ ہماری طرف سے ارباب جامعہ (حضرت مولانا کلیم صاحب صدیقی) کی طرف سے اساتذۂ کرام کی طرف سے پرخلوص تعزیت قبول فرمائیں۔

والسلام

محمد طاہر ندوی

۲۵/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ

جامعۃ الامام ولی اللہ الاسلامیہ

پھلت، مظفر نگر، اتر پردیش (الہند)

محترم المقام حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب رحمہ اللہ کا حادثۂ وفات پوری امت کے لئے اور بطور خاص کاروانِ علم کے لئے انتہائی الم ناک سانحہ ہے، حضرت، خانودۂ قاسمی -جس کا احسان پوری امت پر ہے، کے ایک اہم ستون تھے، اوران کے رخصت ہونے سے امت صرف ایک فرد سے محروم نہیں ہوئی بلکہ ایک تابناک عہد کی مثالی روایات سے محروم ہوگئی ہے۔

آنجناب کے لئے یہ صدمہ ذاتی طور سے بھی بہت تکلیف دہ ہے، جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد کے لئے بھی یہ صدمہ بہت بڑا ہے، اس لئے کہ حضرت مولانا مرحوم اپنی علالت سے قبل ایک مدت تک جامعہ کی باوقار مجلس شوری کے رکن رہے ہیں، وفات کی خبر ملتے ہی فوراً ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، تعزیتی مجلس میں اساتذہ وطلبہ اور معززین کی موجودگی میں حضرت کے محاسن وکمالات کا ذکر جمیل ہوا اور دعاء کی گئی۔

اس موقع پر ہم آپ کی اور پورے خانوادے کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں اور دعاء گو ہیں کہ اللہ عزوجل حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین
دعوات صالحہ میں یاد رکھیں۔

والسلام
محمد اسجد قاسمی ندوی
خادم الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد
۲۶رصفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۶رنومبر ۲۰۱۷ء

مخدوم گرامی خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم
(صدر مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند، سہارنپور یوپی)
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

دارالعلوم وقف کے صدرالمدرسین، ممتاز خطیب اور آنجناب کے برادرِ خورد حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کے سانحۂ ارتحال کی خبر بڑے رنج وغم کے ساتھ سنی گئی، (انا للہ وانا الیہ راجعون) فوراً تحفیظ القرآن الکریم کے تمام درجات میں ختم قرآن کریم کرا کر حضرت مولانا مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی۔

بلاشبہ ان کی علمی، دینی، دعوتی، اصلاحی اور تدریسی خدمات کا دائرہ کئی دہائیوں پر محیط ہے اور وہ خاندانِ قاسمی کے ایک اہم چشم و چراغ تھے تحریری، تقریری اور تدریسی خصوصیات میں وہ اپنی منفرد شناخت رکھتے تھے، ان کی تصنیفی و تدریسی خدمات اور ان کے ہزاروں تلامذہ ان کے لئے صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گے۔

اس عظیم سانحہ پر راقم دارالعلوم الاسلامیہ کے تمام طلبہ، اساتذہ اور کارکنان کی طرف سے حضرت والا، برادر مکرم مولانا محمد سفیان قاسمی، مولانا محمد فاروق قاسمی صاحبان اور تمام افراد خاندانِ قاسمی کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے اور بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہے کہ خداوند قدوس حضرت مولاناؒ کی خدماتِ جلیلہ کو شرفِ قبولیت بخشے، جنت الفردوس میں مقام کریم سے نوازے اور دارالعلوم (وقف) کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین دعوات صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔

والسلام
(مولانا) محمد اسعد قاسمی (صاحب)
ناظم دارالعلوم الاسلامیہ بستی، یوپی

مکرم ومحترم حضرت الحاج مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت الحاج مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب صدرالمدرسین دارالعلوم وقف دیوبند کے انتقال پر ملال کی خبر عزیز واقرباء ہی نہیں جملہ اہل تعلق کے لئے رنج وصدمہ کا باعث ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کی وفات موت العالم موت العالم کا مصداق اور علمی دنیا کے لئے بڑے خسارے کا باعث ہے آپ کی وفات سے جو علمی خلاء پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بھرپائی کے اسباب پیدا فرمائے، ملت اسلامیہ کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

طلبائے عزیز سے قرآن کریم پڑھوا کر ایصال ثواب کرادیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ مدرسہ واہل مدرسہ کو دعوات صالحہ میں شامل رکھیں۔

والسلام

عتیق احمد

ناظم ومتولی مدرسہ فیض ہدایت در گلزار رحیمی

خانقاہ رائے پور ضلع سہارنپور (یوپی)

مخدوم ومطاع جناب حضرت اقدس مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۳/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ بروز پیر یہ خبر انتہائی غم کے ساتھ مسموع ہوئی کہ دارالعلوم وقف کے ناظم تعلیمات وصدر المدرسین حضرت اقدس حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے منجھلے صاحبزادے، دارالعلوم وقف کے استاذ حدیث حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دارالعلوم وقف کا قیام مولانا مرحوم کی زندگی میں عظیم انقلاب کا سبب بنا، غیر منقسم دارالعلوم میں مولانا مرحوم کو ناظم برقیات کی حیثیت سے جانا جاتا تھا، اس وقت کسے معلوم تھا کہ مرحوم کی آخری زندگی حدیث نبویؐ کی خدمت کا شرف پائے گی، حقیقت واقعہ یہ ہے کہ نسبتیں اپنا رنگ ضرور لاتی ہیں، حضرت مرحوم کی آخری زندگی نسبت قاسمی کی رہیں۔ اور اکابر کا مکمل نمونہ تھی، رفتار، گفتار، اخلاق وعادات تمام امور میں اکابر کے اطوار کا عکس تام تھا، ان کے انتقال سے جہاں پسماندگان کا عظیم نقصان ہوا ہے وہیں دارالعلوم وقف بھی ایک عظیم محدث، منتظم، مفکر سے محروم ہوا ہے، جس کی تلافی بظاہر اسباب مشکل نظر آتی ہے، یوں بھی ۲۰۱۷ء علمی شخصیات سے محرومی کا سال ثابت ہو رہا ہے، جو ہم بعد والوں کی حرماں نصیبی ہے۔

جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ سے ایک وفد جنازہ میں بھی شریک ہوا، اور ۲۴/صفر ۱۴۳۹ھ کی صبح تمام طلباء واساتذہ نے ایصال ثواب کا اہتمام کیا اور مرحوم کیلئے اجتماعی طور پر مغفرت کی دعاء کی، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور ادارہ کو ان کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ آمین

احقر محمد اختر عفاعنہ
۲۴/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ
مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

گرامی مرتبت والا صفات حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی حفظہ اللہ تعالیٰ
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے عمِ محترم، دارالعلوم وقف کے صدرالمدرسین ومعتمد تعلیم اور ہم سبھوں کے بزرگ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی نوراللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات سے قلبی افسوس ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون. ان للہ ما اعطیٰ ولہ مااخذ وکل عندہ بمقدار فلتصبر ولتحتسب۔

مصدر فیاض نے ان میں علم وکمالات کی ایسی شان پیدا کردی تھی کہ وہ علوم قاسمی کے ترجمان وشارح کے طور پر اوساطِ دین وادب میں مقبول ومحترم تھے، وہ ایک بلند پایہ محدث، باصلاح استاذ، زورآور خطیب اور بے مثال واعظ وانشاء پرداز تھے، تسہیل وترجمہ نگاری میں بھی انہیں یدطولیٰ حاصل تھا، یقیناً ان کے سانحۂ وفات سے دارالعلوم وقف کو خصوصاً اور تمام دینی وملی اداروں کو عموماً گہرا صدمہ پہنچا ہے، اللہ پاک حضرت مرحوم کے درجات بلند فرمائے، اخلاف واہلِ تعلق کو صبر وشکیبائی کی توفیق دے اور امت کو ان کا بہتر بدل عطا فرمائے، آمین۔

یہاں جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں ایصالِ ثواب کرا کر دُعائے مغفرت کی گئی ہے، میری طرف سے بھی تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں گے۔

والسلام
(مفتی) خالد سیف اللہ نقشبندی
(مدیر) جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

محترم المقام حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت اقدس متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب کی وفات حسرتِ آیات امت کیلئے ایک سانحہ عظیمہ ہے۔ آپ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کے نبیرہ تھے۔

آپ علومِ قاسمیہ کے وارث اور اس خانوادے کے چشم چراغ تھے، آپ کا سانحۂ وفات خاندان قاسمی کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ آپ دارالعلوم وقف دیوبند کے صدرالمدرسین اور ناظم تعلیمات نیز وقیع، استاذ حدیث تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور کروٹ کروٹ چین نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

والسلام
مفتی محمد میاں قاسمی
بانی ومہتمم مدرسہ عربیہ کاشف العلوم
بازار سرائے خام بریلی

ذوالمجد والکرم حضرت مولانا سفیان صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ لوگ بعافیت ہوں، بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی دعاؤں سے ہم اہل دارالعلوم لوناواڑہ، گجرات بھی بعافیت ہیں۔

بڑے رنج والم کے ساتھ یہ اطلاع ملی کہ حضرت مولانا اسلم قاسمی صاحبؒ اللہ کو پیارے ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، یقیناً اس حادثۂ فاجعہ سے پورے عالم کے دینی وعلمی وروحانی حلقہ کے حضرات کو افسوس وغم ہوا ہوگا، اس لئے کہ حضرت مولانا اسلم صاحبؒ جس دینی، علمی وروحانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اس خاندان کا عالم کے مسلمان پر بڑا احسان ہے اور تمام لوگ اس خاندان کے مرہون منت ہیں، اس خاندان کے ایک سپوت کا اٹھ جانا دینی وعلمی میدان میں ایک بہت بڑا خلا ہے، خاص کر جب کہ امت قحط الرجال سے دوچار ہے، بس اللہ امت کے حال پر رحم کرے اور ایسی شخصیت وادارہ کو پیدا کرے جوان کا نعم البدل ہو۔

صرف آپ کا ادارہ قابل تعزیت نہیں بلکہ ہم سب اور پوری امت تعزیت کی لائق ہے، ہم سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں داخل فرمائے، سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائے، آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے ادارے کو علمی وروحانی برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین

ساتھ ہی ہم اہل دارالعلوم لوناواڑہ، گجرات کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

فقط والسلام

یوسف مرشید	حفظ الرحمٰن	محمد عبداللہ
مہتمم دارالعلوم مدرسہ عربیہ تعلیم المسلمین ضلع پنچ محل، گجرات	ناظم تعلیمات: دارالعلوم مدرسہ عربیہ تعلیم المسلمین لوناواڑہ، ضلع پنچ محل، گجرات	ناظم اعلیٰ: دارالعلوم مدرسہ عربیۃ تعلیم المسلمین لوناواڑہ ضلع پنچ محل، گجرات

محترم المقام حضرت اقدس جناب مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت فیوضکم العالی
صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کے سانحۂ ارتحال پر مجلس دارالقضاء دہرہ دون کے زیر اہتمام بتاریخ ۲۲ رنومبر ۲۰۱۷ء بروز بدھ، بوقت شام ۶ ربجے بمقام ۲ رٹرنر روڈ، دہرہ دون میں ایک تعزیتی میٹنگ منعقد ہوئی جس میں منتظمہ کمیٹی کے اراکین وذمہ داران شریک ہوئے۔

ڈاکٹر سید فاروق صاحب سرپرست مجلس دارالقضاء دہرہ دون نے سبھی اراکین وشرکاء کا استقبال کیا، اس کے بعد مفتی وصی اللہ قاسمی نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ تلاوت کے بعد ڈاکٹر سید فاروق صاحب نے اپنے تعزیتی کلمات میں حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف وکمالات بیان کرتے ہوئے دینی خدمات کے لئے حضرت کی قربانیوں کو سراہا اور کہا کہ حضرت مولاناؒ نہایت پاک طینت، شریف النسب، منکسر المزاج شخصیت کے مالک اور بہت سی صفات وکمالات کے جامع تھے۔ حضرت مولانا کا ہمارے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاؤ رہا اور کچھ پروگراموں میں آپ کی معیت بھی حاصل رہی ہے۔ قوم وملت کے لئے آپ کی قربانیاں ناقابل فراموش ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی قومی اور دینی خدمات کو قبول فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے۔ آمین

اس میٹنگ میں مولانا محمد احمد قاسمی

اخیر میں قرآن خوانی کے بعد دعاء مغفرت کی گئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے لواحقین اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین

مخدوم مکرم حضرت والا دامت برکاتکم وعمت فیوضکم صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مورخہ ۲۳؍صفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۳؍نومبر ۲۰۱۷ء پیر کی دوپہر یہ رنج دہ خبر سن کر افسوس ہوا کہ حضرت والا کے برادر اصغر دارالعلوم وقف دیوبند کے ناظم تعلیمات وصدرالمدرسین متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب قدس سرہٗ اس دارِفانی سے رخصت ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بروقت ایصالِ ثواب کی سعادت حاصل کی، پھر باقاعدہ مسجد جامعہ میں اساتذہ اور طلبہ نے حضرت مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب کیا اور مغفرت کی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔ اللہ رب العزت اُن کی بال بال مغفرت فرمائے، درجاتِ رفیعہ سے نوازے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَ لِلّٰهِ مَا اَعْطٰی وَ کُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَالْتَحْتَسِبْ. ایسے ہی موقع پر بدوی بزرگ نے جو تعزیت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پیش کی تھی وہ بھی عرض ہے: و خير من العباس اجرك بعدهٗ والله خير منك للعباس.

مخدومِ ما! موت ایسی حقیقت ہے جس سے مفر ممکن نہیں، ہر متنفس کو اس سے ہمکنار ہوتا ہے۔ کل نفسٍ ذائقة الموت. عربی شاعر نے کیا خوب منظر کشی کی ہے:

و قد فارق الناس لاحبة قبلنا ❁ و عي دواء للموت كل طبيب

سبقنا الى الدنيا ولو عاش اهلها ❁ معنا بها من حياة و ذهوب

تملكها الأتي تملك سالب ❁ و فارقها الماضى فراق سليب

حضرت مرحوم زندگی کے نہائی دور تک اپنے علمی فیوض و برکات سے ملتِ اسلامیہ کو فیضیاب کرتے رہے۔ اللہ رب العزت کی جانب سے اُن میں علم و کمالات کی ایسی جامعیت تھی کہ وہ علوم قاسمی کے ترجمان و شارح، پختہ علم محدث اور بلند پایہ خطیب تھے۔ اُن کی وفات نہ صرف دارالعلوم وقف دیوبند کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے بلکہ علمی دنیا کا بڑا خسارہ ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ظاہری طور پر اگرچہ ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن وہ اپنی روشن خدمات، علمی و روحانی فیوض و برکات کے اعتبار سے زندہ ہیں اور ملک و بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ان کے ہزاروں لائق شاگرد اُن کے لئے بہترین صدقۂ جاریہ ہیں۔ اللہ رب العزت حضرت والا کو خوب غریق رحمت فرمائے اور اپنے قرب خاص سے نوازے۔ آمین

محمد اسماعیل صادق، میرزاہد مکھیالوی

خادمان: جامعہ فلاح دارین الاسلامیہ/ بلاسپور

۲۵؍صفر المظفر ۱۴۳۹ھ ۱۵؍نومبر ۲۰۱۷ء

❁......❁......❁

گرامی قدر جناب حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب مدظلہ العالی
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعدہٗ حضرت اقدس مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی رحلت امت مسلمہ کے لئے عظیم سانحہ ہے، جس کی تلافی ناممکن ہے۔ اللہ رب العزت حضرت والا مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور خوب درجات بلند فرمائے۔ نیز تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

جامعہ ہٰذا میں حضرت والا مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب ودعاء مغفرت کا اہتمام کرایا گیا اور یہ سلسلہ انشاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ بوقت تدفین حضرت مرحوم احقر اپنی علالت کی وجہ سے شرکت نہ کرسکا، البتہ جامعہ ہٰذا کے وفد نے تدفین میں شرکت کی۔ صحت ہونے پر انشاء اللہ ضرور حاضر خدمت ہوں گا۔

اس وقت میری اور عملۂ جامعہ کی جانب سے تعزیتِ مسنونہ قبول فرمائیں۔ ہماری تعزیت مسنونہ کو بعد سلام حضرت الاستاذ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مدظلہ العالی کو بھی پیش فرمادیں۔

دعوات صالحہ میں ضرور یاد فرماتے رہیں۔

والسلام
طالب دعاء
مہتمم جامعہ عربیہ خادم الاسلام، ہاپوڑ

❁......❁......❁

جانشین حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب سلمک اللہ بکمال عافیۃ وسلامۃ الدارین وطول اللہ عمرک ببرکتہ
وحضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب ادام اللہ اہتما مک وفیوضک ودیگر اہلیان خانوادۂ قاسمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتۂ

امید کہ آپ حضرات مع متعلقین بصحت وعافیت ہوں گے۔ بحمد اللہ عافیت خواہان بعافیت ہیں۔

گذشتہ روز ایک روح فرسا واندوہناک خبر نے غم کی ایک لہر پیدا کردی کہ خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ، جگر گوشۂ حکیم الاسلامؒ، باوقار وقابل صد اعتبار علمی شخصیت، ہم جیسے کم علم وسواد اشخاص کے لئے غنیمتِ کبریٰ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب ابن حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اس دنیائے فانی سے منہ موڑ کر عالم جاودانی کی طرف چل دیئے۔

یقیناً قوم وملت کے اس سرمایۂ علمی کی امت مسلمہ کو سخت ضرورت تھی، آگے کاموں کے لئے مزید آرزوئیں اور امیدیں بھی وابستہ تھیں۔ ہم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ موصوف مرحوم انتظامی وتعلیمی میدان کے شہ سوار تھے۔ آپ کے رخصت ہونے سے دونوں شعبے ضرور متاثر ہوں گے لیکن مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ کے پیش نظر ہمہ شا کو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ مرحوم موصوف سے ہی نہیں بلکہ خاندانِ قاسمی سے مدرسہ بیت العلوم، عبداللہ نگر، مالی گاؤں کا کافی قدیم و دیرینہ رابطہ رہا ہے۔ حکیم الاسلامؒ و وارثِ علوم نانوتویؒ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی متعدد مرتبہ آمد ہوئی۔ جانشین حکیم الاسلامؒ کا بھی دینی مجالس کے عنوان سے ورودِ مسعود ہو چکا ہے۔ ابھی قریب ہی زمانے میں اطیب المساجد کی تعمیر میں اعانت کی غرض سے جب حضرت والا کی تشریف آوری ہوئی تو مدرسہ بیت العلوم اور اس کے میر کارواں الحاج خالد عمر صدیقی ہی کو شرفِ میزبانی حاصل رہا۔ مرحوم موصوف بھی مختلف مواقع سے ادارہ میں رونق افروز ہو چکے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے بزم طیب کی پرخلوص دعوت پر جب آپ کی شہر مالیگاؤں میں تشریف آوری ہوئی تو آپ نے بصد شوق و محبت مدرسہ بیت العلوم میں قدوم میمنت لزوم فرمایا۔

غرض یہ کہ یہی قلبی وروحانی تعلق اس بات کا متقاضی ہوا کہ مرحوم موصوف کے اس حادثۂ جانکاہ نے اہلِ مدرسہ کو بھی ایک اعتبار سے غمگین کردیا کہ اب آئندہ کے لئے ادارہ ایک ٹھوس علمی و کہنہ مشق، انتظامی شخصیت کے افادے سے محروم ہو گیا۔

اہلِ مدرسہ تمام کے تمام خصوصا خالد عمر صدیقی (چیف ٹرسٹی مدرسہ بیت العلوم) ودیگر ٹرسٹیان صدر المدرسین (مولانا) سراج احمد قاسمی ودیگر تمام ہی معلمین کرام وملازمین اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کی کامل مغفرت فرما کر درجاتِ عالیہ سے نوازیں، ان کی خدمات کو قبول فرما کر اپنی رضا ومحبت سے نوازیں، نیز دارالعلوم وقف دیوبند اور پوری امت مسلمہ کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔

سراج احمد قاسمی
صدر المدرسین
مدرسہ بیت العلوم، عبداللہ نگر، مالیگاؤں (ناسک)، مہاراشٹر

❁……❁……❁

معظم ومکرم گرامی قدر حضرت اقدس مولانا محمد سفیان صاحب مدظلہ العالی
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

بذریعہ ٹیلی فون یہ خبر بجلی بن کر گری کہ خانوادہ قاسمی کے روشن چراغ، دارالعلوم وقف دیوبند کے صدر المدرسین حضرت اقدس مولانا محمد سالم قاسمی صاحب زیدہ مجدہٗ کے دست راست، قدیم وجدید علوم کے ماہر جناب حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب رحمہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس دور قحط الرجال میں جب کوئی عبقری شخصیت اس دنیا سے رخصت ہوجاتی ہے تو وہ اپنے پیچھے ایسا عظیم خلا چھوڑ جاتی ہے جس کا پُر ہونا عصر رواں میں ناممکن نہیں تو مشکل ضرور نظر آتا ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ کی رحلت سے تعلیمی، تصنیفی، تبلیغی اور تدریسی میدان میں جو جگہ خالی ہوئی ہے دور دور تک اس کو پُر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ایسے رجال کار کو فراہم فرمائے جو ان کا سچا جانشین ہو، آمین

مزید برآں یہ کہ ان کی وفات سے دارالعلوم وقف دیوبند کو ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کو شدید دھچکہ لگا ہے۔

دلی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم وقف دیوبند اور پوری امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان کی لغزشوں کو درگزر فرمائے پر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مدرسہ امدادیہ اشرفیہ کے اساتذہ وخدام اور اراکین وطلبہ اس حادثہ جانکاہ کے موقع پر دارالعلوم وقف کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

والسلام
عبدالمنان
مدرسہ امدادیہ اشرفیہ
طیب نگر، راجوپٹی، سیتامڑھی، بہار

محترم حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب، جمیع اہل خاندان اور دارالعلوم وقف کا اسٹاف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض یہ ہے کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے صاحبزادہ، دارالعلوم وقف دیوبند کے موقر استاذ حدیث وصدرالمدرسین اور آپ کے عم محترم حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب مختصر علالت کے بعد مورخہ ۱۳؍نومبر کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے اور رات عشاء بعد تدفین عمل میں آئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم ایک جید الاستعداد عالم دین، باکمال خطیب، کہنہ مشق مدرس اور امت کے درد وغم رکھنے والے فکرمند خادم دین تھے، یقیناً اس دور قحط الرجال میں آپ جیسے لائق وفائق صاحب نسبت عالم دین کی رحلت امت کا زبردست سانحہ ہے اور خود دارالعلوم کے لئے ایک ایسا خلا ہے کہ جس کا ملاء بظاہر مشکل ہے، ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ پاک مرحوم کی طویل تدریسی وتبلیغی خدمات کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے، مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور جمیع پسماندگان کو صبر جمیل سے نواز کر ادارہ کو نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

یہاں دارالعلوم فلاح دارین میں قرآن خوانی کے بعد مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب ودعائے مغفرت کا اہتمام ہوا، اللہ پاک قبول فرمائے۔ اسی دن مولانا رشید احمد صاحب کے ذریعہ فون پر رابطہ کی کوشش کی گئی لیکن آپ حضرات اہل خانہ میں سے کسی کے فون پر رابطہ نہ ہوسکا۔

ہم جمیع خدام فلاح دارین کی طرف سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں۔

دعوات صالحہ میں یاد فرمائیں۔

منجانب: دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر

بقلم: طالب دعاء

(محمد ارشد لولات، فلاحی)

خادم دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر

منظوم

قافلے کا کوئی سالار ابھی گذرا ہے

نتیجۂ فکر: نسیم فیضی ❖

قافلے کا کوئی سالار ابھی گذرا ہے ❖ قوم کا مونس وغمخوار ابھی گذرا ہے
علم و حکمت کا وہ مینار ابھی گذرا ہے ❖ جس کی کرنوں سے منور ہوا اقصائے جہاں
باغ جنت کا خریدار ابھی گذرا ہے ❖ اس کی بے نفس طبیعت پہ میں قرباں جاؤں
اک غلام شہ ابرار ابھی گذرا ہے ❖ راستے ہیں کہ معطر سے ہوئے جاتے ہیں
پر تو جعفر طیار ابھی گذرا ہے ❖ سیرت پاک پہ وہ ''جادوبیانی'' واللہ!
کوچۂ عشق کا دلدار ابھی گذرا ہے ❖ عاشق باغِ مدینہ نے کیا ہے ہجرت
راہِ عرفاں کا وہ سالار ابھی گذرا ہے ❖ تشنگی علم کی لاکھوں نے بجھائی جس سے
ہاں! وہی مالی خوددار ابھی گذرا ہے ❖ گلشن ''وقف'' کو سینچا ہے لہو سے اپنے
ہاں! وہی قوم کا معمار ابھی گذرا ہے ❖ تربیت جس نے کی حکمت سے کئی نسلوں کی
زہد و تقویٰ کا وہ سردار ابھی گذرا ہے ❖ جس نے دیکھی ہی نہیں آنکھ اٹھا کر دنیا
ہاں! وہی علم کا دربار ابھی گذرا ہے ❖ جس کے سینے میں درخشاں تھے کئی علم وحکم

پھول تو پھول تھے، اس موت پہ پتھر روئے ❖ اس کے جانے پہ سبھی اصغر و اکبر روئے
عالم و فضال و مفتی و سخنور روئے ❖ بام و در آج غریقِ غم و آلام ہوئے
اس کی رحلت پہ ملائک کے بھی لشکر روئے ❖ ان زمیں والوں کے رونے پہ تعجب کیسا؟
لوگ تو اشک غم و درد بہا کر روئے ❖ لاکھ چاہا کہ کریں ضبط مگر ہو نہ سکا
سارے عالم کے سبھی غائب و حاضر روئے ❖ جو تھے موجود نہیں تھے وہی رونے والے

❖ سدھارتھ نگری

جیسے اک چاند تھا جا کر کے افق میں ڈوبا ❖ اس طرح آج اجالوں کے پیمبر روئے
جانے والے کی عجب شان ہے دیکھی ہم نے ❖ اس کی اس موت پہ ملت کے اکابر روئے
رو پڑا آج پھپھک کر کے وہی دار حدیث ❖ درسگاہوں کے وہ ویران مناظر روئے
در و دیوار کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپکے ❖ مسجدیں رونے لگیں گنبد و منبر روئے
جتنے خدام تھے، شاگرد تھے، سب چیخ پڑے ❖ اس کی شفقت کی حسیں یادوں میں کھو کر روئے
حیف صد حیف! ہے کیسی یہ قیامت ٹوٹی ❖ رو پڑا شہر بھی اور شہر کا گھر گھر روئے

تری تربت پہ اجالوں کے ستارے اتریں ❖ ہر گھڑی رحمت یزداں کے پرندے اتریں
چاروں جانب کی فضائیں بھی معطر ہو جائیں ❖ قبر کی خاک پہ فردوس کے سبزے اتریں
خیر مقدم کرنے کو فردوس کی حوریں اتریں ❖ عفو و غفران کے ہر لمحہ اشارے اتریں
اے خدا فیضیؔ عاصی ہے دعا گو تجھ سے ❖ مرقدِ ''شیخ'' پہ رحمت کے فرشتے اتریں

❁......❁......❁

نوحۂ غم

مولانا ولی اللہ قاسمی بستوی ❖

حضرت اسلم رہے ہیں پیکر علم وعمل ❖ بحر اخلاص ومحبت کے شگفتہ تھے کنول

معرفت کے نور سے معمور تھا ان کا مزاج ❖ عشق کے اسرار سے بھرپور تھا دل کا زجاج

وہ تھے پابند تہجد ذاکر و شاغل تھے وہ ❖ سجدہ ریزی میں مگن تھے زہد میں کامل تھے وہ

حضرت طیب کے تھے مرحوم، ابن ہوشمند ❖ ناز فرماتا تھا ان کی ذات پر یہ دیوبند

حضرت اسلم رہے ہیں وقت کے مرد وحید ❖ اپنے ہم عصروں پہ فائق اور تھے در فرید

وہ رہے کامل محدث، علم کے بحر عمیق ❖ دردمندوں، بے سہاروں کے رہے سچے رفیق

علم کی ضوء سے زمانے کو منور کردیا ❖ خشبوئے الفت سے گلشن کو معنبر کردیا

قدر فرماتے تھے حضرت کی سبھی پیر وجواں ❖ اوران کی مدح میں سب لوگ تھے رطب اللسان

تھے خطیب عہد حاضر اور نباض زماں ❖ زینت مجلس رہے ہیں اور زیب گلستاں

وہ رہے دارالعلوم وقف کی علمی بہار ❖ ملت اسلامیہ کے ترجمان باوقار

ناظم تعلیم بھی تھے اور استاذ حدیث ❖ مدتوں سے وہ تھے زیب مسندِ علم حدیث

شعبۂ تدریس کی ان کو صدارت تھی نصیب ❖ تھے فدائے ذاتِ احمد عاشق رب مجیب

ان کی برکت سے رہا رشک ارم دارالعلوم ❖ پا رہا تھا آپ سے فیض اتم دارالعلوم

ان کا فیضان کرم تھا ایک موج سلسبیل ❖ اورتھی اسٹیج پر ان کی زبان علمی سبیل

تھے علوم قاسمی کے ایک شارح باکمال ❖ اوران کے کارنامے ہوگئے ہیں لازوال

وہ رہا کرتے رہے دوسال سے بے حد علیل ❖ آیا پھر ان کے لئے پروانۂ رب جلیل

سرخیاں غم کی لئے پھر آئی تاریخ وفات ❖ چل بسے سوئے خدا جب ہوگئی پوری حیات

دن رہا ہے پیر وہ تاریخ بھی تیئس صفر ❖ چودہ انتالیس ہجری سن رہا ہے، الحذر

❖ استاذ مظاہر العلوم وقف سہارنپور یوپی

تیرہ تاریخ نومبر دو ہزار و سترہ ❖ دے کے سوغات جدائی ایک مرد حق گیا
جس گھڑی بارہ بجے تھے، آیا پیغام اجل ❖ وقت وہ موعود تھا، ثابت ہوا ہے جو اٹل
منزل طیب رہی ہے آخری آرام گاہ ❖ موت کی سن کے خبر سب کہہ رہے ہیں آہ، آہ
حکم جب آیا قضا کا عمر اسی سال تھی ❖ زندگی مرحوم کی الفت سے مالا مال تھی
ہوگئی جب عام ہر سو موت اسلم کی خبر ❖ پھیلتی آئی نظر پھر ہر طرف غم کی لہر
ہوگیا افسوس سونا گلشن دارالعلوم ❖ آنسوؤں سے تر ہوا پھر دامن دارالعلوم
کس قدر آنکھیں ہوئی فرطِ الم، سے اشکبار ❖ اور کتنے لوگ دنیا میں ہوئے ہیں سوگوار
حضرت سالم کا سینہ آج غم سے پھٹ گیا ❖ اور گلزارِ مسرت آج ان کا لٹ گیا
گلستاں سونا ہوا ہے حضرت سفیان کا ❖ اور بے رونق ہوا گھر اعظم ذیشان کا
ہو گئے ہیں حضرت فاروق تصویرِ الم ❖ محو رنج وغم ہوئے ہیں یہ ہشام محترم
غم سے بے قابو ہوئے ہیں حضرت احمد خضر ❖ اور بے حد غمزدہ ہیں یہ شکیب ڈاکٹر
آج درد دل لئے یہ محسن وشبیر ہیں ❖ اور سب پسماندگاں افسوس کی تصویر ہیں
مولسری میں ہی ہوئی ان کے جنازے کی نماز ❖ ہے دعا کہ مغفرت فرمائے رب بے نیاز
حضرت سفیان تھے ان کے جنازے کے امام ❖ آٹھ بجکر دس منٹ پُرغم رہا ہے وقت شام
آخری مسکن بنا ان کا مزار قاسمی ❖ بالیقین مدفن بنا ان کا مزار قاسمی
ہے ولؔی کی یہ دعائے دل اے رب مہرباں ❖ حضرت مرحوم کو کردے عطا باغ جناں

۞......۞......۞

رپورٹ

تعزیتی اجلاس

بروفات متکلم حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادۂ محترم متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ صدرالمدرسین وناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند کی رحلت پر مؤرخہ ۱۴/نومبر ۲۰۱۷ء کو دارالعلوم وقف دیوبند میں ایصال ثواب اور تعزیتی اجلاس کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی نے اس تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ علم وعمل، صبر واستقامت کے کوہ ہمالہ فکر وفن، تعلیم وتعلم اور تفسیر وحدیث کے بے تاج بادشاہ دارالعلوم وقف دیوبند کے معمار اساسی آج ہم سے رخصت ہوگئے، آج دارالعلوم وقف دیوبند کا ذرہ ذرہ اور ایک ایک فرد ان کے غم میں ڈوبا ہوا ہے، ایسے موقع پر صبر واستقامت کو تھامے رکھنا یہی ایک مؤمن کامل کی علامت ہے، اس لئے کہ موت برحق ہے اور ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، لیکن ایک مؤمن کیلئے موت حق تعالیٰ کی جانب سے عظیم تحفہ ہے، جو کہ خدا سے ملانے کا ذریعہ ہے، اور پھر حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی کی طویل ترین تدریسی خدمات اور درس حدیث عند اللہ مقبولیت کی بین دلیل ہے، دارالعلوم وقف دیوبند کی ایک ایک اینٹ اور ایک ایک ذرہ ان عظیم خدمات پر گواہ ہے، جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، اکابر چلے جاتے ہیں لیکن ان کے فیوض برکات جاری رہتے ہیں، یقیناً آج حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن ان کے فیوض تاقیامت جاری رہیں گے، انشاء اللہ دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا متانت وسنجیدگی خانوادۂ قاسمی کا طرۂ امتیاز ہے، اس خانودہ کا یہی وہ بنیادی وصف ہے جس کے آگے آکر بڑے بڑے طوفان تھم جاتے ہیں اور اپنی کم مائیگی کا ثبوت پیش کرتے ہیں، حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی نے اپنے خاندانی امتیاز اور تسلسل کو اسی انداز پر برقرار رکھا جس انداز پر حضرت نانوتویؒ سے شروع ہوا تھا، اور جس درجہ کا تحمل حضرت حکیم الاسلام میں پایا جاتا تھا، اگر تحمل، توازن اعتدال اور تناسب نہ ہوتا تو آج اس جیسے ادارہ کا تصور بھی مشکل تھا، تو آج شاید اس جیسے ادارہ کا تصور بھی نہ ہوتا۔ دارالعلوم وقف دیوبند کی عمارت جن ستون پر قائم ہے وہ اس کا ایک ستون تھے افسوس کہ آج یہ ستون زمین دوز ہوگیا، وہ شارح قرآن بھی تھے، مصنف بھی، محقق بھی تھے اور بلند پایہ ادیب بھی، ان کا درس حدیث انتہائی نکات آفریں اور قدیم وجدید

تحقیقات سے پر ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کا درس حدیث ایک نمایاں مقبولیت کا حامل تھا۔انہوں نے کہا کہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب بلا کے ذہین وفطین بھی تھے، جس دور میں وہ سیرت حلبیہ پر کام کررہے تھےاس دور میں وہ حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ صاحب کے پاس لاینحل مسائل کے حل کیلئے آتے اور گھنٹوں بیٹھ کر کسی مسئلہ پر باہمی تبادلہ خیال ہوتا، اوران مسائل کا حل تلاش کرتے، اور پھر مسائل درج فرماتے، دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ اجلاس دارالعلوم کی تاریخ کا ایک عظیم ترین اجلاس ہے، مولانا اس اجلاس کے ناظم تھےاور بہت خوش اسلوبی کے ساتھ اس اجلاس کو تاریخ ساز بنانے میں انہوں نے نمایاں کردار ادا کیا ہے، دارالعلوم وقف دیوبند کی مجلس مشاورت کے رکن حضرت مولانا زکریا نانوتوی صاحب نے مولانا کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا تواضع وانکساری ان کا خاص وصف تھا، ایک طویل عرصے سے میں ان کو جانتا ہوں وہ من تواضع للہ رفعہ اللہ کی حقیقی مثال تھے، حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحبؒ کے صاحبزادے دارالعلوم وقف دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا محمد فاروق قاسمی صاحب نے کہا کہ وہ گذشتہ چند ماہ سے مرض میں مبتلاء تھے، لیکن کبھی زبان پر حرف شکایت نہ آنے دیا، صبر اور شکر پوری زندگی ان کا شیوہ رہا، آج ہمارے سر سے ان کا ایک سایہ اٹھ گیا، اب ہم ان کے مفید مشوروں اور طویل تجربات سے محروم ہوگئے۔لیکن یہ خدائی فیصلہ ہے کہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور خدائی فیصلے میں تغیر وتبدل اور تقدیم وتاخیر کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور اس پر صبر کرنا ہی ایک مؤمن کی شان ہے، دارالعلوم وقف دیوبند کے استاذ حدیث مولانا محمد اسلام قاسمی نے کہا کہ علوم قاسمیہ کے ایک جانشیں علوم نانوتوی کے ایک عظیم وارث آج ہم سے جدا ہوگئے، وہ خانوادۂ قاسمی کے امتیازی اوصاف اور نمایاں خصوصیات کے محافظ وامین تھے، دنیا نے ان کی انتظامی صلاحیتوں کا اس وقت معائنہ کیا جب انہوں نے بحیثیت ناظم اجلاس صد سالہ کی ذمہ داری سنبھالی اور بحسن وخوبی اسے تکمیل تک پہنچایا اور اس طور پر اجلاس کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے کہ بسا اوقات ان پر غشی طاری ہوجاتی، یہ ہمارے بزرگوں کی تاریخ ہے جن کی قربانیوں نے دارالعلوم کو عالمی امتیاز عطا کیا اور اس کی خدمات کو اقصائے عالم میں پھیلایا ہے۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر عبید اقبال عاصم صاحب نے کہا کہ مولانا محمد اسلم قاسمیؒ علم اور صلاحیتوں کے پہاڑ تھے، لیکن ہمیشہ انہوں نے اپنی صلاحیتوں کو پوشیدہ رکھا، اور پھر موقعہ بہ موقعہ ان کی صلاحیتوں کے جوہر لوگوں کے سامنے آتے چلے گئے، دارالعلوم وقف دیوبند کے استاذ مولانا نسیم اختر شاہ قیصر نے کہا کہ وہ ایک بلند پایہ محدث بے مثال مدرس تھے، ان کا درس اور خصوصاً درس حدیث انتہائی مقبول تھا، صد سالہ کے اجلاس میں وہ عمل پیہم کا نمونہ بن کر ہمارے سامنے آئے، اجلاس کے شروع میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا، نظامت کے فرائض مولانا مفتی محمد احسان نے انجام دیئے، اس موقع پر جملہ اساتذہ وکارکنان دارالعلوم وقف دیوبند کے علاوہ باہر سے تشریف لائے معزز مہمانان کرام بھی موجود رہے۔

دارالعلوم وقف دیوبند کا تعاون کیسے کریں؟

بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتوی قدس سرہ نے ادارہ کی ترقی کے لیے جو اصول وضع کئے ہیں ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ دارالعلوم کو توکل علی اللہ اور عوامی چندے سے چلایا جائے اور اس کے لیے خاص طور پر غریب طبقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس لیے جو اہل خیر حضرات دارالعلوم وقف دیوبند کو اپنے عطیات، زکوٰۃ اور صدقات کی رقوم ارسال کرنا چاہتے ہیں ان سے درخواست ہے کہ:

اپنے حلقوں میں پہنچے ہوئے سفراء کرام (جن کے پاس دارالعلوم وقف دیوبند کا شناختی کارڈ ہو) کو رقومات دے کر رسید حاصل کرلیں۔ منی آرڈر، ڈرافٹ یا چیک کے ذریعہ اپنی رقومات براہ راست ارسال کر سکتے ہیں۔ وصولیابی کے بعد رسید ارسال کردی جائے گی۔ اگر براہ راست بینک اکاونٹ میں رقم جمع کرتے ہیں تو بذریعہ ای میل مطلع کردیں تاکہ اس کی تصدیق کر کے رسید ارسال کردی جائے۔

نوٹ: دارالعلوم وقف دیوبند کے چندہ دہندگان 80-G کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔

تمام اکاؤنٹس کی تفصیلات

دارالعلوم وقف دیوبند کے کرنٹ اکاؤنٹس یونین بینک آف انڈیا، کارپوریشن بینک اور ایچ، ڈی، ایف، سی بینک میں ہیں، جن کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

UNION BANK OF INDIA		
(1) ACCOUNT TITLE	:	DARUL ULOOM WAQF DEOBAND
ACCOUNT NUMBER	:	372901010014039
BANK	:	UNION BANK OF INDIA (DEOBAND BR)
SWIFT CODE	:	UBININ BBMRT
IFSC CODE	:	537292
CORPORATION BANK		
(2) ACCOUNT TITLE	:	DARUL ULOOM WAQF DEOBAND
ACCOUNT NUMBER	:	078600201000111
BANK	:	CORPORATION BANK (DEOBAND BR)
SWIFT CODE	:	CORPINBB612
IFSC CODE	:	CORPOOOO786
HDFC BANK		
(3) ACCOUNT TITLE	:	DARUL ULOOM WAQF
ACCOUNT NUMBER	:	50200002786907
BANK	:	HDFC BANK (DEOBAND BR)
SWIFT CODE	:	HDFC INBB
IFSC CODE	:	HDFC 0001974

رابطہ کے لیے

Maulana Mohammad Sufyan Qasmi Mohtamim Darul Uloom Waqf Deoband Near Eidgah, Darul Uloom Waqf Road Distt. Saharanpur U.P. INDIA Pin-247554	Ph No:01336-222752,222352 Email: rector@dud.edu.in Website:www.dud.edu.in